

حقانِ حق

افضل الاحكاماء کی روشنی میں

عکس گنبد مبارک حضرت سید شاہ افضل بیانی علیہ رحمۃ



ملاحظہ

ڈاکٹر محمد سراج الحسن پٹیاں

وجہ نگر کالونی - حیدر آباد - اے۔ پی

فون: 3345810

نیو عراہ پبلیکیشنز



عرفانِ فضل

Khaja Abdul Wahid

18/5-11-5 CHAYAP

HYDERABAD-500023

(افضل الکرام کی روشنی میں)

دکٹر سراج پیکار

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیبان سبحانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

contact@afzalbiabani.net

جلد حقوق محفوظ

اشاعت اول ۱۳۰۱ھ

تعداد — ۲۵۰۰

قیمت — بیخود پوے

نیو میڈیکیشن

وجہ نگر کالونی حیدر آباد ۵۷

فون ۳۳۵۸۱۰

مطبوعہ :

دوشنبہ ۲۱ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۸ء

آخر شب عالم رویا میں

منہج برکاتِ رفا عیہ مجمع کمالاتِ قادیر حضرت سیدی سیدہ غلام سرور بیابانی فاروقی شاہ
زاد اللہ مرآۃ ہم طریقت کا روایتی لباس زیب تن فرمائے کہیں سے تشریف لائے ہیں۔ میں
انہیں دیکھ کر ان کے قریب پہنچ گیا اور مودبانہ لہجہ میں کلام ہوا :

”پاشا ! دادا پیر قدس سرف کی عظمت آفریں پاکیزہ زندگی کے
واقعات کا مسودہ مرتب ہو چکا ہے ! میں چھپواؤں کہ آپ
اسے چھپا دیں گے۔ حضرت نے قدسے تامل کے بعد ارشاد فرمایا

بھائی بھی نے اسے مرتب کیا ہے بھی اسے چھپواؤ“

بس حضرت کے اس ارشاد نے مجھے ہر صلی و ستائش سے بے نیاز کر دیا، میری آنکھیں
مستربے پایاں سے کھل گئیں۔ عالم مثال کا فیض ابھی اچھل ہوا تھا کہ فجر کی آذان
فردوسِ گوش ہوئی۔

میں اپنے اس کام، اس اشاعت اور اپنی اس نسبت کو صاحبِ گنبد
قدوۃ العشاق ربانی وزیرِ غوثِ صمدانی دادا پیر سیدی آقائی مولائی سید فضل شاہ بیابانی
قدس سرہ کا فیضان اور محترم سجادہ صاحبِ قبلہ کے اس ارشاد کو مستند قبولیت سمجھتا ہوں
تبرکات و تہنیت ازانِ اوراقِ گراں مایہ کو سید شاہ غلام سرور بیابانی فاروقی پاشا زید محمد
کی نذر کرتا ہوں کہ یہ نذر خاص

عطا ہے خاص ہے



فہرست

۱۵۵	۱۷. عبادت	۵۵	۱. تمہید
۱۵۶	۱۸. نمازِ مکتوس	۵۵	۲. مقدمہ
۱۵۹	۱۹. امامتِ پنجگانہ	۴۵	۳. پیش نامہ
۱۳۹	۲۰. اوصافِ حمیدہ	۴۸	۴. ولادتِ باسعادت و سلسلہ نسب
	۲۱. معاش، مہمان نوازی	۵۱	۵. حلیہ مبارک و بچپن
۱۴۷	۲۲. فیضانِ عام	۵۵	۶. ابتدائی تعلیم
۱۳۳	۲۳. نزولِ تجلیات	۵۶	۷. فقر اللہ شاہ صاحب کے مکتب کی تعلیم
۱۳۷	۲۴. مشاہدہِ عوالم	۵۶	۸. سفرِ حیدر آباد، اعلیٰ تعلیم
۱۳۹	۲۵. آکے اخلاق	۷۲	۹. درس گاہ حافظ قطب الدین صاحب
۱۷۴	۲۶. سماع	۷۳	۱۰. درس گاہ حافظ صدر الدین صاحب
۱۸۵	۲۷. شانِ قدسی	۷۷	۱۱. فیضانِ حضرت سیدہ غلام علی قادری
۱۸۱	۲۸. غذا	۸۱	۱۲. صحرانوردی
۱۸۳	۲۹. لباس	۱۰۱	۱۳. قصہ قاضی میٹھ
۱۸۵	۳۰. زبانوں سے واقعیت	۱۰۶	۱۴. سیدی میر قربان علی مدظلہ
	۳۱. جلالتِ شان	۱۱۵	۱۵. نکلحِ مستونہ، اولادِ امجاد
۱۹۸	۳۲. وصالِ مبارک و غیر گنبد	۱۱۴	۱۶. فیضانِ دنیا بابتِ غوثِ شعلین

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولہیان سبحانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

تخلیق کائنات سے کروڑوں برس پہلے ازل الازل میں حق تعالیٰ سبحانہ نے جب اپنی حقیقت اپنے ذاتی کمالات اور اپنی بے شمار صفاتی خوبیوں کا جائزہ لینا چاہا اور اپنی فردیت کے غیر مرنی عالم (اعمال) سے ظاہر ہونا چاہا تو اس کے ساتھ مولے اس کی تنہائی و یکتائی کے کوئی اور موجود نہیں تھا بس وہی وہ تھا اور اک تھے ہوئے خزانے کی مثل تھا اپنی تمام نعمتوں، قدیوں، خوبیوں اور دولتِ مخفیہ کو اس کے علم میں صفتِ جمال اور حقائق کو نیکہ کیساتھ موجود تھیں، جاننے، پہچاننے اور خود مشاہدہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اپنی ان خوبیوں کو حالتِ علمی سے وجود میں ظاہر کرنے کے لیے اپنی ذات پر سیرِ رُغبت توجہ فرمائی اور کمالِ چاہت سے بزرگانِ روحِ اعظم کمن "فرمایا۔ اس کا یہ فرمان نہ مثلِ صوتِ حرف تھا اور نہ ہی مثلِ زبان گویا تھا، بس وہ تو اک شہ نور تھا جو اس کے باطن سے ظاہر ہوا اور ایسا ظاہر ہوا کہ نہ اس کی مثل کوئی تھا نہ اس جیسا کوئی ہو سکتا تھا۔

۱۔ سیدی آقائی مولائی سید شاہ غلام افضل بیابانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ہے :
 "قبل تخلیق عالم ذاتِ بحت یکدہ تھا تھی جب ذاتِ پاک اپنے جمال ذاتی، کمالاتِ صفاتی کے مشاہدے کا ارادہ کیا اور اشتیاقِ دیدار میں روحِ اعظم کو اپنی صورت پر پیدا کر کے اپنا آئینہ بنایا۔" (ضیاءِ بیابانی ص ۱۵۲) غائب گاہ
 دہرِ حلوہ یکتائیِ مشتوق نہیں ہم کہاں ہوتے اگر حسنِ ہوتا خوبیں

۸
 حجت ہوا۔ لہذا آپ حق سبحانہ تعالیٰ کے ممدوح ہوئے
 اور حق سبحانہ تعالیٰ آپ کی صلح اور دلوں اعتبار سے آپ
 ہی حامد و محمود احمد و محمد ہیں۔ صلی علیہ وسلم ۱۰

فی الحقیقت یہ ایک طرف حق سبحانہ تعالیٰ کے مقامِ فردیت اور دوسری طرف حقیقتِ جمعی کے مقامِ
 عبودیت کا انکشاف تھا ہم سب تک حق جل شانہ نے اپنی اس بے پناہ مسرت کے موقع پر خود شامی
 کے ہر زاویہ سے قدر و منزلت کے اٹھارہ ہزار عالمِ تخلیق فرمائے اور ہر عالم کو جدا و منفرد خوبیوں کے ساتھ
 آراستہ فرما کر اپنے محبوب کے ذکر اور اس کی حقیقت کو جملہ موجودات کا آئینہ بنایا بیدی عبدلکریم جلی جلی
 فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود سے تمام عوالم کو پیدا کیا۔ آپ کا
 ہر پرزہ مثالِ حقائق کو نبیہ کی ہر حقیقت کے لیے مثل تھا۔
 وہ اپنے وجود سے جملہ حقیقتِ رحمانیہ کے منظر تھے ۱۱

ان اٹھارہ ہزار عالموں میں اس کرۂ ارض کو اس کی صفتِ عجز کے سبب پسند و منتخب فرما کر اور
 اس کی روح کے ذرہ ذرہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے گوندھ کر اپنے علمِ قدیم کا مجسمہ بنایا جو اس کے
 ارادہِ تخلیق کی بہترین تصویر اور تمام ظاہری خوبیوں اور پاکیزہ حسن سے مزین تھا جب وہ السبا
 ہو چکا تو حق تعالیٰ سبحانہ نے اپنی ارادی پھونک سے اس میں اپنی خوبیاں اور صفات و اوصاف منتقل
 فرمائے حیاتِ واقعی اور حیرت سے رونق دی اس کے اس حقِ نکاششِ حسن کے سبب لہری
 ذرات اس کی طرف کھینچ کھینچ کر گئے لگے حق تعالیٰ نے انھیں بھی ہی کی مثل خلق فرمایا اور اس نوری
 مخلوق کے سامنے اس شاہکارِ تخلیق کو ”آدم“ خطاب فرمایا اور اس کے عز و شرف میں اضافہ کرتے لے

۱۰ حضرت علامہ صفدر حسین صاحب: الاربعین الحدیث الاول ص ۹ ، ۲ انسان کامل مترجمہ ص ۲۹

پاکیزگی اور نعل کے جواہر سے آراستہ کیا۔ جہاں تخلیقِ خاکی و نوری کے دوران جو حرات و آگ پیدا ہوئی
 اسی آگ سے اک اور وجود پیدا فرما کر اسے ایسی نام دیا اور آگ کی صفت اس پر ظاہر فرمادی۔ ایسی
 آگ کی خوبیوں کو جان کر اسے سب سے عظیم اور آگ کا اندازہ پا کر چھوٹا نہ سمایا تب حق تعالیٰ نے آدم کو ہر شے
 کا علم سکھایا اور خلعتِ نیابت سے سرفراز فرما کر سجودِ ملائک کیا اور اپنی شناخت کو آسان بنانے
 کی خاطر جذبہِ عشق سے اس کا سینہ بھر دیا، انتہائی چاہت کے اظہار کی یادگار کے بطور جنت کے
 باغات کی سیر کو اس کے لیے پسند فرمایا اس میں لگے درختوں کے میووں اور پھلوں کو کھانے کا کمال
 اختیار دیکر مصلحتِ تخلیقِ فرد کی بریں کے سبب شجرِ ممنوعہ کی نشاندہی کی اور اس سے دور رہنے
 کی تاکید فرمائی اگرچہ

”دخت کی قربت فی نفسہ ممنوعہ نہ تھی اہل ممانعت اکل (بھل کھانے کی)،
 کی تھی مگر اکل سے روکنے کی خاطر قربت سے بھی روک دیا گیا کیوں کہ قربت
 اکل کا باعث ہو سکتی تھی ۱۲

جنت میں رہتے ہوئے آدم کو ان کی اک جنبش اور پرانی خواہش کی ہر شے فراہم ہو جاتا کہ تھی
 لیکن کبھی بھولے بسے بھی اس شجرِ ممنوعہ کے پھل کو کھانے کی نہ کبھی رغبت ہوئی نہ کبھی اس کی چاہ
 خواہش ہوئی۔ ایک مرتبہ نامحسوس طریقے سے بلا اللہ وہ اسی شجر کے سایے میں بخواب ہو گئے تو مات
 نیند میں کوئی ان کا مسلہ نہیں نظر آیا جو نبی اسے چھونے اور اس کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا آنکھ
 کھل گئی بیدار ہو کر حالتِ محویت میں وہ جنت کی ایک ایک شے کو گھورنے لگے لیکن خواب کا ہمیشہ
 انھیں نظر نہ آیا اسی خواہش کو لیے وہ جو پھر بخواب ہو گئے تو حق تعالیٰ نے انھیں کے پہلو سے ان کا
 ہمیشہ پیدا فرما کر ان کی خواہش پوری فرمادی آدم کے لیے یہ ایک بیش قیمت جنت کا تحفہ تھا جسے باکر
 آدم جنت میں حریصانہ رہنے لگے اور اسے ایک لمحے کے لیے بھی خود سے جدا نہ رکھتے تھے ایک مرتبہ انتہائی عات
 کے سبب حق تعالیٰ نے ان کے اس محبوب کو بھر پور رویش کر دیا تو آدم بیقرار ہو گئے اور مضطربانہ اسے متوجہ کرنے کے
 لیے میاں خنکی میں اسے حوا پکارا تو ان کے اس طرح خطاب ان کا یہ نفس متوجہ شانِ دلبری سے بجائے سامنے پاتوں
 اس کا یہ اندازہ کچھ کر آدم سے رہا نہ گیا۔ انھیں ان کی اس بے مبری و آفتاقانِ نفس کے عیوض حق تعالیٰ نے لازماً

اپنے حبیبِ مکرم باعثِ تخلیقِ عوالمِ علیہ السلام پر درود پڑھنے کا حکم دیا پر فرشتے ہر تار کی نے لکھا ہے :
 "حضرت آدم کو حضرت حوا سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے
 کے وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا اور
 اسی کو اس سختیں و سیدنا بنا لیا گیا"

جنت کی نشاط انگیز آبادانہ تفریح اور سامانِ عشرت کی فراوانی دونوں کو حاصل تھا۔ آدم جہاں اس شان سے
 رونق افروز بن کر خلدیں ہوئے تو ابلیس حسد سے جل گیا، فرشتوں کے لیے جہاں اس صدف درنا یا
 لینے حضرت آدم کو اک نظر دیکھ لینا باعثِ خیر و برکت تھا وہیں ابلیس کے لیے یہ منظر اک خونخوار
 سے کم نہ تھا۔ آدم جہاں کی برکت انگیز مابں جنت کے ماحول کو روز افزوں رونق تازہ دینے لگیں تو
 ابلیس نے ہدایتِ حق پر دوبارہ غور کیا اور اس کی کچھ اس طرح ان کے سامنے تاویل کی :

"تم کو تمھارے رب نے اس دخت سے منع نہیں کیا مگر اس وجہ
 سے کہ تم دونوں فرشتے بن جاؤ گے"

فی الحقیقت جنت میں اس پھل جیسی خوبو رنگ روپ اور حق تعالیٰ کا دکھلایا ہوا کوئی اور ایسا درخت
 موجود ہی نہیں تھا جس کی کچھ سی اہمیت ہوتی، جس کے لیے حق تعالیٰ سبحانہ کو ایسی ہدایت کرنی پڑی
 ابلیس نے آدم کے سامنے مافقت کے سبب کا منطقی پہلو ڈھونڈ نکالا تھا کہنے لگا : "اگر تم
 اس دخت کا پھل کھا لو گے تو فرشتوں کی طرح ہمیشہ جنت میں رہنے کے حق دار بن جاؤ گے"
 آدم نے فرشتوں کو جنت میں اس شجر ممنوعہ کے پاس لاتے جاتے دیکھا تھا، یقین آگیا، ثمر
 ممنوعہ کی رونق و شادابی اور اس کی زبردست قوت کشش انھیں دخت تک پہنچنے لگی، نادیدہ
 کھانے کی شیدائی طبیعت نے بالآخر انھیں عدول حکمی کی خطا کا مرتکب کر کے تھوڑا آدم اپنے

علم اور ابلیس کی دلیل پر اعتماد کر کے اپنی حد سے آگے نکل گئے۔ سیدی عبدالعزیز زبدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،
 "اس دخت کا پھل کھانے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی عقل
 کا تعلق خاص اپنے رب کے ساتھ تھا کہ اپنے مصالحِ نفس سے بالکل
 غافل و بے خبر تھے، مگر پھل کھا کر صورتِ حال بدلت گئی اور عقل تعلق
 اپنی ذات کے مفاد میں انھیں کے مصالح کے ساتھ ہو گیا"

ان کے ہر ارادے کیساتھ ان کے نفس نے انھیں اس بات کے لیے دھوکے میں ڈالے رکھا کہ اس ثمر
 خوش رنگ سے لذت پالنے کے بغیر کمالی ملکی کا حصول ممکن ہی نہیں ہے۔ دب دب کر ابھرنے والا
 یہ دلولہ بالآخر اس نخلِ ثمر دار کو دیکھنے، چھونے اور اس کے پھل کو کھانے کا سبب بن ہی گیا
 جسے حق تعالیٰ نے ظلمتِ طبیعت کے قائم مقام رکھا تھا، اس کے کھانے
 سے منع کرنا اسی وجہ سے تھا کہ وہ نافرمانی کرے گا تو طبعیوں کی تار پلوں
 کے گھرمیں اُٹرنے کا مستحق ہو جائے گا۔ اس نے اپنے ذاتی علم پر
 اعتماد کیا اور بوجہ اس کھانے کی محبت کے اخبارِ الہی پر نہ رہا۔

آدم علیہ السلام کو جب اپنی اس غفلت اور بھول کا علم ہوا تو انھوں نے خود کو اپنے ضمیر کے سامنے شرمندہ
 اور عایلین فرشتوں کی نظر میں گرما ہوا محسوس کیا۔ جنت کا نورانی ماحول یک محنت تنگ و تاریک ہو گیا۔
 التجا، آہ و زاری، طلبِ عفو کی مہلت بھی انھیں نہ مل سکی فوراً جنت سے اخراج حکم جاری ہو گیا۔
 آدم علیہ السلام کی تخلیق اور جنت میں ان کے داخلے کا مقصد قربتِ حق تھا۔ شجر ممنوعہ سے دوری کا حکم
 اسی غرض سے وابلہ تھا کہ آدم اس کا پھل نہ کھائیں جو قربِ حق اور بارِ الہی سے غافل کر دینے والا تھا۔
 ابلیس کے بہکاوے اور حوا کی ترغیب نے عدول حکمی کا جو مرتکب کرایا آدم جنت میں رہنے کے حق سے محروم
 کر دیے گئے۔

عالم علوی سے عالم سفلی کی طرف منتقل ہوتے ہوئے مایوسی، بے بسی اور شرمندگی آدم علیہ السلام کے دہن سے بندھی رہی جنت میں وہ تو صرف آدھا دن ہی رہ سکے تھے کہ یہ گل کھلا اور بس

”اسی وقت غیرت حق جو اور ہوئی کہ اے آدم کیا تھے نفی خواہشات اور حیوانات کی طرح چرنے چلنے کے لیے پیدا کیا تھا۔ اَلْحَسْبُ لَكَ مَا كُنْتَ تَفْتَنُ عِبَادًا اَلَا لِيْنَالَا (زحور)“ (کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹنے والے نہیں۔) اب تو اس بات کا ڈر ہے کہ ابھی تو تھے آدھا دن بہشت میں رہنے دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے بھول گیا اور ہمارے غیر میں مشغول ہو گیا اور ہمارے غیر سے الفت پیدا کر لی اور بے فوادی کر کے ممنوعہ دخت کا بھل کھایا، اگر میں تجھے سالا دن (جنت میں) رہنے دوں تو شاید مجھے بالکل ہی بھول جائے۔“

جنت سے اخراج کا حکم اجرا ہو گیا۔ آدم و حوا جنت سے سر جھکائے متاعِ آبدوسمیت کر نماز پڑھ چلے انہیں ایسی حالت میں جنت سے نکلنے دیکھ کر ابلیس جنت کے دروازے پر کھڑا اپنی کامیابی پر مسکراتا ہوا اپنے بازو پھتھپھار رہا تھا اسے اس طرح کھڑا دیکھ کر آدم اس مکار کو مخاطب کرنے جو نبی پلٹ ان کی نظر جنت کے دروازے پر کبھی عبارت پر اٹھ گئی وہ حیرت و استعجاب میں وہیں کھڑے صبحِ خلد بریں دیکھتے رہے انہیں حیرت زدہ دیکھ کر فرشتوں نے بتایا ع

یہ ان کا نام ہے جن کا یہ گھر ہے

خطا کاروں کی خطائیں اس نام کا وسیلہ لینے پر معاف کر دی جاتی ہیں، آدم کو یاد آیا کہ یہی نام ان کے عرشِ عظم کی پیشانی پر بھی لکھا ہوا دیکھا تھا بس وہ اس نام کی عظمت کو دلیں اترتا ہوا عرشوں کو گئے امامِ مادی نے نفسِ حاشیہ جلالین میں لکھا ہے :

اَنَا هُوَ لِيْظَهْرُ مَدْرَجَتِيْ كَمَا لِيْ اَللّٰهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ اَلَا مَرْنِ
اَوْ اَقْرَبْ اِذَا اَلَا اَمْتَعَتْ بِنُورِ حُجَّةٍ فَهَوَا لِيْ اَسْطَ
يَكُلُ وَاسْطَ حَتَّى اَدْرَ۔

یہ حکم اس لیے تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدوین فرماتے پہلے ہی آدم پر حضرت آدم پر آشکار ہو جائے اور وہ جان لیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو انہیں نعمتِ زوجیت بھی نہ ملتی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر واسطہ کے لیے حقیقی واسطہ ہیں۔ حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کا بھی یہ

جنت سے نکلنے ہی آدم و حوا ۴۱ دونوں ہی زمین کے جدا جدا مقامات پر اتارے گئے۔ جیسے ہی انہوں نے زمین پر قدم رکھا ہر شے کو خوف و دُک کے سبب و خشناک دیکھا، انہیں کچھ سمجھائی نہ دیتا تھا ہر شے کا ٹکھانے دہڑتی نظر آتی تھی، اندھیرا ہر طرف حدِ نظر تک نظر آتا تھا۔ نہ کوئی بہم نہ کوئی ہنر باں، جس طرف چلتے تنہائی ہی ساتھ ہوتی سرکارِ نبوت پاک فرماتے ہیں۔

”آپ زمین پر آئے تو زمین سے ڈر محسوس ہوا اور ایسی بلائیں دیکھیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ ان بلاؤں کا آپ پر بوجھ پڑا“

بھوک پیاس، بے خوابی و اضطراب، تنہائی، آہ و زاری و مہجوری ان کے ہمراہ رکاب رہی اس پر طرفِ بلائے عشق بھی ان کے سینے سے لگی چلی آئی اسی کا بار سب سے زیادہ ان کے سر پر پڑا تھا وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ہجرت کے لیے مجبور کیے جاتے رہے جنت سے نکلنے کا غم شاید اتنا شدید نہ تھا، بقا یا مضیٰ خلد کے تحفے سے محرومی اور گمشدگی سے تھا۔ زمین پر وہ ہر جگہ اپنی اس مقلعِ عزیز کو مضطرب الحال تلاش کرتے پھرتے رہا کیئے لیکن کہیں بھی

انھیں اس کا پتہ نہ مل سکا مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں۔

”جنت کا فراق، حضرت عوا کی جدائی تو رونے کا بہانہ تھا

و حقیقت اپنی محبت میں ان کو رلانا تھا۔“

چونکہ آدم کو محبت مجازی (حوالی محبت) میں مبتلا کر کے ہی حق تعالیٰ اپنی محبت کا خوگر بنا سکتا تھا اس لیے حوا کو آدم سے جدا کر کے انھیں تڑپانا لازمی وجہ تھی کہ دونوں جدا جدا زمین پر لٹکے گئے تھے تاکہ وہ تڑپنے والا دل پیدا کر لیں، تین سو برس تک آدم حوا کے لیے تڑپتے رہے ایک ہزار سال تک روتے رہے تب عرفانِ محبت کے ذوق آشنا ہوئے اور چالیس برس متکلف بیکار اسم روحِ خلد بریں رہے تب اس کے سبب ان کی مصیبت ٹلی شیخ التفسیر مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں۔

”عجب آدم علیہ السلام کی پریشانی انہما کو پہنچ چکی تو ایک دن ان کو یاد آیا کہ ”میں نے اپنی پیدائش کے وقت عرشِ عظم پر بکھا دیکھا تھا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَجَّارُ سَوَالِ اللَّهِ۔ ابن منذر کی روایت میں یہ

کلمات ہیں۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ جَنَّةَ عِزِّكَ عَذْلًا وَ

كُورَةً عَلَيْكَ أَنْ تَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي۔“

صبر و آزمائش، ندامت کا یہ محبوب دور و سیاہ ختم المرسلین کے حصول و قبول پر اختتام پذیر ہو گیا۔ خطا معاف ہوئی، جس مقام پر انھیں پروانہ غفود و دگر دگر مل گیا اسے آدم علیہ السلام نے اپنی نگاہ میں رکھا وہیں سجدہ شکر ادا فرما کر اٹھے ہی تھے کہ شانِ محمدیت یہ حوا بھی آگئیں۔ قبولیتِ اعجاز کا یہ منظر اور عرفات کے میدان کا یہ سرگردانیز و کیف آگئیں نظارہ ہمیشہ کیلئے یادگار ہو گیا۔ پس یہ طفیل

۱۔ تفسیر جلد اول صفحہ ۲۹۹

۲۔ مولانا عبدالحق مدنی نے لکھا ہے: ”منہج العبود، حقیقتِ عشق، محبتِ نالی مرد میں محبت بن کر جلوہ گر ہے اور محبت میں محبوب بن کر نمودار ہے۔“ نصوص حکم نفع مجیدہ ص ۲۳۲ ۳۔ تفسیر جلد ۱ ص ۲۹۴

صبر و عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم، آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے دائمی خزانے اور صفی اللہ کے عظیم المرتبت خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔ یوں دو سو سال تک محبتِ الہی کے قابل آپ کے قلب کی تربیت ہوئی رہی، پروفیسر ہر القادری نے لکھا ہے۔

”حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا نے ندامت چالیس روز تک

کھانا چھینا بند رکھا، سو سال تک ایک سرے سے قربت نہ کی

اور دو سو سال تک روتے رہے۔“

مفتی احمد یار خاں کا بیان ہے :

”قلبِ آدم علیہ السلام کو جب توبہ کے مابین سے معاف کر دیا گیا

اور آنکھوں کے پانی سے اس کو خوب دھویا تب رحمتِ الہی کی

بارش دان پر ہوئی، ان کو اپنا قرب عطا فرمایا، تفسیر روح البیان نے

اس جگہ فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں محبتِ الہی

کا تخم بویا گیا۔“

آدم علیہ السلام نے یہ جو پاکیزہ نفسی پائی تھی یہ فیضانِ نور محمدی کا ارتقا جو ان کی جبینِ قدسی جھلکنے لگا تھا۔ فرشتوں نے اس سے پہلے ایسی ندرانی کیفیت سمجھی آدم کے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔ آدم کو اب نہ زمین سے خوف ہوتا تھا اور نہ ہی کسی بلا کے خراہم ہونے کا ڈر تھا۔ جب تک یہ نور آدم کے جسم و جان سے گھرا رہے تھے آدم کے زیرِ فرائیں رہی تا اس کے یہ نور آدم علیہ السلام کے کسی اولوالعزم و صالح فرزند کی پیشانی پر منتقل ہو گیا اور آدم اتنا اُن تمام برکتوں کا فیض حاصل کرتے رہے۔ یہ نور اپنے اپنے موقوفوں پر عظیم المرتبت و منتخب نبیوں، رسولوں اور صالح و پاکیزہ نفوس کے تدریج سے منتقل ہوتا ہوا زمین ام القریٰ کو رونقِ دوام اور کئے کی سرزمین کو تقدس کی شان عطا کرتا ہوا ام الانبیاء و سیدہ آمنہ بنت ابی طالب

۱۔ تفسیر منہج القرآن ص ۲۵ ۲۔ تفسیر جلد ۱ ص ۲۹۹ ج ۱۔

کے پہلے قدمی کی زینت بن گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد گرامی ہے:
 مون بنی الی البی حتی اخرجناک الی (آپ ایک نبی سے دوسرے
 نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے اور آخر میں اللہ کے حبیب بن کر آئے)

آدم علیہ السلام مجموعہ کمالات و صفات و اخلاق و امانت دار اور محمدی توہم ہی اظہار
 ندامت پر اب جو غور و غور بخشش کی منزل گئی تھی، شانِ حقانیت کا منظر بن گئے انھیں، عجز و کمالات
 کے صلے میں بطور انعام تا قیام قیامت ایسے خصوصی شرف اور دوامی فضیلت، بزرگی و بزرگزدگی سے
 مشرف فرمایا گیا کہ شرف و امتیاز سے کسی اور کو کوئی حصہ نہ ملے۔ آپ کی اولاد کو حکم ہوا کہ اس شرف و بزرگی سے
 اس کے اپنے لیے بکرت دہائی مقصود ہو تو اور اس کے اخلاص سے اس کے گھر کے گناہ و گناہوں کی مشقت سے
 اظہار ندامت کرے۔

آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے برسوں بعد جس مبارک دن اس نور مجسم نے مکہ کی زمین
 کو اپنے قدموں سے متبرک بنادیا اور جب اس کی برکتیں وسعت پذیر ہو گئیں تو حق تعالیٰ جل شانہ نے
 اس نور مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ظہور کے پہلے ہی دن سے ساری کائنات کا اختیار دے کر ایک ایسا عظیم
 توافقی پذیر بنانے کا جلیل عطا فرمایا کہ بیک وقت ہر جگہ اس کی جلوہ گری کو اس نور مجسم کی مرضی کے تابع
 رکھا اور اس کے دیدار کو اس کی امت اجابت کے مقبولین کی راحت کا ذریعہ بنایا۔ احرارِ باخاں نے بھی
 نے لکھا ہے:

”ہر مومن مسلمان کے مرنے کے بعد حضور اسی طرح دنیا بھر میں
 بیک وقت سب کی قبر میں پہنچتے ہیں اور سرکار کی دیدار کی
 کے اسی شوق میں عاشق ہمیشہ موت کی آرزو کرتے رہتے ہیں۔“
 سیدی محمد بن علوی المالکی الحنفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اللہ جل شانہ نے حضور سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن شریف
 اس طرح بنایا کہ نہ اس سے قبل ایسا بدن ظہور پذیر ہوا اور نہ
 ہی آپ کے بعد آپ کی ذات اقدس کی مانند کوئی شخص جنم لے گا۔“

سیدی عبدالکریم بن ابراہیم اعلیٰ قدس سرہ نے لکھا ہے:

”جب خداے تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمال سے پیدا
 فرمایا اور اسے اپنے جلال و جلال کا منظر بنایا تو ہر اس حقیقت
 کو جو اس کے اسماء و صفات کے حقائق کی حقیقت سے
 تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا کر دیا۔“

آدم علیہ السلام کے بعد دنیا میں اولوالعزم مغیر تشریف لاتے رہے اور اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
 آوری کا شرف جانقر اپنی امتوں کو سناتے رہے۔ اٹھارہ ہزار عالموں میں ہر ایک اس نور مجسم کی آمد
 اس کے اوصاف و کمالات کے ذکر سے خود کو مفتخر کرتا رہا۔ ہر ایک کے دعویدار کہ آپ انھیں میں موت
 ہوں گے لیکن یہ غرور و شرف سولے قوم عرب کے کسی کے حصے میں نہ آیا۔ حق تعالیٰ نے دنیا کے سب سے
 زیادہ فصیح اللسان، جامع الکملات، اکرم الخلق مع منسۃ عن شریک فی محاسبہ (تصدیقاً)
 ہستی کو دنیا کی سب سے زیادہ گمراہ، سب سے زیادہ جاہل، سب سے زیادہ متکبر اور سب سے زیادہ تاریک میں
 پڑی قوم میں پیدا فرمایا اور ”نبی امی“ کے جامع تر خطاب سے سرفراز فرما کر ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔
 عرب، دنیا کی وہ قوم تھی، جن کے اوصاف خواہ مثبت ہوں کہ منفی، ساری دنیا میں
 کوئی اُن کا مد مقابل دیکھ نہ تھا۔ تشریف زبانی جو کبھی سرِ حرطہ کے بولنے لگتا تو یہ اپنے سولے
 ساری دنیا کو بے زبان و زبیر مودہ سمجھنے لگتی۔ سرکارِ دہا صلی اللہ علیہ وسلم کے جزیرہ نماے عرب
 میں تشریف لانے کے بعد یہ خود ایسی گوئی ہو گئی کہ کلفتِ زبان نے کچھ بولنے نہ دیا۔ زبورِ اقدس

کے بعد تو ان کا سارا نقشہ زبان دانی نیک لخت بہر ہو گیا۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آباد نے لکھا ہے :
 ”ان کو اپنی فصاحت اور قادر الکلامی پر اس قدر غرور تھا کہ وہ ساری
 دنیا کو اپنے آگے گونگا جانتے تھے۔“ (تاریخ اسلام حصہ اول ص ۱۸)

کائنات کے رد اول ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا آوازہ بھلاں بلند تھا
 رہا جب بھی دنیا میں حق کا پیغام آتا تو پہلے نوید گل رسالت کی برکت انگیز مہک سے سارا عالم مطر کیا جاتا کہ
 سعید نگاہیں اس نور مجسم کی تشریف آوری کے نشط میں پلکیں موندے بغیر تو برگزیدہ نفوس و پاکیزہ درویش
 شمع رسالت پر مثل پروانہ شبیہ بچھا دوئے تیار رہیں۔ خاندانہ کفایت بزرگوار اکیں سے ثابت ہوتا ہے کہ
 دنیا کے کسی حصے میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا گیا جس نے حضور اکرم کے دنیا میں تشریف لانے کی خبر نہ دی ہو۔
 آپ کی بعثت سے قبل یشرب میں بے یسے یہودیوں اور عربوں میں جب بھی جھگڑا ہوتا اور اس قومی عصیت کے
 خون خرابے میں اکثر عرب ہی ان پر غالب آتے تو قومی طور پر یوں یہودی ران عربوں سے کہنے لگتے :
 ”تم آج ہم پر جبر کر رہے ہو کل تم دیکھ لو گے کہ جب نبی آخر الزماں ہم میں پیدا ہوگا
 تب ہم کل کی مدد سے تم پر غالب آئیں گے اور اس شکست کا تم سے بدلہ لیں گے۔“

بالآخر جب ماعت سعید اُمی، زمین حجاز ان کے قدموں سے لگے مقدس اور یہاں کا ذرہ ذرہ آپ کے پائوں
 چھو کر عرش سے آنکھیں ملانے لگا تو یہی یہودی جو کل تک آپ کے گن گاتے تھے، عو کے مغز قبیلہ قریش میں
 آپ کے پیدا ہوجانے پر آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس خیال نے ان کو اگر کیا کہہ سکتی تھی جسے صرف اور صرف اہل عرب و مشرک
 کے سبب یہودی قوم میں پیدا ہونا تھا وہ کیوں کر کاچا ہل اور اُجڑ قوم میں پیدا ہو سکتی تھی باوجود دلائل و
 شواہد آثار و قراین کے وہ آپ کی نبوت کو ماننے تیار نہ ہوئے، اسی قومی عصیت نے انھیں ذلیل
 رکھا کہ اللہ و ملت دو مانا ان کا مقدر بن گئی حق تعالیٰ نے قیامت تک اس نور مجسم کی تعظیم و تکریم کے لیے
 تمام مہجرات اور ساری عوالم، لکشاں، شمس و قمر، سیارگان بے حد حصر کو زمین کے اطراف مشغول
 بطواف رکھا ہے کہ شمس جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔

دنیا میں آپ کے تشریف لانے سے قبل ادب ہر زمانے میں آپ کے نائب اور آپ کے نام لیا

آپ کی چادر عظمت اڑھے، سطوت و امتیازی شان سے جلوہ افروز ہوتے رہے اگرچہ انبیاء
 و اولیاء سابقین میں ہر ایک آرزو مند کہ اے کاش اُسے آپ کے امتی ہونے کا شرف
 بھی حاصل ہو جاتا کہ وہ اس شرف و فضیلت کے سبب آپ کا پسندیدہ و منتخب شدہ فرد ہوتا۔
 مہی آپ کے منتخب پسندیدہ حضرات، منکرین، کار بر آری ضعیفان و مشککائے آشفقہ جلال
 میں۔ شہنشاہ کونین کے یہ نائبین فی الحقیقت دین و دنیا کے فرماں روا، حاکم و بادشاہ
 انہی کی مرضی و احکام سے کار بار عالم کی رونق ہے۔ مظلوم کی حمایت، محتاجوں کی دستگیری
 مایوس الطلاج بیماروں کی مسیحائی ان کے دست قدرت کا ادنیٰ سا کام ہے۔ مخلوق خدا سے ہر
 محبت ان کی فطرت کا لازمہ ہے۔ یہ نائق الافاق ہستیاں جس کی کو اپنے دربار میں بلا لیں
 انھیں اپنے نطفہ دکریم سے نہال و مال مال کر دیں اور در پر آئے ہوں کو اپنے خان کرم سے
 بغر و شرف وہ سب کچھ عطا کر دیں جو ان کا حصہ ہے۔ وہ افراد جو ان کی دین و عطا ان کے چشمہ
 فیضان سے اپنے مقدر کا حصہ پالنے بن بلائے ہی ان کے در پر آجائیں وہ بھی ان درویشین کے طفیل
 میں ان کے پس خوردہ سے حصہ پائیں۔ اسی امید پر کہ ہاتھ باندھے ہوئے در پر کھڑے، در کے
 کھڑکے ہوئے مجھ سے بے بضاعت، مفلس و مفلوک الحال، بے حیثیت و تلاش زبان کی جھول
 میں کچھ نہ کچھ تو بچا کچا پڑ ہی جائے گا، یہ ناتواں سرنگوں ہے۔ نصیباً جاگتا ہے تو قرب سنگ و دریا
 و آفا سے دجھاں بڑے نصیب کی بات ہے۔

قدوة العشاق ربانی، وزیرِ غوث صہرائی، آقائی مولائی، سیدی و سندی سید فضل بادشاہ
 بابائی حکیم العزیز کی ذات قدسی صفات کیا بلحاظ علم و فن، شرف و امتیاز اور کیا بلحاظ حلم
 و دانش فقیہانہ انداز، نقیب الممال تھی۔ آپ کے مناقب و آثار، آپ کی حیات طیبہ کے حلیل القدر
 اعتبار اصفیائے زمانہ کے سینوں میں، توں افوار و برکات پھیلائے محفوظ و مصنون ہے۔

معرفت الہی، قربت حضرت باری کے نازک ترین فرقے سے ناواقف ذہن، اولیائے کرام
 ان تباہ روز عبادتوں، زماں و مکاں کی قید سے بے نیازان کی ریا منتوں کو اپنے بندھے رکھے

اوقات سے تقابل کر کے اپنی کوتاہ دہنی کے سبب متبادر نہ ہونے والی ان برگزیدہ نفوس کی بافضل طویل عبادتوں کو نامکمل اور ان کی محیر العقول باتوں کو پڑھ سن کر عقیدہ مندانه اظهار خیال کا نام دینے لگتا ہے۔ اس بے باک و بے اہل مجہول خیال آرائی کی اصلاح کرنے، سلسلہ عالیہ بیابانیہ رفاہیہ کے بزرگوں کے حالات و واقعات زندگی، ان کے فضل و کمال کو تحقیق و تدقیق سے دوبارہ مرتب و منضبط کرنے کی میری ادنیٰ کوشش اور اس سلسلہ کا پہلا کام ہے۔

پینتیس سال قبل یہ فوری، حیدرآباد کے محلہ طے ملی میں بغرض حصول اعلیٰ تعلیم مقیم تھا۔ عالمی علی کے اس دور کی فرصت، غنیمت تھی۔ روزانہ بعد مغرب حضرت پیر مرشد قبلہ شاہ محمد شفیع سیالپوری کے یہاں میری حاضری رہا کرتی۔ آپ کی قیام گاہ ”منظر عرفان“ موقوفہ محلہ رانکر، اہل سلسلہ کے لیے حصول برکات و فیضان معرفت علمی کام کر رہی تھی حضرت قبلہ نے عرصہ دو سال تک ذکر واذکار کے رفاہی اشغال، بطنی اور تربیت قلبی کے ساتھ روحانی منازل بھی طے کرائے اور اپنی خصوصی توجہ سے آمدن نامہ اور نصوص حکم کے کچھ اسباق پڑھائے اور ان کے مطالعہ کو عادت بنا لینے کی ہدایت فرمائی کبھی رات بچے شب اور کبھی ساری ساری رات درس و تدریس کی نذر ہو جاتی اور یہ سلسلہ چلتا رہتا، تصوف سے متعلق مختلف مسائل کا احاطہ کر کے متبادرہ خیالات بھی ہوتے رہتے۔ سرکار قاضی بیٹھ قدس سرہ کے حالات اور آپ کا تذکرہ لازماً روزانہ ہوا کرتا حصول فیضان کے لیے ”فضل الکرامات“ اور ”فیضیابانی“ کا نسخہ جو ہمیشہ میرے ساتھ رہتا تھا اس کے ہر عنوان پر سیر حاصل گفتگو ہوتی، اس کے لیے پہلے سے میں اپنے اضافہ معلومات کے لیے سوالات کی ایک فہرست مرتب کر کے رکھ لیتا اور ان پر اشارات لکھ لیتا۔ سرکار قاضی بیٹھ قدس سرہ کی مقدس زندگی کے وہ واقعات جو پہلے کبھی کسی سے میں نے سنے نہ تھے فر دیکھ گوش ہوئے جنھیں سن کر دل ہجوم جذبات حقیقت سے بے اختیار اور رنج و یرنگ و جد کناں رہتی۔ ان لایمت موتیوں کو صدق دل میں چھپاے اور فضل الکرامات کے صفحات کے ہر عنوان کے حاشیہ پر سجاے اور کچھ اپنی پاک و صاف بیاض کی لکیریں پر نوک قلم سے پھیلائے رات دیر گئے اپنی قیام گاہ لوہاں آجاتا اور انھیں جلا جلا جگہوں سے بے غفلت تمام بخال کر اوراق تازہ کو عطر بر کر کے سطر

سطر و لیتا۔ اس طرح ڈھائی سال وقت اٹا رہنے کے نتیجے میں سرکار قاضی بیٹھ سیدی آقائی مولائی سفید بادشاہ بیابانی قدس سرہ کی حیات قدسی کے روشن ابواب کا ایک عظیم ذخیرہ محفوظ ہو گیا۔ سرکار قاضی بیٹھ قدس سرہ کی حیات مبارکہ کے یہ تمام ذرائع فی الحقیقت آقائی مولائی سرور قلم شاہ غلام سرور بیابانی قدس سرہ کی ذات قدسی صفات کے مہزون منت میں یہ تمام ذخیرہ حضرت قدس نبیہ اسرار معانی آقائی مولائی سیدی و سندی شاہ غلام اہل بیابانی قدس سرہ نے بغیر نفس اپنے والد محترم حضرت سرور قلم سے سماعت فرما کر اور موقع موقع آپ کے اپنے خلیفہ خاں میر سے پیر مرشد قبلہ حضرت شاہ محمد شفیع بیابانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرمائے تھے عرصہ دلاز تک حضرت قبلہ نے اس دولت گراں بار کو اپنے ربانی کے حوصلے و طلب کے مطابق عطا بھی فرمایا لیکن کسی نے بھی اسے بزبان قلم محفوظ کرنے کی سعی نہ فرمائی۔ میری خوش نصیبی تھی کہ یہ دولت عظیمہ میرے حصے میں آئی، حضرت قبلہ نے میرے اشتیاق آفریں عقیدہ مندانه طلب کو ملاحظہ فرما کر اسے تمام کمال مجھے عطا کر دیا۔ یہ تمام حالات دراصل آقائی مولائی سیدی و سندی شاہ غلام اہل بیابانی قدس سرہ ہی کے مرتب کردہ ہیں آپ کا ارشاد ہے:

”ہمارے خاندانی حالات لوگوں کو معلوم نہیں جو کچھ سننا گیا ہوں

انھیں قلمبند کرتا گیا ہوں، انھیں محفوظ رکھا ہوں“۔

زیر نظر یہ شیرازہ بند صفحات اگرچہ سرتاسر فضل الکرامات اور ضمیمہ ضیاء بیابانی قدس سرہ سے مرتب ہوئے ہیں لیکن فی الحقیقت یہ سیدی شاہ غلام اہل بیابانی قدس سرہ کے ان مرتب کردہ حالات سے جن سے میرے پیر مرشد قبلہ نے خوب استفادہ کیا تھا، عودن ہوئے ہیں۔ فضل الکرامات کی اشاعت ثانی کے ساٹھ سال بعد اس کی توضیح و تشریح کا قرعہ فال اس ناہیز کے نام غلام بیٹھ ان کریم آقائی توجہ اور ان کی چاہست و فیضان کا نتیجہ ہے کہ میرا پختہ قلم ان کا منت کش و ممنون غلام فضل الکرامات کی اشاعت کے فوری بعد داد پیر ثانی سیدی آقائی مولائی شاہ غلام اہل بیابانی قدس سرہ نے اسے

ملاحظہ فرمایا اور ان فراہم کردہ معلومات کو ناکافی و نامکمل قرار دے کر ارشاد فرمایا تھا:
”گھر کا معاملہ ہے اسے گھر والے ہی خوب جانتے ہیں چلائیے کیا جانے“

اگرچہ موجودہ شکل میں فصل الکرامات میں دی گئی اتنی معلومات بھی بڑی وسیع اور اہم ہیں۔ مقتدین و الٰہیوں کے لیے یہ مطبوعہ مستند مواد بھی نعمت غیر مترقبہ سے کسی طرح کم نہ تھا کہ اسے سیدی آغا علی سرور اقطاب سید شاہ غلام سرور بیابانی قدس سرہ کے ملاحظہ کا شرف حاصل تھا جس مریدین و توفیقین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیا اور اس کی خوب پذیرائی کی جس کی وہ یقیناً مستحق تھی پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

”اپنے اپنے مشائخ کے فضائل و درجات کا اس طرح بیان کرنا بھی جائز ہے جس سے اہل نسبت کے دلوں میں اپنے مشائخ کے لیے محبت میں اضافہ ہو اور علق میں مزید چٹکی نصیب ہو۔“

خانوادہ بیابانیہ کے تمام جلیل القدر بزرگوں کا مزاج قدسی ہمیشہ ہی سے نام و نمود، شہرت و شہرہ سے بے نیاز رہا، کسی بزرگ نے کہا ہے:

”کسی دل میں دو خوف یکجا نہیں رہ سکتے یا تو حق رہے گا یا باطل“
جس دل میں حق کا خوف رہے گا وہ توجذبہ اطاعت سے سرشار ہی رہے گا۔“
تو پھر نام و نمود کس کیلئے؟

پھر دل کے سوا سے آثار حق کا ادراک کسی اور سے کہاں ممکن ہے جسے ادراک حق حاصل ہو گیا اس نے سرکہ حیات سر کر لیا۔ اس کتاب مجموعہ کمالات کی توضیح و تشریح کے وقت اکثر یہی خوف فہم قرطاس بھی چھایا رہا، میرے قلب نے عظمت استدلال کے موقوفوں پر ہزار مرتبہ استخارہ کیا تب کہیں دوسطریا قلم کو عطا کیں مجھے ہمیشہ اس خوف نے انگوٹھے لکھا کہ مجھ سانا اہل ”عرفانِ اہل“ کی حقیقی سمجھ وچ کے اظہار سے

کس طرح عہدہ برآ ہو سکے گا۔ یہ سارا مواد اور ذخیرہ الفاظ جسے میرے قلم نے انتہائی احتیاط سے انتخاب کیا ہے اسے میں ستراسر صاحب گنبد وزیر غوث صہبانی سید فضل بادشاہ بیابانی قدس سرہ کا روحانی تصرف اور فیضانِ خصوصی سمجھتا ہوں کہ صفحہ بہ صفحہ میری تحریر کے ایک ایک لفظ کی نگرانی خود آپ ہی کی ذات گرامی نے فرمائی اور فضائل و شمائل کے شایانِ شان الفاظ کے میرے انتخاب کے موقع پر میرے قلم کو لغزشوں سے بچائے رکھا۔

سرکارِ قاضی بیٹھ قدس سرہ، قطبِ وقت، امام الاولیاء اور فرماں روا قلم ہند تھے، اگرچہ آپ کا دائرہ فیضان و کرم، ملکِ بیرون ملکِ ہند دور دور تک پھیلا ہوا تھا لیکن حیاتِ ظاہری کے لمحہ آخر تک بھی آپ نے قاضی بیٹھ شریف سے باہر قدم نہ رکھا، یہیں ممکن گزریں رہے اور یہیں سے ہر کوہ و کاد اور ملکیتِ ہند کے گوشہ گوشہ پر نظر پڑی۔

انگریز جو سارے ہندوستان میں تہذیب، تمدنی، معاشی، اخلاقی و معاشرتی اور مذہبی بگاڑ کے ہر طرح ذمہ دار تھے، ہموطنانِ ہند کی تہذیب اور اسلام کے لیے اک بڑا خطرہ بن چکے تھے۔ سیاسی افلاں اور دینی شعور کی فلاکت زدگی کے اس عام اضطرابِ کمزور میں آپ ہی کی ذاتِ قدسی برصغیرِ ہند کے ہر خشک و تر اور ہر کس و کس پر سایہ کن رہی۔ سیدی تفسلی تاروی نے لکھا ہے،

”ہندوستان میں منلوں کے زوال کے بعد ملک میں سخت انتشاری کیفیت پیدا ہوئی، تمدنی، معاشی ڈھانچے کو شدید صدمہ پہنچا، غریب اور پچھڑے ہوئے طبقے کے لوگ سب سے زیادہ مشکلات کا شکار تھے، آپ ان مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے سینہ سپر ہو گئے تھے۔“

مسطوت و شکوت رفاعیہ دیکھنا ہو یا عظمت و جلالت شانِ قادر دیکھنا ہو تو دربارِ سیلابانی
میں حاضری و حضوری کی ایک ساعت برسوں کی تک دوسرے بے نیاز کرتے گی۔ سیدی آقائی و مولائی
نسیل بادشاہ بیابانی دونوں ہی عظمتوں کا مجمع تھے۔ علم و عمل کے کسی شعبے کو لیجیے اور سلفِ صالحین
کے باوقار کارناموں سے ان کا مقابلہ کیجیے ہر جگہ آپ کا کمال حق تعالیٰ کے مقصدِ خلق کے شایانِ شان
نظر آئے گا۔ ایسے میں اپنی خوش نصیبی کیوں نہ سمجھوں کہ حق تعالیٰ نے سرکارِ قاضی بیچہ قدس سرہ کے
مقاماتِ عالیہ و مراتبِ روحانیہ تمام و کمال مجھ پر کھول دیے اور میرے فہم و ادراک کو اظہارِ کمالیہ
عطا فرما کر اس ذخیرہ معانی کو الفاظ کی یاوری بخشی۔ میں حق تعالیٰ کے اس کرم بے پایاں کا ہزاروں
سال سجدہ ریز رہ کر بھی شکر گزری کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

حق تو یہ ہے کہ سرکارِ قاضی بیچہ قدس سرہ کی ذاتِ قدسی کے سبب آپ کے تمام توفیقوں کو
وہ سندِ خود کرم ملی کہ اگر اس کا یقین و انکشاف آپ کے زمانہ حیات ظاہری میں سب پر ہوتا تو
سارا اقلیمِ ہند آپ کی حلقہٴ مگویشی کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی سعی کرتا ارشادِ
"میرا ناپاک جسمِ جنبت کے قابل نہیں ہے اگر حق تعالیٰ اپنی
سرفرازی سے جنبت میں بھولے گا تو میں پہلے اپنے مریدوں
کو (جنبت میں) بھول کر بعد میں جاؤں گا"۔
اسی سے اس کتاب کا افتتاح ہوتا ہے۔

مقدمہ

مغلیہ خاندان کے نام و دروغِ عظیم فرزند محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کی جمعہ ۳ راج ۱۰۷۰ء کو
رحلت کے ساتھ ہی ہندوستان کی عظیم و متمم بالشان مغلیہ سلطنت کا سورج غروب ہونے لگا۔
ہمایوں سے اورنگ زیب عالمگیر تک سبھی مغل فرماؤں نے برصغیرِ ہند کو ایک غیر متزلزل، مضبوط
اور ناقابلِ تسخیر وسیع و عریض مملکت بنانے میں اپنا خون پسینہ ایک کر کے متحد ہندوستان کی جو
شکل دنیا کے نقشے پر بنائی وہ ان کا ناقابلِ فراموش عظیم کارنامہ تھا۔ وہ جو یہاں فاتحانہ سپاہی بن کر آئے
تھے، یہاں کی پیار بھری فضا، یہاں کے سرسبز و شاداب کھیت، صاف و شفاف ہتی ہوئی ندیاں،
کول کی کوک، پیسے کی ہوک ان کے قلوب گر گئی۔ یہاں سپاہی دلوں کا سردار اور آنکھوں کا نور بن
کر بادِ ہند کی تپلیوں میں رہے۔ یہ جو یہاں کے حکمران بن گئے تو ان کے دربار ہر فرد کے لیے کھلے
تھے، ہر شخص اپنی فریاد لے کر کسی بھی وقت ان تک پہنچ سکتا تھا۔ یہ انصاف پسند فرماں روا جب
ہمیشہ کے لیے ہیں کہ ہو رہے تو ہر ایک کو گلے سے لگالیا اور اپنی اولاد سے زیادہ چاہا۔ یہاں کی
تہذیب و ثقافت کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ یہاں کے تہواروں، روایتی رسم و رواج اور نگارنگ میلوں
میں شریک ہو کر رہایا کا دل موہ لیا۔ ان کے زمانے میں کشمیر سے کنپلی، کمار، بنگال و بہار سے کابل
و قندھار تک پھیلی ہوئی رنگارنگ تہذیب کو مرکزیت حاصل ہو گئی تھی، بلاشبہ ایک عظیم اور مکمل
ہندوستان کا ایسا نقشہ ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے کا سہرا اورنگ زیب کے سر بندھتا ہے۔
جب کلاوی و سرھٹول سے اس متقی و پیرگار بادشاہ نے ملک کا قریہ قریہ جوڑ کر اسے متحد کیا تھا،
اسی بے دلی دے جگری سے اس کے آرام طلب نئے جانشینوں نے اس کا شیرازہ کچھ کر رکھ دیا تھا۔
۱۷۱۹ء میں محمد شاہ نگلیہ کی تخت نشینی کے وقت تک سارا ملک راج اور بدامنی، انتشار و فساد

کی بیعت میں آچکا تھا۔ نعل امر کی آپسی رقابت، نسلی امتیاز سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں سبقت ان کی خود غرضی، شہر گری اور موقع پرستی نے دربار دلی کو دو الگ الگ نسلی گٹھوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ عوام کے دلوں سے حکومت کا اعتماد اور پرہیزی سلطنتوں سے نعل بادشاہوں کا جاہ و جلال عرب و دبیر ختم ہو چکا تھا۔ مفاد پرستی اور نسلی برتری کا نشہ ہر ایک کے سر چڑھ کر نعل بادشاہوں کے دلوں کو ڈاکٹر محمد عمر کا ایک گروہ دوسرے کے خون کا پیا سا تھا، اس غمخوار و فحاش کے مسموم اثرات سے ملک کی سیاسی فضا کو متاثر کر رہے تھے۔ ۱۰

سلطان دلی کے ہی خواہوں میں، وزیر الممالک نواب میر قمر الدین علی خاں نظام الممالک آصفیہ اول، تنہا جاں نثار و وفادار تھے لیکن ان کے ہم رتبہ امر کی فتنہ پردازیاں، ران کے خلاف طوفانیں کراٹھ رہی تھیں۔ یہ مخالف امراء وزیر الممالک کے خلاف سازشوں کا جال بچھلے بادشاہ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے جا رہے تھے اور کچھ بادشاہ کی عیش و تفریح کے کسی موقع کو ضائع نہ ہونے دیتے تھے اور اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھتے کہ وہ ایک ناقابل تسخیر مملکت کا فرماں روا ہے۔ ڈاکٹر محمد عمر کا بیان ہے، "گجرات دہلاوہ میں مرہٹوں کی یورش کی خبر دربارِ مسلمانی تک نہ پہنچی تو محمد شاہ کو دار السلطنت کے لواحق باغوں اور سرگاہوں میں سرگرم تفریح کے لیے شکار گاہوں میں شکار کھیلنے کی غرض سے بھیج دیا جاتا کیوں کہ عیش پسند بادشاہ، بزدل امراء، مرہٹوں سے آمنے سامنے مقابلہ کرنے میں پہلو نہی کیا کرتے تھے اور آپسی جھگڑوں میں اپنے جنگی وسائل ضائع کرتے تھے۔ ۱۱

اُدھر، انگریز، دہلی سے دور سات سمندر پار گھات لگا کے مثل گرگ باراں دیدہ، دلی کو لقمہ کی طرح ہڑپنے کا موقع ڈھونڈ رہے تھے۔ "ادھر مرہٹے، روہیلے، جاٹ اور سکھ، سلطنتِ ہند کی طرف سے دہلی میں ہندوستانی معاشرت ص ۲۷ ایضاً ص ۹۵

کی اینٹ سے اینٹ بجانے تیار کھڑے تھے بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی:

"دلی کی حیثیت بقول شاہ ولی اللہ "عجب میان" کی سی ہو گئی تھی۔ دکن سے جو طوفان اٹھا، لال قلعہ سے ٹکراتا تھا۔

پنجاب سے جو آندھی اٹھتی تھی اس کے زلزلے دلی میں محسوس ہوتے تھے، امر کی شاطرانہ چالوں کی بساط قلعہ میں اٹھتی تھی۔ ۱۲

موجوں نے کھلے ہر دلی کے ناقابل بیان حالات سے دل برداشتہ ہو کر شاہ عبد الرحیم کی زین نظام الممالک آصفیہ کو ایک درد بھرنا خط لکھا اور ان سے خواہش کی کہ وہ ران مفسدین حکومت کو کیفر کرار تک پہنچانے کے لیے تنہا میدان جنگ میں کود پڑیں۔ اگرچہ نظام الممالک نے ران آستین کے سائبانوں کو زیر کر لیا لیکن فوج پر انھیں کھلتا آقا بوجھل نہ ہو سکا کیوں کہ فوج کا بڑا حصہ ایرانی النسل امر کے زیر اثر رہے پس مغلوب ہو کر رہ گیا تھا۔ ران حالات میں ایک کیلہ جس کی عمر

"۹۴ سال سے زیادہ ہو چکی تھی، اب اس کے قوی میں اتنی

طاقت باقی نہیں تھی کہ وہ اپنے غی الفین کو بزرگ نمیشر دبا سکتا

اور اس بے بسی، دل برداشتگی، مایوسی اور پریشانی کے عالم

میں اپنے دشمنوں سے بھیجا چڑھنے کی غرض سے اس نے

نادر شاہ کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ ۱۳

اور بہت غور و خوض اور پوری سوچ بچار کے بعد اسی ذہنی فیصلے کی تعمیل میں کمر بستہ ہو گیا۔ اس کے سامنے بچہ پس سخت فیصلے کے کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا، جب وہ اس صحیح راستے پر گامزن ہو چکے تو سرحد پر اس کا استقبال کرنے آصفیہ خود گئے اور نادر شاہ کو پورے اعزاز و اکرام ترک فاحشام سے اُسے ساتھ لیے دلی آئے۔ امر لے دربار دلی، غیر متوقع نادر شاہ کے اس طرح اچانک دلی آجانے سے

بوکھلا گئے وہ فوری طور پر سمجھ ہی نہ سکے کہ نادر شاہ کس مقصد سے دلی آیا ہے لیکن جب بعد میں انھیں معلوم ہو گیا کہ شاہ عبدالرحیم نے نظام الملک آصفجاہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ نادر شاہ کو مع فوج دلی بولیا اب وہ جب اپنی فوج سمیت دلی پہنچ ہی چکا تھا تو ان امر کے دلوں میں کھڑی پکنے لگی، وہ نظام الملک کو نینچا دکھانے اور انھیں سیاسی بساط پر مات دینے کیلئے دلی کے کوچہ بازار میں خون کی ہولی کھیلنے کا منصوبہ بنایا اور ایک رات موقع پا کر نادر شاہ کے سپاہیوں کے قتل کی افواہ مشہور کر دی۔ اپنے سپاہیوں کے قتل کی خبر جیسے ہی نادر شاہ نے سنی چرخ پا ہو گیا اور ۱۱ مارچ ۱۱۳۹ھ کی صبح تنگی تلوار لیے سنہری مسجد کی سرطریوں پر جا بیٹھا اور قتل عام کا حکم اپنے سپاہیوں کو دے دیا۔ ایرانی سپاہی تین روز تک دلی کو خوب لوٹتے اور اس کے درو دیوار کو چوبہ بازار کو بے گناہ عوام کے خون سے رنگتے رہے جب دلی چھٹی طرح برباد اور اس کے گلی کو بے سنان ہو گئے تو نادر شاہ مالی غنیمت لے کر ایران لوٹ گیا۔ اس دلخراش واقعہ سے مغلیہ سلطنت کا رہا سہا وقار بھی جاتا رہا، کل تک جو سر جھک رہا تھا آج وہ سر اٹھانے لگا تھا، سکھ، روسیہ، جاٹ اور مرہٹے اس موقع کو غنیمت اور حالات کو اپنے موافق پا کر بھوکے گدھ کی طرح دلی پر چھٹ پڑے ڈاکٹر محمد عمر نے لکھا ہے:

”ملک کے باغی، سیاسی طاقتوں کو ابھرنے کا سنہری موقع ملا۔ جاٹ، سکھ وغیرہ کی نظریں دلی پر جمی ہوئی تھیں، مرہٹوں نے بنگال دیہات میں لوٹ مار غارت گری شروع کر دی، پنجاب میں سکھوں نے حالات کو بد سے بدتر کر دیا تھا۔“

یہ تاریخ ہند کا عجیب اور بھی نہ بھلایا جانے والا دلخراش باب ہے۔ دلی کی قسمت ہی ایسی تھی کہ یہ جو ایک دفعہ سستی تو سینکڑوں بار اچڑ جاتی، مسلمان بادشاہوں کے یہاں فاتحانہ دماغ سے قبل جو کچھ اس بد نصیب پر گزری تھی، جس قدر خون آسمان شب دروز اس نے دیکھے تھے وہ

۱۷ اٹھارویں صدی میں ہندوستانی معاشرت صف ۲۹

کسی آدمی کے دکھائے نہیں تھے خود اس کے عاقبت نااندیش فرزندوں کی نااہلی کا نتیجہ تھے نظام الملک نے نادر شاہ کو دلی اس لیے نہیں بلوایا تھا کہ غریب عوام کا خون بہائے ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ ان امر کی بد اعمالیوں کے سبب جو کچھ دہلی پر گزری ہے اور سلطنت مغلیہ پر باغیوں کے حملوں کے سبب غریب عوام کا جینا دو ٹھہر ہو گیا تھا اک قوی حکمران کے زیر سایہ انھیں چین کی سانس ملے لیکن ہانسہ اٹا کر کیا نظام الملک بے بسی سے یہ سب کچھ دیکھتے رہے لیکن وہ مجبور تھے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ جب صورتحال حد درجے بگڑ گئی تو مجبوراً اورنگ آباد کی طرف لوٹ گئے اور حالت اضطراری میں اسے اپنا پایہ تخت بنا کر دکن میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا یہ فیصلہ محمود علی کا بیان ہے:

”نواب نظام الملک نے اول تو سلطنت مغلیہ کی بقاء اس کی اصلاح اور استحکام کے لیے ممکنہ کوشش کی لیکن جب اس میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انھوں نے حریفوں کو شکست دے کر

آصفیہ کی بنیاد ڈالی۔“

نظام الملک آصفجاہ کا اتباع کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے ملک کی دوسری ریاستوں کے صوبہ داروں نے بھی سلطنت مغلیہ سے انحراف کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی عظیم تر سلطنت کو اس طرح پارہ پارہ کرنے کا اس کے دشمنوں کا خواب بالآخر اپنی تعبیر پایا گیا۔ ملک میں نئی نئی ریاستیں وجود میں آنے لگیں اگرچہ ان نئی ریاستوں کے فرائد و اول میں مثل بادشاہوں جیسی شجاعت اور رعایا پروری کے جوہر تو موجود نہ تھے لیکن ان کی یہ ریاستیں مغلیہ تہذیب کی نمائندہ اور ان کی ثقافتی روایات و اقدار کی پوری طرح پاسداری تھیں۔ یہاں بھی جذبہ خیر سگارا و اداری اتحاد و اتفاق کے وہی مناظر نظر آتے تھے جو مغلیہ سلطنت کی خصوصیت سمجھے جاتے تھے۔ البتہ فرق تھا اتنا کہ اب اس تہذیبی جوش و خروش و قار و عظمت کے مناظر کسی دہرہ و تخت شاهی

۱۷ اٹھارویں صدی میں ہندوستانی معاشرت صف ۲۹

کی بجائے صوفیائے کرام کے آقاؤں کی زیب و زینت تھے اور
 "فکری اعتبار سے اس تہذیب کی اساس احترام النسایت اور
 مذہبی رواداری پر تھی، صوفیائے ان تصورات کے پھیلانے میں
 بڑی جدوجہد کی۔ شیخ نظام الدین اولیاء کی خالقاہ میں ایک
 مسلمان ایک ہندو کے ساتھ آتا ہے اور یہ کہہ کر تعارف کرتا ہے
 "یہ براہمن است (یہ میرا بھائی ہے)" لے

دکن میں آصفیہ ہی مملکت تو بعینہ سلطنت مغلیہ کی آئینہ دار تھی بلکہ اگر اسے سلطنت مغلیہ کا
 کوتاہ نقش (Miniaature) کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہاں وہی رکھ رکھاؤ،
 وہی وضع واری، وہی کھان پان، وہی ریت و روایات بلکہ ہر شعبہ زندگی میں قلمی و لکھی کی سچ
 سچ صاف نظر آتی تھی۔ سلطانین آصفیہ تادم آخر اس بابرکت تہذیب کے تنہا علم بردار رہے۔
 ہرگز کاوش جی نے دکھایا ہے۔

"آصفیہ ہی فرماں روا اہل سنت والجماعت مسلمان تھے لیکن ان
 کی رعایا میں غیر مسلم بہت زیادہ تھے اور مسلمان بہت کم تعداد میں
 تھے چونکہ آصفیہ ہی فرماں روا دکن میں غلوں کے جانشین تھے انھوں
 نے غلوں کی رواداری کو اپنا فریضہ سمجھا اور حکومت اسی راہ پر
 کی کہ انقلابات زمانہ کے سیلاب آنے تک اس بات کا پتہ نہ
 چل سکا کہ کون کس مذہب اور کس قوم اور فرقے کا ہے یہ
 حیصہ ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سارے ہندوستان میں مملکت آصفیہ کا

لے پروفیسر علی احمد نظامی، اوراقِ مصور ص ۶۸۔ لے شہر حیدر آباد ص ۱۱۸

اس کے قیام کے روزِ اول سے غدر ۱۸۵۷ تک نہ کوئی ان کا ہمسروہ پایہ تھا اور نہ ہی قوت و
 کس بل میں ان کا حریف و مقابل، وہ آپ اپنی مثال تھے۔ ان کا دربار ہمیشہ عالموں، ماہرین بالکل
 شخصیتوں سے بھرا رہتا تھا آصفیہ اول کے زمانے ہی سے ایران، توران، عرب عجم کے مشاہیر
 و ممتاز علماء، صوفیاء اور فقہائے کرام کی اک بڑی تعداد یہاں آکر قیام پذیر رہی، سید اعلیٰ طالع نے لکھا ہے:
 "حضرت غفران مکاں کی قدر دانی کا شہر سن کر عرب، ماورالنہر
 خراسان و عراق، ہندوستان و سندھ کے سادات، علماء و شائخین
 کے گروہ دکن میں جمع ہو گئے اور حسبِ حوصلہ و لیاقت دربارِ آصفیہ سے
 سرفراز ہوئے" لے

۱۷۷۷ء میں آصفیہ اول کے انتقال کے بعد ان کے جانشین اسی خصوصی شان سے
 رونق افروز تختِ شاہی رہے اور اسی عزت و کبریم سے سادات و مشائخین کرام کی خدمت کی اور
 ان کے دینی و اصلاحی کاموں کی دل کھول کر سرپرستی کی۔ آصفیہ اول کے یہ جانشین فی الحقیقت
 صوفی منش، علم دوست اور رعایا پرور فرماں روا تھے۔ آصفیہ اول کے انتقال اور سیاسی مصلحت
 کے تحت اونٹنگ آباد سے اپنا پایہ تخت ان بادشاہ جانشینوں نے حیدر آباد منتقل کیا اور اپنے مورث
 اہل کی شرافت و سخاوت کو قائم رکھا۔ ان کے جود و سخاوت علمی قدر دانی کا شہر سن کر دور دور ممالک سے
 ہزاروں بندگانِ خدا کھینچ کر یہیں چلے آئے جس سے جو ہو سکتا تھا اس نے وہ کر دکھایا۔ ہر ایک کو
 اس کے حوصلہ و لیاقت کے مطابق سرپرستی حاصل ہونے لگی۔ علماء، فضلاء نے درس و تدریس کا
 سلسلہ جاری کیا اور مشائخین نے دین کے فہم کو عام کیا، لوگوں کو گھر گھر تعلیم و تلقین کے چرچے عام ہوئے
 ان مسلمانین سے جعفر پور سکا انھوں نے کیا اور جوان سے نہ ہو سکا اسے ان خرقہ پوش اصحابِ کرام نے
 کر دکھا یا ڈاکٹر لیسٹ جین خان نے لکھا ہے:

لے نظام الملک آصفیہ اول ص ۲۷

» آصفی ہی حکمران علماء کی سرپرستی فرماتے تھے۔ بالعموم مسجد اور خانقاہوں میں چھوٹی چھوٹی درس گاہیں لاکھوں طوّل و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں جن کے لیے بڑے بڑے وقف تھے تاکہ ان کے اخراجات کی پابجی ہو سکے بعض علماء ذاتی طور پر علم کی نشر و اشاعت کے لیے مدرسہ قائم کر رکھے تھے۔ چنانچہ اورنگ آباد میں مولوی میر قمر الدین کا مدرسہ اور شیخ الاسلام کا مدرسہ مشہور تھے، جہاں علم کے جو یا اپنی پیاس بجھاتے اسی طرح حیدرآباد میں مولوی قطب عالم کا مدرسہ مولوی نور علی کا مدرسہ شہرت رکھتے تھے۔ ۱۔

بیجا پور سے سیدی سید شاہ میران بخاری قدس سرہ اپنے چند مریدوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے اور حیات بخشی بیگم کی تعمیر کردہ مسجد قطب شاہی یوسف چوک شاہ مخ میں قیام فرمایا۔ اسی مسجد کے صحن سے قرب و جوار میں رہنے والے ہر عمر کے افراد کی تربیت دینی کے کام کا آغاز فرمایا۔ اسی طرح ساری عمر اشاعت دین و علوم اسلامی کی تعلیم میں بسر فرمائی، بجز اس خیر عمل کے مدت العمر کوئی دوسرا شغل نہ رکھا۔ ہزاروں ہزار طلبہ آپ کا دامن فیض تھا جسے مسجد ہی اقامت گزین رہتے۔ آپ کا یہ علمی فیضان ہر طرح سے اسی صحن مسجد میں تادم آخر جاری رہا۔ آپ کے زہد و اتقا، استقامت، فکر و نظر، فضل و کمال و فہم دین کا شہرہ دور دور تک پہنچا تو آصفیہ نے نہایت عزت و تکریم سے بلا کر منصب اہل تشکیک کیا۔ یوں تعلقات سلطنت کے سبب مزید عزت و شرف اور شہرت عظیمہ جو حاصل ہوئی تو دور دراز کے طلباء اور مختلف ملکوں کے علماء بھی آپ سے مسائل فقہ میں سند و فتویٰ لینے لگے۔ ادھر قضاۃ کے کاموں کی نگرانی اور ادھر درس و تدریس کی مشغولیت بدیم الغرمتی کا سبب بن گئی۔ اکثر جب آپ مسجد سے نکلے یا گھر سے دفتر قضاۃ تشریف لے جاتے تو طلباء بالکی سے لگے چلتے اور آپ کا فیضان علمی جاری رہتا۔

حضرت قطب اللغات سیدی سید شاہ غلام علی قادری المومنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

» آپ بالکی پر سوار ہو جاتے تو طلباء اور مریدین اس بالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر چلتے۔ عالم وقت اور فاضل متبحر تھے جب حیدرآباد آئے تو اتنا بلدہ کی خدمت آپ کے تفویض کی گئی کہ

عالم پیری کے آنے تک بھی آپ کے حافظ مستقیم کا جواب تھا۔ کوئی کتاب ہو، ایک تہ جواسے دیکھ لیتے تو صفحات و سطروں تک کا حوالہ دیکر اس کی اہمیت ظاہر فرماتے۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کی حیات قدسی کا یہ نادار الوقوع واقع بیان کیا ہے کہ آپ جب بیجا پور سے حیدرآباد تشریف لائے تو شعبان المعظم کی چند راتیں رہ گئی تھیں، رمضان المبارک کی آمد کا غلغلہ ہر طرف سے بلند ہونے لگا تھا۔ آپ نے جو آمد رمضان کا شرف سنا آپ کی عالمانہ طبیعت بیچین ہو گئی۔ آپ حافظ قرآن نہ تھے اس بابرکت مہینے کی سعید ساعتوں میں سماعت قرآن کی سعادت سے نماز گزاروں کو مستفید کرنے کا خیال لایا۔ چنانچہ بار بار ہر طرف حافظ قرآن کی تلاش میں واقف کار آدمی دوڑائے، کامیابی نہ ہوئی تو مضطرب لائے نماز عشاء ادا فرما کر دعا سے شرح صدر فرمائی، صبح جلد بیدار ہوئے تیجہ پڑھا، فجر کی نماز کا سلام پیش فرما کر قرآن مجید کو آنکھوں سے لگا دیا۔ پورے قبل پورے ایک پارہ حفظ فرما کر اٹھے۔ رمضان المبارک کے چاند پر نظر پڑے ہی حق تعالیٰ کا شکر ادا فرما کر پورے اطمینان و حضور قلب سے مصلے پڑھ کر ہوئے اور ترائیج میں پارہ اول کی تلاوت کر کے سماعت قرآن کی تڑپ رکھنے والی سعید راتوں کو اس نعمت و سعادت سے مشرف کر کے اپنا گزیدہ بنائے رکھا۔ سیدی آقائی سید شاہ غلام علی قادری المومنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

» اس ماہ میں آپ ہر روز ایک پارہ حفظ فرماتے اور اسی شب مسجد مذکورہ میں ترائیج میں وہ پارہ سنا دیتے، الغرض آپ ایک مہینے

میں سارا کلام اللہ حفظ فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ تراویح بھی ختم فرمائی۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے لائق و قابل فرما جبرائیل حضرت سیدی قطب عالم بخاریؒ آپ کی جگہ آپ کے جانشین ہوئے۔ اگرچہ آپ اپنے والد محترم کے زمانہ حیات ہی میں عالمگیر باغیچہ کے فرمان سے بحیثیت مفتی شہر حیدرآباد افاضہ کا کام انجام دے چکے تھے، اپنے والد محترم سے تمام علوم عقلیہ و فطریہ کمال تحقیق اخذ فرما کر اک عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اب جو مسند درس و قضاہ پر جلوہ افروز ہو تو آپ نے غم و احتیاط سے بموجب احکام کتاب و سنت حقوق العباد کے انصاف طلب فیصلے بحسن و خوبی انجام دیئے۔ حضرت سیدی آغا سید شاہ غلام علی قادری المومنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”حضرت قطب عالم بخاری، سیدی میراں بخاری کے صاحبزادے تھے۔ آپ شہر حیدرآباد میں یوسف چوک میں سکونت پذیر تھے۔ علمائے وقت میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ علم بلاغت و فصاحت میں آپ بے نظیر تھے۔ آغا، حیدرآباد کی خدمت پر فائز تھے۔ نواب آصفیہ آپ کی توقیر کرتے تھے کیوں کہ آپ عالم گیر بادشاہ کے عہد سلطنت میں بھی شہر حیدرآباد کے مفتی رہ چکے تھے۔ صحابہ کرام یہ کہ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد ان کی مسند مشیخت پر متمکن ہوئے۔“

میرزا علی صاحب لکھتے ہیں:

”سید قطب عالم بخاری عالم متجرب اور سادات بخارا سے تھے، آپ کے والد سیدی میراں بخاری ساکن بیجاپور اور مشائخ عظیم تھے۔ آپ مفتی بڑہ حیدرآباد تھے۔“

جس زمانے میں آصفیہ نے وفات و عظمت کی اس مسند پر آپ کو بٹھایا تھا اسی زمانے میں اور اپنی

حضرت سیدی دولائی سید شاہ امین بیابانی قدس سرہ اور تنگ آباد میں اپنے والد محترم کی جگہ مسند نشین ہو کر نور ہدایت چھپلا رہے تھے۔ علم فضل کا شرف جواب کو حاصل تھا کسی اور کے حصے میں نہ آیا تھا۔ دکن میں سیدی آغا سید شاہ اشرف بیابانی قدس سرہ کی تشریف آوری کے بعد سلسلہ عالمیہ رفاہیہ کی عظمت لوگوں کے دلوں میں گھر گئی تھی اس کی خصوصی شان کا اظہار ہر طرف ہونے لگا تھا۔

سیدی سید شاہ امین بیابانی قدس سرہ نے علاوہ ذکر و اذکار، مشاغل قدسیہ حانیہ کے تصنیف و تالیف سے بھی علاوہ رکھا تھا، علم التفسیر، حدیث و فقہ میں عالمانہ شان سے فائز اہرام تھے۔ علماء و طلبہ کی اک بڑی تعداد آپ سے استفادہ کرنے ہمیشہ موجود رہتی۔ اکثر آپ غلہ کے بعد درس دیا کرتے اور شہر کے وقت تک پہلو بند نہ لیتے اسی طرح بلا فصل سلسلہ تعلیم جاری رہتا۔ والد محترم سلطان الاولین سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ خرقہ خلافت پہناتھا، تصوف میں حضرت شیخ احمد شطاری قدس سرہ سندھی اور بیعت فرما کر علوم معرفت کی سیادت کا سہرا سر سے لگایا۔ مولوی عبد الجبار خاں بکالپوری نے لکھا ہے:

”اپنے والد محترم سے فیض کمال حاصل کرنے کے علاوہ حضرت شیخ احمد شطاری قدس سرہ سے بھی اکتساب فیض فرمایا، مرید بھی ہوئے اور خلافت بھی پائی۔“

میرزا علی صاحب کا بیان ہے:

”آپ زیادہ تر اورنگ آباد میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ یہاں علماء فضلاء کی محبت میں علم حقائق پر انشراح گفت گو رہتی۔ آپ کا طرز بیان (عمہ) اور تفہیم نہایت مؤثر ہوا کرتی تھی۔ خاص خاص حضرت بعد مغرب اگر نصوص، مشنوی شریف اور دیوان حافظ وغیرہ کا ذکر کرتے۔“

حضرت سید شاہ امین بیابانی قدس سرہ نے اورنگ آباد میں درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا پیارا شغل بھی جاری رکھا تھا۔ مریدین و متوسلین کی تربیت علمی کے لیے چند مفید مطلب کتابیں بھی تصنیف فرمائی تھیں۔ صاحب تذکرہ اولیاء سے لکھنے والے چند کتابوں کے نام تحریر فرماتے ہیں انہیں شرح مرآۃ العارفین، معدن الجواہر، تحفۃ الصالحین، شرح فقہ اکبر، شرح نامہ اور سال وجودیہ قابل ذکر ہیں۔ آپ کی یہ تصانیف، آپ کی عالمانہ بصیرت کی آئینہ دار ہیں۔ ان قابل قدر تصانیف کے موضوعات ذات حق تعالیٰ و معرفت الہی ہیں کہیں ان میں صفاتی باری عز اسمہ پر سیر حال مواد فراہم کیا ہے تو کہیں توحید و رسالت کی باریکیوں کا لطف دکھایا ہے۔ اورنگ آباد نانپڑا اور انبڑ کے مضافات میں آپ کے مریدوں کی بڑی تعداد موجود تھی، علاوہ ان مریدان باصفاء کے شائق علم و عرفان، طالبان حق و ہدایت اور متقیین کی اک جماعت آپ کے چتر و علم فضل سے اپنی پیاں بگھلنے تیار رہتی۔ وصال سے عرصہ دراز قبل اپنے بیٹوں فرزندگان و محضر سیدی سید شاہ فضل بیابانی (راجہ جندی) حضرت سیدی سید شاہ مفصل بیابانی (انبڑ) حضرت سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہم کو خلافت عطا فرما کر علوم ظاہری و باطنی سے پوری طرح آگاہ فرمایا اور اپنے دست قدسی سے خرقہ سیادت پہنایا۔ اپنے بڑے صاحبزادے حضرت سیدی فاضل بیابانی کو اپنا جانشین بنا کر اپنی حیات ہی میں اپنی جگہ مستفادہ پر بٹھایا۔ میر منوعلی صاحب حضرت سیدی سید شاہ فضل بیابانی قدس سرہ کا یہ ارشاد اپنی تصنیف میں یوں نقل کیا ہے:

ہم تنہوں بھائیوں نے اپنے والد بزرگوار کے ہاتھوں خرقہ و خلافت پہنایا۔
حضرت سیدی سید شاہ فضل بیابانی قدس سرہ، تصنیف و تالیف کے علاوہ شاعری کا مذاق تسلیم بھی رکھتے تھے اکثر قصود کے قصائد دینے والے مضامین کو دلچسپ بنانے کیلئے خود اپنے ہی کلام سے مناسب مضمون شمر کر موضوع کی لغایت بڑھاتے۔ آپ کی علمی عظمت نواب راجہ جندی کے

۱۰ خیابان بیابانی ص ۸

دل میں گھر کر گئی تھی۔ سید شاہ سید رگید کی بڑھئی کی دوری گوارہ نہ تھی، جب اشتیاق آفریں طلب حد سے تجاوز کر گئی تو حاضر خدمت ہو کر نیاز مندانہ احاطہ سے آپ کو راجہ جندی چلنے اور وہیں اقامت گزیر ہو جانے پر رضامند کر لیا۔ میر تقی الدین علی شاہ نے لکھا ہے:

چونکہ نواب راجہ جندی، حضرت سید شاہ فضل بیابانی قدس سرہ کے عقیدہ مند اور گریہ تھے، بڑی منت سماجت سے آپ کے اپنے ہمراہ راجہ جندی لے گئے۔

جس دن سیدی سید شاہ فضل بیابانی قدس سرہ نے راجہ جندی کے لیے رخصت سفر باندھا، سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ نے علم و عرفان کا شوق دلیں پیدا ہوتے دیکھ کر اور انھی کلم سے حصول علم میں مزید رہنمائی سے محروم رہنے کا خیال آتے ہی، سفر حیدر آباد کی اجازت چاہی آپ نے اپنے سفر حیدر آباد کا ذکر یوں فرمایا:

والد ماجد کے انتقال کے سبب انجی منظم و مکرم نے راجہ جندی کا ارادہ کیا اور میں بھی برادر محترم کے ساتھ حیدر آباد گیا اور برادر منظم کو رخصت کرنے کے بعد حیدر آباد میں مقیم اور تسلیم میں

سرگرم مشغول رہا۔

حیدر آباد پہنچ کر اپنے مدرسہ قطب عالم کو پسند فرما کر اپنی علمی سرگرمیوں کا آغاز کیا اگرچہ مولوی نور الحسنی کا مدرسہ بھی اس خطہ کی یادگار تھا۔ لیکن حصول معرفت کیلئے قطب عالم بخاری قدس سرہ سے بہتر کوئی اور نہ تھا۔ میر منوعلی شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اس زمانے میں حضرت قطب عالم بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت و قابلیت اور درس و تدریس کی شہرت تھی۔ آپ نے بھی قطب عالم صا۔

۱۰ شجرہ خاندان بیابانی ص ۱۱ ۱۲

بخاری کے قریب جوار میں رہ کر اپنی تعلیم جاری کر دی۔ اے
حضرت سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ نے اپنے برادر خود سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ
کو حیدر آباد میں چھوڑتے وقت بیش آمدہ سعادت کا فرودہ سنا کہ حضرت قطب عالم بخاری قدس سرہ کی
مسجد میں قیام فوطے کی نائید کی تھی لہذا حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابو لیان جہانی شاد بیابانی رفاعی القادری
"آپ جب انہ سے تشریف لائے تو بلکہ میں حضرت قطب عالم
بخاری قدس سرہ کی مسجد میں قیام کریں ہوئے"۔

سیدی قطب عالم بخاری قدس سرہ کمالات صوری معنوی، خمیر روشن کے ساتھ دل کے غنی بھی تھے
قافی بلکہ ہونے کے سبب ہر کوئی آپ کا احترام کرتا تھا۔ یکمات عصر، غلیظ و ضعیف بزرگ تھے بلکہ
واطراف بلکہ مشائخ زادوں کے علاوہ علمائے عصر کی اک بڑی تعداد آپ سے مستفیض ہوتی رہتی اضلاع
و مضافات سے آئے طالب علموں کی کفالت فرماتے اور ان کی ضرورتوں کے خود متکفل ہوتے۔
سیدی سید شاہ غلام علی قادری المومنی قدس سرہ کا بیان ہے:

"آپ کے بن سوشا اگر دیکھتے۔ آپ اخلاق و مروت و تواضع میں بے نظیر تھے
اکثر مشائخ زادوں کو بھی درس علم کمال محبت دیا کرتے۔ اک عالم آپ
کی ذات قدس سے فیضیاب ہوا"۔

آصفیہ آس کے تجربہ علمی کے نہ صرف قابل بلکہ مح خواں تھے، اکابر وقت آپ کا دین فیضان تھامے
چلتے۔ علوم القرآن، وحدیث میں اپنا نام نہ رکھتے تھے۔ ہر غوطہ زین قلم علم اور انوار تھامے عمر بھر
اپنی بساط و مہمت کے مطابق اس دریائے نائید انکار کی شادری کی اور اپنی قسمت کے موتی نکالتے
سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"بہت سارے علمائے آپ سے تحصیل علم کی ابتدا کی۔ آپ علم خالق

اور تصوف کے عالم تھے۔ اکثر مشائخ زکاتان بلکہ حیدر آباد نے آپ
سے نصوص، لمعات اور مکتوبات بھی منیری تدبیر کی سند حاصل کی۔
سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ کمال دل سوزی و خوق و شوق، فقر و سیرت، نصوص و لمعات میں
تحصیل علم کی اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت علمی سے حضرت قدس سرہ کا دل
مومہ لہا ورجہ انصاف کی تکمیل کے بعد حضرت قطب عالم بخاری قدس سرہ کی دور رس نگاہ آپ کی علمی عظمت
اور آپ کے علمی حسب نسب پر جو پڑی، اپنی یگانہ روزگار اور معاد تمدن پوری سیدہ امت الخیر فاطمہ بنت جافظ
میں بخاری قدس سرہ کو آپ سے منسوب کرنے کا خیال دامن گیر ہوا۔ سیدی درویش محمد الدین قادری فرماتے ہیں:

"آپ کا رشد و صلاح و القاء ہمیشہ قطب عالم موصوف کے پیش نظر رہا تھا
موصوف، صدر مفتی بلکہ اور مولوی مسجد تھے، بلحاظ شرافت خاندانی
ولایت علی موصوف کا ارادہ حضرت سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ
سے اپنی منبری مسماۃ شہزادی بی صاحبہ کو منسوب کرنے کا ہوا"۔

میر لکھن علی شاہ صاحب کا بیان ہے:
"آپ کے عادات، اخلاقی حالات، خاندانی کیفیات سے حضرت
قطب عالم بخاری خوب واقف ہو چکے تھے اس لیے آپ نے اپنی منبری
شہزادی بی صاحبہ کے عقد کا پیام دیا"۔

خود آپ نے اپنا یہ واقعہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے:
"اسی زمانے میں حضرت قطب عالم بخاری مفتی بلکہ حیدر آباد
کی پوتی شہزادی بی بی کی نسبت عجب سے ہوئی، انہی محرم سے اجازت
کے بعد برسم مخالفت ادا ہوئی"۔

حضرت سیدہ ام المومنین فاطمہ عرف شہزادی بی صاحبہ، حضرت قطب عالم بخاری قدس سرہ کی اکلوتی و واحد وارثہ تھیں اس لیے حضرت قدس سرہ نے اس خصوصی شرف، قرابت و غریزہ داری کے بعد نہایت تکریم و شفقت و محبت سے پوتر داماد کو گھر لاکر کلمات خیر مقدم اور فرمائے سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”حضرت قطب عالم بخاری نے داماد کو اپنے گھر میں رکھ لیا اس لیے کہ سولے رات صاحبزادی صاحبہ کے جن کی آپ سے شادی کر دی تھی آپ کا کوئی وارث نہ تھا“ ۱۔

سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ، بیچہ منوگوانہ زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ آپ کی شرافت قدسی نے سسرال میں اس طرح کی گزراں کو گوارہ نہ فرمایا۔ ایک دن موقع پا کر خاندان قطب عالم کی شہزادی کے ذریعہ اپنے دی اضطراب کو خیر محترم کی جناب میں پیش فرمایا، بطف الہی سے اظہار مدعا کے دوسرے ہی دن، آصفیہ نے حضرت قطب عالم قدس سرہ سے صوبہ درگل کی قضاہ کے عہدہ پر کسی صاحب شرف و بی شخصیت کے انتخاب کی خواہش کی۔ حضرت قطب عالم بخاری قدس سرہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر اپنے راجہ پوتر داماد حضرت سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ کا نام گزرا پیش فرمایا۔ آصفیہ حضرت فاضل بیابانی قدس سرہ کی علمی عظمت سے خوب واقف تھے فوری منصبیہ درگل پر مامور فرمایا۔ قطب عالم بخاری قدس سرہ جو اس باب حکومت کے قاضی القضاہ تھے، فرمان شہی مہر و منظوری کے بعد چار مواضعات کی جاگیر داری مع سند جاگیر، شرط خدمت قضات تحریر فرما کر اجراء فرمائے مولوی بشیر الدین علی شاہ کا بیان ہے:

”کچھ عرصہ بعد حضرت قطب عالم بخاری صاحب نے اپنے پوتر داماد پر قضات درگل مع تہ مواضعات جاگیر منتقل کر دی آپ مع اہل عیال

جاگیر منتقل ہو گئے“ ۱۔

سیدی درویش محی الدین قادری کا بیان ہے:

”خدمت قضاہ درگل مع تین مواضعات جاگیر مشروط الخدمت

ران داماد کے نام منتقل کر دی“ ۲۔

آپ نے اپنا یہ واقعہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

”چند دن بعد مفتی بدو، قضاہ درگل مع چار قصبہ جاگیر مشروط الخدمت

اجرا کر کے مجھے درگل روانہ کیا“ ۳۔

سیدی سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ، اغراض و منصب قضاہ کی نعمت حاصل فرما کر جاگیر کے اسناد مہرزہ ۱۲۸۰ھ اپنے خیر محترم حضرت قطب عالم بخاری قدس سرہ سے حاصل فرما کر دوسرے دن بہ ارادہ سفر درگل، راہی راجہ داری ہوئے اور انہی کرم کی خدمت میں حاضر ہو کر انھیں پیش فرمایا اور ارشاد ہوا:

”چندے، برادر محترم کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد بیسی سفر پر

روانہ ہوا قصبات، دیہات و تعلقات میں تبلیغ کرنے ہوئے

ایک مدت کے بعد قاضی مجھ پہنچا“ ۴۔

آپ حیدر آباد کو خیر باد کہہ کر براہ راجہ داری درگل تشریف لائے اور یادگیری میں قیام فرمایا اور میں اسی موقع سے دو کلومیٹر بجانب شمال ایک خنس پوش مکان بنا کر قضاہ و اصلاح قلوب کے کاموں کا آغاز فرمایا۔ آپ کے یہاں خلوت گزریں ہو جانے کے اثر سے اکثر معتقدین و متعلمین ان خاص قیام میں آپ کا قرب حاصل کرنے چلی آئی اور آپ کی اجازت سے قیام پذیر ہو گئی۔ یہاں آپ کے متوسلین کے آکر رہ جانے کے باعث لوگ اس سارے علاقے کو قاضی بیٹھ کہنے لگے۔ حضرت فاضل بیابانی قدس سرہ ساری عمر درویش

ذکر اذکار میں بسر فرمائی، سرکار غوث پاک سے نسبتِ قویہ کے باعث صلواتِ الہیہ پر مداومت بھی تھی کثرتِ شب بیداری، یادِ الہی و محبتِ باری میں گریہ و زاری کے سبب بینائی جاتی رہی معمولاً پہلے قضاۃ کے کام اپنے ذی علم و لائقِ فرزند سیدی سید شاہ غلام حسین بیابانی تھیں مگر ان کے توفیق و فکر اکثر گوشہ نشینی یا اختیار فرمائی تھی، انھیں اپنی جگہ مسند نشین فرما کر متوسلین، معتقدین و عوام کی خدمت اور ان کا ہر حال میں خیال رکھنے کی تاکید فرما کر مشغول بذکر و شکر ہو گئے۔ حیاتِ تدبیری کی آخری سانس قوی پوری طرح مٹ چکی تھی لیکن ہوش بر جا تھے، اپنے دونوں صاحبزادوں کو دولتِ مسموی سے سرفراز فرما کر ذرا دیر کھینچا اور قافلِ حق ہو گئے، میر منور علی صاحب کھتے ہیں:

طویل مدت گزارنے کے بعد بعر ۹ سال ۱۱۱۱ھ میں آپ کا

وصال ہو گیا:۔

قاضی علیچند کی سر زمین پر آپ کے جد سے جو الوارات پھیل چکے تھے ان سے ہر فرد نے برکتِ حال کی آپ کے وصال کے بعد اس خطہ میں پر سب سے پہلا فرار آپ ہی کا بنا۔ آپ کی اس آخری آرام گاہ سے چند خصوصی مشہور الوارات و کیفیات کا ظہور ہوتا ہے، اپنے عقب میں آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی یاد کا چھوڑے۔ حضرت سیدی سید شاہ غلام بیابانی تھیں مگر ان کے فرزند اول حضرت سید شاہ غلام حسین بیابانی تھیں مگر چونکہ علم و فضل میں یکساں تھے اور ہمیشہ اپنے احوال چھپائے رکھتے تھے اس لیے حضرت غلام بیابانی تھیں مگر ان کے اپنے ان صاحبزادے صاحب ہی کو قضاۃ و افتاء کی ذمہ داری سپرد فرمائی جبکہ آپ کے دوسرے صاحبزادے سیدی سید شاہ عبدالقادر بیابانی تھیں جن کا جذبِ باطنی کے سبب والدِ محترم کے حینِ حیات ہی سے ریاضت و عبادت کی طرف مائل رہے اور بتھائے باطنی حقایق سے دوری اختیار فرمائی تھی۔ اکثر گوشہ نشین رہے اور تجلیاتِ الہی سے مغلوب الحال ہو جاتے۔ آپ حتی گو تھے اس باب میں کسی سے دعا رعایت نہ رکھتے تھے جو بات بھی ہوتی بر ملا کہہ دیتے انھیں اطوارِ قدسیہ کے سبب حاسدین ہمیشہ در پیہ

آزار رہا کرتے تھے۔ ایک دن موقعِ پاکر یہ دنیا پسند موقع پرست حاسد آپ کے مع فرزند شہید کردیا۔ حد و فساد کی اس آگ سے آپ کی ایک صاحبزادی صاحبہ جو خادمہ کے سینے سے لگی رہی تھیں بچ گئیں۔ اس وفادار خادمہ نے واقعہ کا علم ہوتے ہی اس درتیم کو اپنی گدڑی میں چھپا لیا۔ بعد ازاں ان کے دستِ جفا جوڑے اتنی دور لگ گئی کہ عرصہ دراز تک بھی انھیں اس کا سراغ نہ مل سکا۔ سیدی سید شاہ غلام حسین بیابانی تھیں مگر ان کے سرفرو، جس دن مسندِ افتاء پر رونق افروز ہوئے تھے انھیں ایام میں حضرت آقا فی موالائی سیدی سید شاہ موصی قادری تھیں مگر ان کے ہمیشہ آپ کے جلال و قدس آئیں جن کے بطنِ قدسی سے سیدی سید شاہ غلام حسین بیابانی تھیں مگر ان کے صاحبزادے آقا فی موالائی سید شاہ غلام محی الدین بیابانی تھیں مگر ان کے سرفرو رونق افروز عالم امکان ہوئے۔

حضرت سیدی سید شاہ غلام حسین بیابانی تھیں مگر ان کے سرفرو، جلیل القدر و صاحبِ حال بزرگ تھے کبھی جذبِ اشتغاق بھی رہتا اور کبھی عارفانہ و عالمانہ رنگ میں ڈوبے رہتے۔ جذب و تخیل کی حالت میں کسی کو جراتِ خطاب نہ ہوتی متوسلین و مریدین کے اصرار پر پیش آئندہ حالات کی خبر دیتے، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا، میرا نمبر (سید غلام بیابانی تھیں) عظمت و وقار کی مسند پر متمکن ہو گا وہ ہمارے خاندان کے لیے سرمایہ افتخار ہو گا، سب کو حکم ہے کہ اپنے اسرار و مقامات کا اظہار نہ کریں۔ اپنے وصال سے ایک دن قبل موضعِ رائے پر پیچھے اور وہاں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

”ہم یہاں مرنے آئے ہیں کفن بھی ساتھ لائے ہیں، تم لوگ ہمارے لیے جگہ کا انتظام کریں اور ہماری موت کی اطلاع قاضی علیچند کریں“۔

آپ کا فرارِ رُزِوار عید گاہ رائے پر تھی، کے چوتھے پر حجبِ خلائق ہے۔ آپ کے وصال کے بعد سیدی آقا فی موالائی سید شاہ غلام محی الدین بیابانی تھیں مگر ان کے سرفرو قضاۃ و افتاء پر فائز ہوئے اور ان کا

عالم کو اپنے فیض روحانی سے مستفیض فرمایا۔ آپ میں اپنے اسلاف کی بہت سی خوبیاں جمع تھیں۔
متوکلانہ گز بسیر بھی تھی، فتوحات سے جو کچھ زبرد ہاتھ آتا فوری فقرا و مساکین میں تقسیم فرماتے
آپ کا صبر و تحمل، حلم و بردباری، جو دہن و خیال تھا۔ علم و عمل دونوں میں یکساں و فرد فرید تھے، سنت
صحابہ سے بھی اخرا ف نہ فرمایا۔ ابتدائی تعلیم والد محترم سے پائی تھی اور اعلیٰ تعلیم کی تکمیل علمائے عصر سے
کی تھی، تعلیم ہند کے علماء و فقہاء سے حاصل کی تھی۔ آپ سے استفادہ علمی کے لیے اکثر مشائخ زادے
آپ کے مہمان ہوتے، آپ کا طور طریق شائستہ تھا۔ رفاغیہ مساک کے عظیم المرتبت رہنما تھے، دکن
میں ضربات رفاغیہ کو جو فرغ حاصل ہوا وہ آپ ہی کی ذات قدسی کا ہیں۔ منہ سے کچھ نصیحت فرمادیں تو کمال
عالم درویش محمد الدین قادری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”آپ ایک عالم متبحر اور ساکناۃ مشرب کہتے تھے اور صاحبِ کمال تھے۔“

والد محترم کے زمانہ حیات ظاہری میں اپنی غور زادی و لیلۂ عصر و عقیقہ دھواں کھڑی صاحبزادی حضرت
سیدہ بی بی تمام ماں قدس سرہا بنت حضرت سیدی سید شاہ عبدالقادر بیابانی شہید قدس سرہ
سے عقدِ نخل فرمایا۔ یہ وہی صاحبزادی صاحبہ اور آپ کی حجاز زادی ہیں جو چین میں خادمہ کی
دامغانی اور ہیشاری کے سبب دشمنوں کی دست رس ہو کر پوش ہو گئی تھیں۔ فدوی اس
واقعہ کو حضرت قدس سرہا کی کرامت جانتا ہے کہ خادمہ کی گود میں موجود رہ کر دشمنوں کو نظر نہ آئی
تھیں اگرچہ دشمنوں نے تلاش و جستجو کو اپنی زندگی کا حاصل بنا لیا تھا اور اس کا کوئی شائبہ نہ کیا تھا
سیدی سید شاہ غلام محمد الدین بیابانی قدس سرہ کا زمانہ حیات ظاہری کچھ زیادہ طویل
نہ تھا۔ دار فانی کی طویل راتیں ذکر و یاد الہی میں بسر فرماتے، منشا و ایزدی کی تکمیل فرما کر بزم حضرت
باری میں جلوہ گری کی اپنے عقب میں چار فرزند اور دو صاحبزادیاں چھوڑیں۔ سید درویش محمد الدین قادری
کا بیان ہے:

”آپ کے چار فرزند تھے، دو صاحبزادیاں تھیں۔ صغیر سنی میں دو صاحبزاد
ادرجالی میں ایک عورت کر گئے۔ آخری صاحبزادے ہمارے حضرت قدس سرہ ہیں۔“

آٹھارویں صدی عیسوی میں دکن کے سیاسی حالات

مملکت آصفیہ کے قیام کے روز اول ہی سے آصفیہ ہی سلاطین کو ہمیشہ کسی نہ کسی دشمن سے سابقہ پڑتا
ہو رہا۔ کبھی مرہٹوں سے، نبر آزماؤں کی تھی تو کبھی صوبداران مملکت کی ریشہ دوانیوں سے سامنا تھا۔ کبھی حشر
بر اکریزوں سے، گورنری تو کبھی فرانسیسیوں کی ہوس ملک گیری سے کیفیت انتشار ایسے وقت اس مملکت کا
حکمرانی حلیف تھا جو اس کے کام آئے اور نہ کوئی دوست تھا جو اس کی مدد کرتا۔

عروس السلا، حیدرآباد کے تخت شاہی پر ۱۸۰۳ء میں نواب آصفیہ سوم سکندر جاہ کے رونق افروز
ہوتے ہی انگریز اپنے سابقہ تمام مخلصانہ وعدوں، رضا کارانہ فلاحی کاموں اور وفادارانہ معاہدوں کا ذکر
کے نئے فرماں روا سے دکن سے مملکت کی ترقی کے سبب باغ دکھا کر کچھ عیارانہ معاہدے کیئے۔ بد قسمتی
سے اپنی دنوں صدر المہام میر الواقع المصطفیٰ میر عالم کی لاجپاتک رحلت سے انگریزوں کی فتنہ رازی کا
نصیب آجا گا۔ ان کا قیام اپنی دورانیشی، حکمت عملی اور سیاسی بصیرت سے اپنے مقصد کے صحیح آدمی کی تلاش
شروع کر دی۔ مجدد صدر المہام کے لائق ہوئے تھے ایسے آدمی کیلئے زیادہ دھوپ کرنی نہ پڑی جلد ہی اس اہم
دور کے لائق فرد انھیں مل گیا۔ انگریزوں نے آصفیہ کے دربار میں کج حال اخلاص و عقیدت سیاسی بصیرت
سے محروم شخص چند لال کو پیش کر کے طرح اپنی مدد کا یقین دلایا۔ آصفیہ نے چند لال کو بھروسہ صدر المہام
فائز فرما کر لفظ ہر انگریزوں کو اپنا ہم نوا بنانا تھا لیکن اس اقدام سے مطمئن نہیں تھے۔ چند لال اس عمدہ حلیہ
پر فائز ہوئے ہی انگریزوں کا آلہ کار بن گیا اور اپنی غلط اور عاقبت نااندیش روش سے مملکت کو مقروض اور
آصفیہ کو استغدر بے بس کر دیا۔ مجبوراً انھیں انگریزوں سے کچھ نئے معاہدے کرنے پڑے۔ مملکت آصفیہ
کو کمزور کرنے کی انگریزوں کی چال کا میاب ہو گئی۔ چند لال کے ذریعہ انگریزوں نے آصفیہ سے ایک طویل

الذی معاہدے پر تخط کرنے پڑے جس کی رو انگریزوں کو اپنی فوجیں حیدرآباد میں رکھنا آسان ہو گیا جس کا نام خراج آصفیہ کو برداشت کرنا پڑا تھا۔ ریاست کی حفاظت کی مصنوعی ذمہ داری کے سبب ریاست مزید معاشی بحران اور مالی مشکلات کا شکار ہو گئی۔ چالاک انگریزوں نے آصفیہ سوم کی اس سیاسی مجبوری کا خوب فائدہ اٹھایا اور بڑی دیدہ دلیری سے حکومت کے کاموں میں بھی دخل اندازی شروع کر دی۔ یہ وہی انگریز تھے جو آصفیہ اول کے زمانے میں کرناٹک کے صوبے دار کی نا انصافی کا مقدمہ لے کر فریادی بنے دربار آصفیہ میں سرنگوں حاضر ہوئے تھے اور آج ناموافق حالات کے سبب یہ فریادی ستاہ کن کے جاگیردار بن گئے تھے۔

تایمینی محاکمہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آصفیہ سوم اپنے پیش رو فرماں رواؤں کی طرح اُن روحانی تاجداروں سے وابستہ ہو رہے تھے تو شاید انھیں ایسے دن دیکھنے نہ پڑے اگرچہ مملکت آصفیہ کے قیام سے بہت پہلے اس سرزمین پر حق تعالیٰ کے محبوب بندے اپنی قلندرانہ شان سے بہتے آئے تھے۔ ان شخصیتوں کے وجود نے باوجود آصفیہ سوم کی ان سے بے غمی کے، اس مملکت کی بقا کو طوالت کی طمانیت عطا کر رکھی تھی۔ ان روحانی تاجداروں کی مدد کے حصول میں کوتاہی جو ہو گئی، انگریزوں کو اپنے قدم جمائے کا موقع مل گیا، مرہٹوں کو بھی اپنا سرٹھانے کا موقع مل گیا۔ ان کی فتنہ پردازیاں مکمل لگیں۔ اگرچہ یہ حضرات القدس بھی معمولی سپاہی اور کبھی معمولی پنڈت کی حیثیت سے مملکت کی کسی طرح آفت اور مصیبت کو ٹالنے میں نہ پہنچتے تو کبھی کسی گوشہ گشائی میں پڑے ہمارے اہل اپنے باطن کی فوس آتی ہوئی مشکلات کو دھڑکتے ہوئے ان پر گزیر دینے فوس پر کبھی سالم بے خبری کا اک ایسا وقت بھی چلا رہا تھا جس میں وہ محاورات و تعلیمات الہی کے سبب مغلوب حال رہتے اور علاقے سے دور گوشہ زنہالی میں مست مئے الست پڑے رہتے۔ ایسے ہی وقت ان کی عدم توجہی و غفلت کے سبب جب ان کی کی سانس رک رک کر چلنے لگی تو انھیں حکم خداوندی تیر و توار سے میدان کارزار گرم کرنا پڑا۔

ان حضرات القدس کو ہمیشہ مصلحت کشی کے سبب حالات کو نبانے اور خود کو مخلوق سے چھپا رکھنا پڑتا۔ اقلیم ہند اور بالخصوص دکن کی اس تیرہ و تار نصف مدی پر محیط مصیبت و آزمائش کی گھڑیوں میں سب سے آفتابِ رفاغیہ کے سطح تفرع دکن پر طلوع ہو گیا باری جلوہ ریزی نے یہاں کے ذرہ ذرہ کو توانائی و تابانگی بخشی لیکن عمل خیر کی کمی اس سارے خطے کو رحمت حق سے محروم کر گئی۔ اسی دوران انگریزوں کو اپنے مفسدانہ غرام کے رو بہ عمل لانے کا موقع فراہم ہو گیا۔

درنگل، مغلیہ سلطنت کے زوال اور ریاست حیدرآباد کے قیام کے وقت سے تلنگانہ کا تہذیبی مرکز تھا۔ اگرچہ اس کی یہی شناخت باقی نہیں رہی تھی کیوں کہ پھر عرصہ قبل ہی سے یہاں عساکر اسلامی کے آتے جاتے رہنے کے سبب علماء و اصفیائی اک بڑی تعداد یہاں مقیم اور احتساب عمل کے لیے متعین تھی۔ سلطانین دکن نے جب اس علاقے کو فتح کر کے اپنی عمل داری میں رکھا تو اس شہر میں باکمال صحاب تلاش کر کر کے بھیجے۔ ان بزرگوں اور صاحبان علم بزرگہ شخصیتوں کے یہاں اقامت گزریں ہو جانے کے بعد یہاں کے کلی کوچے دیار و بازار مدائے حق سے گونج اٹھے اور گھر گھر کلمہ حق و کلام نبوت کی برکت انگیز نواں چھپے عام ہو گئے۔ لیکن فسق و فجور کی گرم بازاری، انگریزوں کی سفائی اور ان کا تعصب دینی رنگ لانے کا طوطا غنی قوس پناہ ڈر دکھانے لگی جب بے راہ روا فرد کی ایک جماعت فتنہ و فساد پھیلانے اٹھ کھڑی ہوئی تو سب روحیں بے چین اور باکیزہ قلوب مضطرب ہو گئے۔ بارگاہ الہی میں ان درد مند اصحاب نے اُن بزرگہ نفوس کے وسیلے سے رفاغی غفلتوں کے شمس باغیچہ کے مطلع بہت جلوہ گر ہونے کی دعا مانگی جس کے طلوع ہونے پر حق و باطل عیاں ہو گیا تھا۔ ان کی دعا قبول ہو گئی اور جبین کوہ و بیاباں، افق زرنگار دکن سے وہ آفتابِ فضل و کمال طلوع ہو گیا جس کی شعاعیں قاضی بیٹھ کی خاک کو منشور ضیاء بنا کر سائے اقلیم ہند کو منور کر گئیں۔

سلسلہ نسب

آپ سلسلہ نسب والدین محترم کی طرف سے اٹھارہ درمیانی واسطوں سے تاج الوہلین، العارفین محی الحق والدین سیدی آقائی مولائی سید احمد کبیر الرفاعی معشوق اللہ محی الحقینی المومنی رفیع الخیر سے مل جاتا ہے۔ شجرہ قدی یہ ہے۔

مولانا کائنات امام الاولیاء شیخ الحداد امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سبط رسول خدا
السید الامام حسین رضی اللہ عنہ السید الامام زین العابدین السید الامام محمد باقر السید الامام جعفر الصادق السید
السید ابیہم القاسم جلال اللہ السید موسیٰ الثانی خزان اللہ السید ابو العباس احمد ہدیہ اللہ السید
حسین ید اللہ السید ابو القاسم محمد فحمتہ اللہ السید حسن ابی عبد اللہ المہدی نور اللہ السید علی برکات
مشتاق اللہ السید حازم سلیمان ولی اللہ السید ثابت سیف اللہ السید یحییٰ بحر اللہ
ابی الحسن علی منہرجہ اللہ آقائی مولائی سلطان الوہلین سیدی احمد کبیر الرفاعی معشوق اللہ محی الحق
المومنی السیدنا اسماعیل الرفاعی السیدنا یعقوب الرفاعی السیدنا نجم الدین الرفاعی
یوسف الرفاعی السیدنا خمس الدین الرفاعی السیدنا البرہیم الرفاعی السیدنا عبد الجلیل
السیدنا عبد الرحیم الرفاعی السیدنا عبد الرشید الرفاعی السیدنا عبد الکریم الرفاعی السیدنا محمد
شاہ ضیاء الدین بیابانی السیدی شاہ اشرف بیابانی السیدی سید شاہ عبد الملک بیابانی
السیدی سید شاہ فاضل بیابانی السیدی سید شاہ محمود مہین بیابانی السیدی سید شاہ فاضل بیابانی
السیدی سید شاہ غلام حسین بیابانی السیدی سید شاہ غلام محی الدین بیابانی السیدی سید شاہ فضل بیابانی

۱۔ حضرت سیدنا اسماعیل رفاعی قدس سرہ کا ایک نام ابو الحامد حسن بھی شہرہ کی زینت ہے۔ خانوادہ رفاعیہ کبریا کے
کے سجادہ صاحب کے ملوکہ شجرہ الاحمر میں سیدنا اسماعیل کے نام کی بجائے ابو الحامد حسن لکھا ہوا ہے۔ میر شیر الدین علی شاہ
مرتبہ شجرہ خاندان بیابانی میں سرکار سید احمد کبیر الرفاعی کی اولاد اٹھارہ میں جن صاحبزادگان سے سلسلہ خلافت

شجر گلشن رفاعیہ کا مکمل سلسلہ، دولت کدہ بیابانیہ کا دروازہ بلند، شہستان سیدنا اسماعیل کا روشن
چرخ، نانہال و دوھیال دونوں جنموں سے رفاعی فضیلتوں اور برکتوں کا مظہر، سلسلہ نسب
ابا عن جد نہایت مقدس سادات کرام سے ہے۔ ۲۔
مولوی محمد سلطان صاحب برکت دارالعلوم دہلی لکھا ہے:

۱۔ آپ سادات رفاعیہ سے ہیں، حضرت سید شاہ ضیاء الدین بیابانی
اور حضرت سید شاہ اشرف بیابانی جن کے وزارات انہر شریف میں ہوئے
اور مشہور ہیں، حضرت کے اجداد کرام میں ہیں۔ ۲۔
معلوم ہوا کہ آقائی مولائی سیدی سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی معشوق اللہ محی الحق، آپ کے
جد علی اور سیدی آقائی مولائی ابو الحامد حسن سیدنا اسماعیل قدس سرہ مورث علی ہیں۔

حکیم مبارک زمانہ طفلی

باقار و عظمت کتابی چہرہ، کھلتا ہوا طبع رنگ، ہتھوں ناک جس کی ایک جانب مسہ، کشادہ
پرنور پیشانی ذہانت و فراست کی آئینہ دار، جس سے بوقت ذکر فکر الوارات و تجلیات کا ظہور ہوتا نظر آتا
خوش منظر اردو، روشن آنکھیں جذب و کیفیت باطنی کی منظر نگہنہ رشی سیاہ بال، شمیم آرائے طریقت،

۱۔ درویش محی الدین قادری صاحب کرامت ۲۔ وقایع و گل ۳۵
سلسلہ نسب

جاری ہونے کا ذکر ہے میں ان صاحبزادگان کا ذکر بھی ملتا ہے جن سے نہ سلسلہ نسب چلا ہے ورنہ ہی خلافت
جاری ہوئی۔ شجرہ خاندان بیابانی کے صفحہ ۳ اور ۴ پر لکھا ہے:

۱۔ اٹلا دیں شیخ العالم الحبیب سید صالح فضل الدین، نعم الحق والدین سید ابیہم نقیب، ذوالحق والدین سیدی سلطان
نعمت عالم ابو سعید مدد الراشد، سید امین مجدوب، سیدنا اسماعیل، یہ صاحبزادہ اولاد صاحب سلسلہ ہوئے

ریش مبارک پاسدار شریعت، رخسار مبارک تقدس و اتقا کا آئینہ، بدن شریف سبک فزاں گزشتہ کتابت معیت
قد متوسط جس سے شانِ اسد الہی استعارہ چھین ہی سے آثارِ بزرگی و برگزیدگی آپ کی ایک ایک ادا
سے جھلکتے دکھائی دیتے، غفلتِ بزرگی تمام و کمال آپ کے چہرے سے ظاہر تھی۔ زمانہٴ رفعت
سے پاؤں پاؤں چلنے اورین شعور کی عمر تک خلوتِ قدس کے مستند نشیں، بے حد شرمیلے، کریم
حکیم الطبع، نرم دل اور رفیق القلب تھے۔ میرزا الدین علی شاہ صاحب نے لکھا ہے:

”آپ ابتدا ہی سے طہارت و تقویٰ کے پابند تھے۔“

سعادت مندی و شایستگی کے باعث اکابر و اہل انوار کا لطفِ خصوصی ہمیشہ آپ کو آغوشِ
محبت میں لیے رہتا۔ والدِ محترم کے ساتھ جب بھی آپ برگزیدہٴ آفاق نفوسِ قدسیہ کی محفلوں میں
روقتِ افروز ہوتے تو ادبِ محفل فراموش نہ فرماتے۔ ہمیشہ ان اصفیاءِ زمانہ سے ان کے عادات و اطوار
و پاکیزہ خیالات کسب کرنے کی سعی فرماتے۔ سیر و سفر کے موقعوں پر آپ کے ہم عمر ساتھیوں کو آپ
سے انسیت کے سبب جدائی گوارہ نہ ہوتی اکثر بار بار وہی آپ سے عجیب و غریب کیفیات کا ظہور ہوتا تو
آپ کے یہ نفس انھیں حیرت و تعجب سے ملاحظہ فرماتے آپ کی والدہ ماجدہ بیان فرماتی ہیں۔

”آپ کی کیفیتِ چھین ہی سے غیر معمولی نظر آتی تھی۔ صفحہٴ پیشانی
نورانی سے آثارِ کشف و کرامات ظاہر و باہر تھے۔“

۱۔ شجرہٴ خاندانِ بیابانی ص ۱۸ ۲۔ فضل الکرامات ص ۳۸

(بابانی ص ۵۵) سید عبدالحسن، سید یوسف، ان کو نہ سلسلہٴ اولاد نہ سلسلہٴ خلائق، حسین

سید دُعا حضرت سید محمد قدس سرہ صغیر سنی ہی میں وصالِ حق ہو گئے۔ دو صاحبزادیاں سیدہ فاطمہ و سیدہ
نتیجہ اخذ ہوا کہ جس شجرہٴ شریف میں ابوالحسن لکھا ہوا ہے وہاں سیدنا احقاق درج نہیں ہے وہاں سیدنا احقاق
قدس سرہ قریب قریب لکھا ہے وہاں سیدنا ابوالحسن نہیں لکھا گیا ہے ان کی نامِ عرفیت ہے کہیں لکھا کہیں نہیں لکھا گیا ہے شجرہٴ
الاحادیث میں صاحبزادہٴ حاجہ نام سیدہ خدیجہ ہے شجرہٴ خاندانِ بیابانی میں انہی کا نام سیدہ زینب ہے۔ دائرہٴ علم ۱۳

مولوی محمد سلطان صاحب شریعت و اہلیات نے لکھا ہے:

”حضرت کے کرامات چھین ہی سے ظاہر تھے۔“

آپ کے اہل علم کے ناقابلِ فراموش اور حیران کر دینے والے واقعات کا حصر و شمار مشکل ہے۔ آپ تنہا ہوں
یا اپنے ہم سہلوں کے ساتھ ہوں ایسے واقعات تو اتنے سے ظہور پذیر ہوتے رہتے جس نے جو کچھ دیکھا
میں معین بیان کرنا لیکن آپ ایسے ہر واقعہ سے بے نیاز رہتے بلکہ کبھی خود آپ کو بھی اس کا سہم نہ ہوتا۔
اور بے علمی میں غیر القبول باتیں سرزد ہوتی رہیں اور آپ اس سے لاعلم رہتے۔ آپ کی نہایت چھوٹی عمر کا
ایک واقعہ جس سے آپ کے علوئے مرتبت اور اعلیٰ دفعِ شان کا ثبوت فرماتا ہے جسے آپ کی والدہ معظمہ
نے اپنے حافظہٴ قدسی میں محفوظ فرمالیا تھا یوں بیان فرمایا:

”ایک بار میں اپنے خالہ زاد (بھائی) مولوی سید رضی حسین صاحب کے
مکان واقع قطیفی گوارہ حیدر آباد مقیم تھی۔ صحنِ مکان میں دو سرخوے کے
ساتھ آپ کھیل رہے تھے، بچے باولیاں بنا رہے تھے، آپ نے بھی ایک باولیا
بنائی، قدرتِ الہی کہ آپ کی بادی میں سے پانی نکل آیا اور وہ پانی سے بھر گیا۔“

حق تو یہ ہے کہ اللہ کا دوست دنیا میں (روز اول تا روز آخر) اللہ کے ساتھ رہتا ہے اللہ ہی کیلئے رہتا
ہے اور اللہ ہی سے رہتا ہے اس لیے اس کا کوئی کام، کوئی مقام اور اس کا قیام حق تعالیٰ کے ارادے سے
جہاں نہیں رہتا۔ بادی بنانا بچوں کا کھیل تھا، سبھی بچوں نے بادی بنائی، آپ نے سب کی باولیاں بنی
ہوئی دیکھ لیں اور سب سے جدا آپ نے بھی ایک بادی بنائی، سب نے کھیل والی بادی بنائی اور آپ نے
سچ اور حقیقی صورتِ ملی بادی جس میں پانی بھی ہو، بنانے کا ارادہ فرما کر اپنی مٹی سے کھیلوں سے زمین
کرید کر مٹی نکالی پھر اس بادی کی گہرائی کو اپنی شہادت دینے والی انگلی سے مٹی جو مٹیائی قدرتِ الہی
کا ماشہ دکھایا۔ ”بادی میں پانی نکل آیا اور وہ پانی سے بھر گیا۔“ آپ نے بے نیازانہ مسکراتے ہوئے

۱۔ دقایق و کلمات ص ۵۵ ۲۔ فضل الکرامات ص ۱۸ ۳۔ ایضاً

اپنے ساتھیوں کو مصومیت بھری پیاری زبان میں مخاطب کیا:
 ”(ہم نے بھی بناوٹی بنائی ہے، دیکھ لیں)“ اسے دیکھ کر دوسرے
 بچے ششدر رہ گئے، ماموں صاحب نے فرمایا: ”یہ بچہ
 بفضلہ تعالیٰ اللہ کا ولی ہو گا“۔ ۱۔

اس واقعہ کے شاہد و گواہ بزرگوں اور دوستوں نے یہ بات گز میں باندھ رکھی کہ سن شعور کو پہنچنے
 کے بعد آپ کو چشمہ پر آئیے، پہاڑوں سے، میدانوں اور تالابوں سے نسیت سی ہو گئی تھی جب بھی
 آپ ان مقامات سے ہو کر گزرتے یا قریب ہوتے تو گھنٹوں ان مقامات کو دیکھ کر آپ پر محبت
 طاری ہو جاتی۔ سلوک کی تینوں منزلیں اسی لیے ہمت بلند کا تقاضہ کرتی ہیں اس کی ایک منزل
 مٹی سے آٹا کر طے کی جاتی ہے، دوسری تہ آب و دھب کر اور تیری منزل فضا سے بسط میں خود کو
 رد پوش کر کے سر کی جاتی ہے۔ سیدی دریش محمد الدین قادری نے آپ کے عین شریف کا ایک واقعہ لکھا ہے۔
 ”عین ہی سے آپ کو تیرنے اور گھوڑے کی سواری کا شوق تھا، ایک وقت آپ
 بزارکھم کے مندر کی بادی میں بچوں کے ساتھ تیر رہے تھے، جب تل کی مٹی لانے
 کے لئے گہرائی میں آپ نے غوطہ کھایا تو کچھ دیر تک تپڑوں سے اوجھل ہو گئے، ساتھی
 بچے پریشان ہو گئے، لیکن گھوڑی دیر ب آپ سطح آب پر آ گئے“۔ ۲۔

۱۔ فضل الکرامات ص ۳۹، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عین شریف کا ایک واقعہ ہے کہ آپ کے چچا حضرت
 ابوطالب آپ کو اپنے ہمراہ لے کر ذی الحجاز کے میلے میں تشریف لے گئے راستے میں حضرت ابوطالب کو شدت کی پیاس
 لگی حضرت ابوطالب نے سکرارہ طعم کی سیراب سے فرمایا: ”بھتیجے مجھے بہت پیاس لگی ہے“ ابوطالب کہتے ہیں: ”وہ
 یسین کرانی سواری سے اترے اور مجھ سے کہنے لگے ”چچا جان! کیا پیاس لگی ہے“ میں نے کہا ہاں! انھوں نے اپنی اڑی
 زمین پر اڑی اچانک میں نے دیکھا کہ ہاں سے عمدہ پانی چھوٹ پڑا ہے، پھر انھوں نے مجھ سے پانی پینے کیلئے کہا: ”بھتیجے میری چچا! صحت
 ۱۔ فضل الکرامات ص ۳۳۔

ابتدائی تعلیم

آپ جب ۴ سال ۴ ماہ اور ۴ دن کے ہو گئے تو آپ کے والد محترم حضرت سیدہ غلام محمد الدین بیابانی
 نے سنت صالحین کے مطابق رسم سیمہ خوانی انجام دی اور ابتدائی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ بارہ سال
 کی عمر ہونے تک والد معظم نے آپ کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ نہایت دل سوزی سے جاری رکھا، ذکر
 وادکار کے لمحے ہوں کہ غفلت خاص کی تعلیم کے اوقات، ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے سیدی دریش محمد الدین
 لڑاتے ہیں:

”تعلیم کا آغاز آپ کے والد بزرگوار حضرت سیدہ غلام محمد الدین بیابانی
 نے خود کیا، بسلم شریف آپ ہی نے پڑھائی اور ابتدائی تعلیم ہی ۱۔

۲۔ سال کی عمر ہی سے والد محترم کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے خود کو ذرا ذرا کار اوقات چھگانے کی لذت کا
 کچھ ایسا خوگر کر لیا تھا کہ ساری عمر کسی بھی موقع پر آپ نے اسے ترک نہ فرمایا۔ بارہ سال کا سن ہوتے ہی والد ماجد
 نے اپنے نمٹ بیعت و خلافت سے سرفراز فرما کر فیوضات طاہری و باہنی کے دریا بہا دیئے، میر منور علی صاحب
 نے لکھا ہے:

”آپ کا شجرہ طریقی ثابت کر رہا ہے کہ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سیدہ غلام محمد الدین
 بیابانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی ہے“۔ ۳۔

قامی پیمہ شریف کی عرفانی نگلیوں، سنان پہاڑوں اور پاکیزہ فضاؤں میں آپ پرطن چڑھے تو
 فہم و فراست، ذکاوت و فطانت نے اصرار کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا کلام سینہ طاہر میں محفوظ فرمائیں۔
 اہانت خداداد طبع قدسی کی امداد سے آپ نے خود شامی کے باوریں سال قرآن کریم حفظ فرمایا، سیدی
 دریش محمد الدین قادری کا بیان ہے:

”حضرت قدس سرہ نے بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا“۔ ۳۔

قرآن مجید حفظ فرالینے کے بعد، مبادیات دین، فقہ و فرائض اور علم مجلس کی ضروری تعلیم و تربیت والد محترم ہی سے حاصل فرمائی اور بقدر ضرورت علم صرف و نحو، شعر و ادب سے بھی مشغف رکھا۔ آپ کے ذوقِ ربانہ و ذوقِ تحصیل علم و غیر معمولی ذہانت سے ہر کوئی متاثر تھا، والد محترم جانتے تھے کہ آپ علوم دین میں ماہر نہ کمال سے فائز الرام ہوں، کیوں کہ قصبات و افتاد کی مصروفیت زرعی امور کی نگرانی اور متوسلین و مریدین کی تعلیم و تربیت اس کی تسفافی تھی کہ آپ ہر موافق فرق نہ آتے دیں مجبوراً درنگل کے بالکمال و صاحبِ علم و فضل اشخاص کی فہرست سے مشورہ احباب

”حضرت فقر اللہ شاہ کا انتخاب بحیثیت استاد ہوا۔“

۱۔ افضل الکرامات ص ۱۲ فقر اللہ شاہ صاحب سلسلہ قادریہ کے بانسبت و صاحبِ دل بزرگ تھے علم و فضل میں شاید ہی کوئی ان کا ہمسر ہوگا۔ وہ ہر لحاظ سے اپنی مثال خود تھے، دور دور تک ان کے زہد و تقویٰ کے چہرے تھے۔ درنگل کے سب سے قلعہ ارضی سے باہر بجانب جنوب مستقلاً اپنی امامت کی تھی اور وہیں درس و تدریس کا نہایت اہم فرض انجام دیتے تھے۔ آپ کے دور سے اس سلسلے کے علاوہ کوئی امتیازی شان حاصل، علماء و اصفیاء زانہ کی محفلوں میں تکریم سے بٹھائے جاتے تھے۔ آپ کی اس درس گاہ میں سے ایک مجذوب مصنف دین شاہ مست قلندر کا کچھ ہی دنوں سے آنا جانا شروع ہو چکا تھا ہر روز آپ کے مدرسہ میں آتے اور کچھ دیر بیٹھ کر کسی نامعلوم مقام کی طرف نکل جاتے جیسے کسی آمد گاہ یا انتظار گاہ، کچھ ہی دنوں سے مقامی لوگ انھیں کبھی بیماری پر تو کبھی قلعہ کی فیصل اور کبھی دین قلعہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھا ہوا پاتے، کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون ہیں کیا کرتے ہیں لیکن مدرسہ کے مقررہ اوقات پر دروازہ حاضر رہتے اور ان مختلف مقامات پر بھی موجود پائے جاتے۔ سرکار قاضی بیٹھ دین شاہ جس دن فقر اللہ شاہ صاحب کی درس گاہ میں انہیں تحصیل علم بٹھائے گئے اسی دن شاہ مست قلندر نے خیر مقدمی کلمات مجذوبانہ زبان میں ادا کر کے آپ کا استقبال کیا اور قریب پانچ گھنٹہ محبت آمیز میں اظہارِ مسرت کیا۔ آپ نے بھی شاہ مست قلندر صاحب کی تواضع و انکساری کیساتھ بیداری کی اور غافل

فقر اللہ شاہ صاحب کے مکتب کی تعلیم کا آغاز، درنگل کی تاریخی اہمیت علماء الدین کی نے ۱۳۳۹ھ میں قلعہ درنگل کو اپنے بااعتماد سپہ سالار ملک کافور کی سرکردگی میں لشکرِ جہار بھیج کر فتح کر لیا تو درنگل کے راجا پرتاب در رائے مصلحت اور دور اندیشی سے ”دین سو باہتی، سات سو گھوڑے اور بے شمار دولت زر و جواہر وغیرہ ملک نائب کی خدمت میں پیش کیے اور ہر سال خرچ ادا کرنے

سرکار قاضی بیٹھ دین شاہ کے مدرسہ میں داخل لینے کے پہلے ہی دن سے شاہ مست قلندر صاحب مدرسہ میں زیادہ دیر تک ٹھہرے نہ گئے، جذبِ مسمیٰ کے عالم میں مدرسہ کی دیوار سے ٹیک لگائے پڑے رہتے اور تاخیر نہ کبھی کہیں باہر تشریف نہیں لے جاتے۔ جب سرکار قاضی بیٹھ دین شاہ مدرسہ سے گھر واپس ہونے کے لیے نکلے تب شاہ مست قلندر صاحب بھی اپنی جگہ سے اٹھتے اور کسی سنان و ویران مقام کی سمت نکل جاتے، شاہ صاحب کے اس طرح مدرسہ کے اوقات میں آنا اور ٹھہرے رہنا کسی مصلحت کے تابع نظر آتا تھا کہ وہاں کسی اہم کام پر مامور ہیں۔ ایک دن حضرت فقر اللہ شاہ صاحب کہیں منعوتھے ان کی عدم موجودگی میں جس کا شاہ مست قلندر صاحب کو شاید پہلے سے علم تھا یہ عقدہ کھلا، شاہ مست قلندر صاحب نے سرکار قاضی بیٹھ دین شاہ سے کچھ اسرار کی فرمائی، ارشاد ہوا:

”مست قلندر درنگل کے قلعہ سے پہلے استاد صاحب کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب کبھی وہ آتے ان کی خاطر تواضع ہوتی اور کھانے پینے کا انتظام ہوتا رہتا۔ ایک روز استاد صاحب کسی دعوت میں منعوتھے، مجھ سے فرمایا کہ اگر فقیر صاحب آئیں تو ان کی تواضع کرنا اپنے ہاتھ سے کھانا، پانی پلانا، ان کے دعوت میں جانے کے کچھ دیر بعد قلندر صاحب لگے میں نے استاد صاحب کے خطا کے مطابق ان کی تواضع کی اور انھیں اپنے ہاتھ سے کھلایا پلایا۔ شاہ صاحب خوش ہو گئے اور کچھ باتیں بتائیں“ (افضل الکرامات ص ۱۲)

کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ لے

حاکم اسلامی کے یہاں آتے جاتے رہنے کے سبب علماء کی کثیر تعداد یہاں فروکش ہو گئی۔ ان اصفیائے زمانہ کی کثرت نے اس شہر کی اہمیت اور دینی علوم کے لیے اس کی مرکزیت میں ہر یکمال کو متوجہ کر دیا۔ متہای لوگ بھی اسلامی تعلیمات، علم کی رواداری اور لشکر اسلامی کی صفات پسندی سے متاثر ہو کر جوق در جوق شجر اسلام کے سایے میں چین و اطمینان کے حصول کیلئے پہنچ رہے تھے۔

۱۰ تاریخ ذی قعدہ ۳۸۵ھ

(حاشیہ صفحہ ۵۷) سرکار قاضی بیٹھ قدس سرہ اپنے اس کام سے فارغ ہوئے تو شاہ مست قلندر صاحب بھی حکیم الہی اس امانت کو سپرد فرما کر فقہ اللہ شاہ صاحب کے مدرسے سے ہمیشہ کے لیے وداع لے لی۔ فقہ اللہ شاہ پر جب قلندر صاحب کے ترک سکونت و دوا گزشت کا انکشاف ہوا تو مضطرب ہو گئے۔ قلندر صاحب کو منت سماجت سے روکنے کی کوشش کی لیکن قلندر صاحب نے کہا:

”اب ہمارا وقت آ گیا ہے، ہم مرجائیں گے اور آپ کو وصیت کر جائیں کہ ہماری نعش کو غسل دھن نہ دیا جائے اور نہ اس کو دفن کیا جائے بلکہ پیر میں رہی باندھ کر قلعہ کے اطراف گشت کرایا جائے اور کوٹھے پر ڈال دیا جائے“ (فضل الکرامات ص ۷۱)

واقعہ ارتحال کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا تھا من و عن ظہور پذیر ہوا۔ شاہ مست قلندر صاحب کے قلعہ دگل سے انتقال کر جانے کی خبر دور دور علاقوں تک پہنچ چکی تو مقتدین جنازے میں شریعت کے ارادے سے گھروں سے نکل پڑے لیکن بمقام راگیا پور عجیب صورت حال پیش آگئی، شاہ مست قلندر صاحب نے یہاں اپنی جلوہ گری سے سب کو حیرت زدہ کر دیا۔ لوگوں نے قلندر صاحب کو جتنا جاگتا یا کر ان کے انتقال کی خبر کو کچھ غلط فہم کیا لیکن جب ان مست قلندر صاحب نے انھیں اس طرح مخاطب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

”ہم نے دگل سے انتقال کیا ہے۔ تم (لوگ) فقہ اللہ شاہ صاحب کو ہمارا عشق اور شاہ فضل بابائی کو دعا کہنا“ (فضل الکرامات ص ۷۳)

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاقی قادری۔

لہذا ان توحید کے دینی مسائل اور عام اسلامی علوم کی اشاعت کے لیے ان تیک نفس بادشاہوں نے لک کے اہم اور قابل لحاظ آبادی والے شہروں میں مستقل علماء کے قیام کی ضرورت محسوس کی تاکہ وہاں فوق العادہ کو اصول و فرائض اور تعلیمات اسلامی سے بہرہ ور کیا جاسکے۔ جنوبی ہندوستان میں اس وقت حیدر آباد اور انگ آباد کے بعد ونگل کو دینی و علمی خصوصی شرف حاصل تھا۔ خدا سیدہ

(المقی ماثرہ ص ۵۸) اتنا سنا تھا کہ سب کی زبانیں گنگا ہو گئیں اور آنکھیں حیرت و تعجب سے کھلی ہو گئیں۔ حق تعالیٰ کے کام اور اس کی قدرت کاملہ سے کیا بعید ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کو اپنی تشابہات کے لیے جن لے اور انھیں جہاں چاہے اپنی مرضی سے رہنے کی اجازت دے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شاہ مست قلندر صاحب دگل سے انتقال کر چکے تھے، ان کی میت مقتدین کا ایک مناسب تعداد کی موجودگی میں محفوظ تھی چونکہ رات کا بڑا حصہ گزر چکا تھا۔ تاریکی کے سبب مدد رسانی کا مناسب انتظام ہونے کی وجہ سے صلاح ٹھہری کہ صبح ترکے میت اٹھائی جائے گی۔ کچھ لوگ دگل میں میت کے قریب حفاظت کے خیال سے ٹھہر گئے اور جو بٹھرنہ سکتے تھے وہ اپنے گھر واپس ہو گئے۔ ان سب کے جانے اور رات کا کچھ اور حصہ گزرنے کے بعد میت کے محافظین کو حیرت انگیز صورت حال کا سامنا کرنا پڑا:

”شاہ صاحب کے جسم کے اعضاء جدا ہو گئے اور یکے بعد دیگرے غائب ہو گئے“ (فضل الکرامات ص ۷۳)

حق تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو جانے کا یہ عجیب و غریب مظاہر تھا۔ فنایت و شہادت ذات کی یہ ال لہی مثال تھی جسے نہ غسل تھا، نہ کفن نہ دعا تھی نہ فن جن تو یہ ہے کہ شاہ مست قلندر صاحب علیحدہ تھے۔ اور سرکار قاضی بیٹھ قدس سرہ کو مرثیہ مقام ”شہنشاہ مجذوبین“ کی خبر سنانے آئے تھے۔ پیام اہل ارباب اور دوسرے مقام کو منتقل ہو گئے سیدی درویش محی الدین قادری نے لکھا ہے:

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاقی قادری۔

بزرگوں اور علمائے کرام کی اک بڑی تعداد حق پسند افراد کی دینی و اخلاقی اصلاح کے لیے موجود تھی۔
 نے تو درگاہ کو اپنی خداداد سلطنت کا اہم شہر قرار دے کر اسے باکمال افراد کی کثرت سے بھر دیا تھا۔
 بزرگ و ستیوں میں حضرت فقراشہ شاہ صاحب بھی فضل و کمال سے مزین تھے اور دس دہائیوں کا نہایت
 شغل جاری رکھ کر اس شہر کے غر و شرف میں اضافہ کر دیا تھا۔ آقائی مولائی سیدی سید شاہ غلام محی
 بیابانی قدس سرہ کے یہاں آپ کی اکثر حاضری رہا کرتی بلکہ وہ ستانہ مراحم قائم تھے۔ فقراشہ شاہ صاحب
 نیاز مندانہ قاضی میٹھ نشریف لاتے اور بلا تاجین وقت بعض متصرفانہ مسائل اور شیخ اکبر کی فصول محکم پر
 بعض اہل علمی نکات پر تبادلہ خیالات فرمایا کرتے تھے ایسی ہی ایک عرفانی نشست کے اختتام پر سیدی
 شاہ غلام محی الدین بیابانی قدس سرہ نے قضات و افتاء کی اپنی مصروفیت کا اظہار کر کے اپنے نو فاضل
 شاہ اہل بیابانی قدس سرہ کی تعلیم کا ذکر کیا۔ اتنا سنا تھا بہر مسرت اپنی خدمات کا پیش فرما کر فقرا
 ”آپ کو اپنی شگرتی میں لے لیا اور آپ اپنی اس کمسنی میں حصول تعلیم
 کے لیے روزانہ درگاہ جانے لگے۔“

۱۔ فضل الکرامات ضد (ماباقی حاشیہ ۵۹) ”یہ ایک کھلا دروازہ ہے کہ قلندر صاحب کے سینے میں کوئی
 پوشیدہ تھا جسے وہ چاہتے تھے کہ آشکار نہونے پائے ورنہ وہ جانے میں کوئی بات تھی۔“ (فضل الکرامات ص ۳۳)
 اسلام کی برکتوں کے پھیلانے کا کام جس سرعت سے دکن میں ان صوفیائے کرام نے کیا
 کی مثال نہیں ملتی اور یہی اک اہم وجہ تھی کہ مہاجہ سوم کے زمانے میں ایک با اختیار حکم قضات کی ضرورت
 محسوس ہو کر سیدی قطب عالم بخاری قدس سرہ نے عہدہ قضات پر آقائی مولائی سیدی سید شاہ فضل بیابانی
 متوجہ کو اک با اختیار قاضی بنا کر اس شہر درگاہ کے دینی شرف و علمی تفر میں دوام اضافہ کر دیا تھا۔ اگرچہ
 قبل اس عہدہ جمیلہ سلطان دہلی نے حضرت ضیاء الدین صمانی قدس سرہ کو فائز فرمایا تھا اور عہدہ از
 اپنے اس منصب کا حق ادا فرماتے رہے اور لشکر اسلامی کے پہلے محاسب قاضی بن کر علاقہ تلنگانہ میں اپنا نام
 چھوڑا عوام میں آپ اس شرف کے سبب قاضی پیر مشہور تھے اور اس سلسلے سے علاقے کو آپ کی قیام ہی

۱۔ قاضی پیر سے روزانہ آٹھ میل کا طویل فاصلہ طے فرما کر آپ فقراشہ شاہ صاحب کے مدرسہ پہنچتے
 شام ہوتے ہوتے گھر واپس آجاتے، اکثر پیدل ہی تشریف لے جاتے کبھی کبھی والد مخرم کے
 ساتھ ناظر پریل گاڑی سے بھی مدرسہ پہنچتے۔ آپ جب پیدل ہوتے اور گھر سے ذرا فاصلہ طے
 لاتے تو راستے میں پوستہ درخت آپ کے علوے شان، فضل و کمال کی برکت انگیزی سے ساری
 انسانیں سکون آمیز ٹھنڈک کی پٹریں بکھیر دیتے بلآخر موسم یہ کیفیت یکساں پائی جاتی۔ اتفاقاً
 ہمیں واپس کے وقت اندھیرا ہو جاتا یا اندھیری راتوں کا سلسلہ ہوتا تو آپ کے آگے پیچھے نو

۱۔ ماباقی حاشیہ ضد (قاضی پیر) (موجودہ عرصہ جاگیر) کہا جانے لگا۔ آپ کے دنیا سے پردہ کھانے کے کچھ
 ہی عرصہ بعد مگر گوشہ غوث الثقلین سیدی آقائی سید شاہ عبدالقادر حسن ثانی قدس سرہ کے نو عین، بزرگان سب سے
 امیر کے مجمع البحرین حضرت قدس سید العالی آقائی مولائی سید شاہ جلال الدین جلال البحر مشوق ربانی
 (ولادت ۸۹۶ھ بغداد شریف) بفرمان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، درگاہ تشریف لائے اور
 موضع سومام کی پہاڑی پر متکف بیابانی رہے پھر پشاور بلخی ہزاروں ہزار سدا گاہ خدا کو فیض پہنچایا۔
 مشائے یزدی و بفرمان جدی لاتعداد لوگوں کو دوست پیمان، معرفت عرفان سے مالا مال فرما کر بہر
 ۸۱ سال ۹۷۷ھ خلوت حضرت باری میں جلوہ گری فرمائی۔ آپ کے بعد آپ کے ذی علم و حکماء عصر
 صاحب نے حضرت سید شاہ معین الدین حسن آپ کی جگہ سنبھالیں ہوئے، آپ کے پڑپوتے سید شاہ حسن عبدالقادر
 عرف قادر پاشا قدس سرہ ابن سید شاہ جمال اشرف قادری قدس سرہ قدیم گروھی جو ہمیشہ عارفانہ حال میں رہا کرتے
 ۷۷۷ھ سند افادہ سجایا، انہی شہزادہ عالی وقار سے حضرت فقراشہ شاہ صاحب کتاب فیض کا عہدہ اجازت ہو۔
 میں دن دس دہائیوں کا پاک شغل اجرا فرمایا تھا اسی دن سے ان کے مکتب کا آوازہ دور دور تک بلند ہو گیا۔
 آپ کی دس گاہ سے اولیائے کاملین، اصفیائے کاملین، مجازیب و مشائخین والبتہ رہے انہی میں سے
 آپ کے دو ستانہ مراحم بھی قائم تھے۔

خلوق مشعلیں تھامے مشایعت کرتی نظر آتی سیدی دریش می الدین نے لکھا ہے :
 ایک بار آپ دہلی جا رہے تھے کہ راستے میں شام ہوئی آپ کے
 ساتھ جو لوگ تھے وہ پیچھے رہ گئے ؛ آپ فرماتے ہیں کہ "جب میں
 گنج شہزادہ پہنچا (ہنگوڑہ کے پہاڑ کے قریب) تو دیکھا کہ ایک جماعت
 کثیر میرے آگے پیچھے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ مشعلیں ہیں

جن سے ساری فضا روشن ہے"۔
 جس دن آپ نے فقرائے شاہ صاحب کے مکتب کی تعلیم کا آغاز فرمایا اس کے کچھ
 بعد ۱۸۸۶ء میں سیدی آغا سید شاہ غلام محمد الدین بیابانی جس سرور ناسازی طبیعت کے
 کسندہ رہنے لگے علاج معالجہ کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ احباب کے کہنے اور مشورہ دینے پر فرماتے کہ
 بیمار کیا ہے وہی شفا بھی دیکھا ؛ ایک دن اشغال باطنی و احوال کے معمول پر شب بیداری کے ساتھ
 وقوع کیلئے مصطفیٰ علیہ السلام اور میری ہونے تک کے عواذ کا میں مشغول رہا اور اپنے اس غلبہ شو
 حضرت باری عزوجل کے دربار میں حاضر ہوئی و حضوری کے شرف سے مشرف ہونے تک قائم رکھا
 رب ذوالجلال کے سامنے سنبھو رہنے کا ارادہ فرما کر جبیں قدسی زمین سے نکالی بس اس حال
 میں ریح قدسی اولے عبدیت کے اس منظر کو لیے پرواز کر گئی ۔ والد محترم کے اس قدر جلد و اہلی
 کا صدر آپ کے معصوم دل پر نقش ہو گیا ؛ ہمیشہ آپ کی آنکھوں میں تازہ سیلاب غم موجزن رہتا رہتا
 سبب آپ ملول سے رہنے لگے ۔ ہر وقت آپ کی مٹی سی پیاری پلکوں پر شفاف موتیوں کی
 لگی نظر آتی ؛ تنہائی میں کہیں بیٹھے ہوتے تو والد محترم کا فضل و کمال تقدس و توسع عبادت
 اور ان کے زکوٰۃ کار کا انہماک آنسو ہو جاتا ۔ آپ اپنے اس شدید رنج و الم کو اپنی امی جان کی
 سے بچائے ؛ دکھائی نہ دینے والے اس صدمے کے زخم کو سینے میں چھپائے کسی دیران و

مقام کی طرف چلے جاتے اور وہاں چپکے چپکے آنسو بہا کر دہ دہ کر اٹھنے والے اس کرب کا
 بوجھ اٹا لیتے ؛ لیکن جب گھر لوٹ آتے تو دل بھر بے اختیار ہو جاتا ؛ اسی کیفیت و اضطراب
 کی حالت میں چند دن جو گزر گئے تو مکتب کی یاد نے عازم حلقہ درس کیا ۔
 حق تعالیٰ کی مری اور اس کے لطف خصوصی کو سینے کے ان زخموں سے لگائے جو رکھا تو وقت
 کا ہر دم غم و اندوہ کی شدت سے کھلے لان زخموں کو بھر ڈالا ۔ آپ نے کرب و اضطراب کے اس پورے عمر
 میں عجیب و غریب علم کے کسی جانب توجہ نہ فرمائی ؛ اسی تشویق حصول علم کی طرح فقرائے شاہ صاحب
 نے مکتب کی درسیات ختم فرمائیں جس طرح اس کی ابتدا فرمائی تھی شاہ صاحب میں رونے بھی سخت
 و جانفشانی سے اپنا ذوق نظر آپ کے رگ پے میں اتار دیا ارشاد ہوا ،

"فقرائے شاہ صاحب کی تعلیم سے مجھ میں کچھ مواد سواد پیدا ہوا
 اور میرا ذوق و شوق بڑھ گیا ؛ اضطراب خلق نے ذوق و شوق اور
 بڑھایا"۔

علمی نشوونما کے اس دور میں ادب و سیرت کی اہم کتابیں پوری دلجوئی اور لگن سے پڑھ ڈالی
 تھیں ؛ اسی کے اثر سے معارف اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے جدیدی اشرف بیابانی
 مدنی کی شان و عنایت کا جلوہ دکھایا ۔ گھر میں والد محترم کے مطالعہ کی بیشتر کتابیں کبھی موجود
 تھیں انہیں صبح و شام ملاحظہ فرماتے رہتے ، جہاں کوئی بات دقت طلب ہوتی تو فہم فراست کا
 جذبہ درون مضطرب کیلئے رکھتا ۔ علم سے آپ کی ایسی چمپی مطالعہ مکتب کا آپ کا شوق کچھ
 آپ کی والدہ معظمہ دعائیں دیتیں ۔ اس پاکیزہ جذبے اور ذوق حصول علم کو مسرت و محبت سے حفظ
 فرماتے وقت آپ کے اسلاف و اجداد کرام کا فضل و کمال اور ان کی خاموش دینی خدمت اور فیضان
 علم پر آنسو ہو جاتے حق تو یہ ہے کہ تقویٰ و پیریز گاری اور قرب خداوندی ، علم و عمل میں ایسا کوئی دوسرا

خاندان آپ کے خاندان کا منظر نہیں آتا۔ سیدی درویش محی الدین قادری بیان فرماتے ہیں:

”سلسلہ بلند علماء القیام، اولیاء اللہ ہوتے آئے ہیں۔“

والد محترم کے وصال مبارک کا کچھ زیادہ عرصہ گزرنا تھا ایک روز صبح آپ والد محترم کی پیار بھری یادوں میں کھوئے کھوئے موضع کے تالاب بندم کی طرف چل پڑے تالاب کے کنارے کناے چلتے ہوئے فرحت بخش ہول کے بھونکوں سے تازگی محسوس فرما کر کنار آب ہوئے زمین پتھر پر تشریف فرما ہو گئے۔ صبح کا سہانا وقت، معرفت آفریں لہروں کا منظر، چاروں طرف دور تک پھیلے ہوئے تالاب کا سناٹا، فضا سے خوشی کا سینہ چیرتی ہوئی لہروں کی صدا بازگشت آپ کے دل کو چھونے لگی۔ آپ تالاب میں اپنے پاؤں چھوڑے محو نظارہ امواج تھکے یکایک اک جنبش و خیزی سے بے شمار چھوٹی چھوٹی مچھلیاں سطح آب پر تیرتی ہوئی آپ کے بلبلہ قریب تر پہنچ گئیں۔ انھیں قریب پا کر انھیں چھوڑنے اور کپڑے کا خیال بقاء صلی صغریٰ آپ کے دل میں آیا۔ مگر مچھلیاں اتنی پیاری اور خوبصورت تھیں کہ انھیں اسی طرح تیرتا ہوا دیکھنے کی چاہ اس منظر کو اسی طرح باقی رکھنے پر تضرع مطلقا مچھلیوں کے پیائے رنگ اور ان کی کثیر تعداد کو دیکھ کر آپ نے اپنے پاؤں اوپر کی طرف کھینچ لیے، ”معاذ اک عجیب و غریب صورتحال پیدا ہو گئی۔“ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں آپ کے پاؤں اوپر کرتے ہی اپنے جسموں کو اٹھا کر قطار اندر قطار آپ کے سامنے پلوں کے سہارے کھڑی ہو گئیں۔ آپ ان خوبصورت مچھلیوں کو ایسی خلاف عادت حالت میں پانی میں کھڑا ہوا دیکھ کر حیرت و تعجب سے انھیں جھک کر دیکھنے لگے۔ ان کے کھلے ہوئے منہ اور ان کے بولے سے خدا اللہ کی صدا صاف سناؤ دے رہی تھی۔ ”اے آپ کے“

۱۔ افضل الکرامات ص ۲۷۳ و ۳۷۴ ملفوظات حضرت شاہ حکیم شفیع بیابانی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ وہی نعم ہے جسے رفائی فقر اگرہ کا کردت پر اس طرح نعمت فرماتے ہیں: ”ہو سے روشن کر دل اللہ ہوا اللہ“ ذکر خدا کا کر دل کو اللہ ہوا اللہ۔ غائبانہ وہی چٹان ہے جس کے بارے میں سزاوت نے فرمایا ہے: ”جب آپ تالاب بندم پر پہنچے تو رشا فرمایا: ”ہم اس چٹان پر بھی یاد دہانی میں“

۲۔ افضل الکرامات ص ۵۸

جو سماعت فرمایا کہ کیفیت سی طاری ہو گئی۔ اس نعمت کو سن کر حق تعالیٰ کی چاہ اور اس کی محبت سے دل بھر گیا، ”وفور جذبات سے آنکھیں بھیگ گئیں، جو نبی صدف چشم توپوں سے بھر گئے یہ منظر اوجھل ہو گیا اور آپ کی توجہ جیسے ہی بٹ گئی مچھلیاں سطح تالاب سے غائب ہو گئیں۔ آپ پتھر کی چٹان سے اٹھے اور گھر کی طرف تیز قدم چلے گئے۔ والد محترم سے سات سالہ حصول علم کی خاطر راہ خدا کے سفر کی اجازت طلب فرمائی، شفیع والدہ نے اسے غور سے اس طرح اچانک ارادہ کا سبب دریافت فرمایا آپ تالاب پر جانے اور وہاں کے دیکھے ہوئے منظر کی ساری تفصیل سنائی اسے سن کر حق اچانک دلائے گئے گناہ گرد عیاں ہیں، والد محترم کی جگہ اب آپ ہی ملاں کے برعاطی کی نگرانی تھیں۔ والد محترم کے مصلو مباہلہ کے بعد آپ اپنے ملاں صاحبزادے صاحب کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنی نظروں سے دور نہ کیا۔ آپ کسی کام سے نہیں درادیر کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو دایں گھر آنے تک جین رتیں کبھی جو آپ محلے میں ہم عمر ساتھیوں کے گھر تشریف لے جاتے اور لوٹے میں پہنچتی تو مضطر بانہ کاوش سے آدمی دوڑا کر تلاش فرماتیں، آپ آجاتے تو گلے لگا کر زیادہ دیر تک باہر نہ رہنے کی، محبت امیر الفاظ میں تاکید فرماتیں۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے ادب سے زمین پر بیٹھ جاتے اور تسکین کلمات سے والدہ معظمہ کو مطمئن فرماتے۔ اب جو آپ نے اس طرح حصول علم کی خاطر سفر کے ارادے کا جو اظہار فرمایا تو جذبہ شفقت نے اضطراب کمزور کیفیت پیدا کر دی، ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود والدہ معظمہ کا دل قابو میں نہ رہ سکا۔ آپ والدہ ماجدہ کی یہ جو کیفیت ملاحظہ فرمائی تو قریب پہنچ کر ان کے دامن قدسی میں اپنا سر رکھ دیا اور اجازت حاصل ہونے تک دامن سے اپنے سر کو جواز نہ فرمایا کچھ دیر بعد حالت ضبط ہو گئی تو اپنے صاحبزادے کے سر کو جوڑ کر انہی کرم حضرت سید رضی حسین قدس کے حیدر آباد میں موجود رہنے کا اطمینان کر کے دلالت فرمایا، تھوڑی دیر پہلے تک دل پر جو گرائی تھی، جاتی رہی، حق تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ دل کر کر کے دعا سے ازدیاد علم اور اجازت سفر کیسے کمال شفقت جعفر رقم ہاتھ لگی لاکر رکھ دی۔

سفر حیدرآباد اور اسلی تعلیم

والدہ معظمہ کی اجازت کے حامل ہوتے ہی آپ نے سامان سفر درست کیا اور جتنا جلد ممکن ہو سکا غزم سفر فرمایا۔ والدہ محترمہ سے ورثہ میں ملا گھوڑا، زادراہ کے لیے تھوڑی سی ریزگاری، حامل فرما کر والدہ مکرمہ سے بوقت رخصت دعا کے طلبکار ہوئے۔

حیدرآباد، خیرالسلاطین کا دارالحکومت تھا۔ ان کی سرپرستی میں علماء و مشائخ کرام کی اک بڑی تعداد یہاں مسکن گزرتی تھی، قابل ولایت اساتذہ کے سب اس شہر کو اک امتیازی شان حاصل تھی۔ اس شہر میں آپ کے تایا قطب وقت حضرت سید شاہ علی قادری الموصوفی قدس سرہ اور آپ کے ذی علم ماموں حضرت سیدی قاضی حسین قدس سرہ بھی موجود تھے۔ ان دونوں بزرگ ہستیوں میں جن کے یہاں جانتے آپ قیام فرما سکتے تھے لیکن آپ نے دوسری فز اور والدہ ماجدہ کے مشاور و اطمینان کی خاطر اپنے ماموں صاحب محترم کے گھر میں قیام کا فیصلہ کیا۔ سفر کی تیاری ہو چکی تو والدہ مکرمہ نے دعا سے یازدہ کاف عطا فرما کر رخصت کیا۔

والدہ ماجدہ کی شفقت و محبت نے حصول علم کیلئے ارادہ سفر کے اس موقع پر والد محترم کی عدم موجودگی کا ذرا احساس ہونے دیا۔ آپ نے باویدہ غم والدہ ماجدہ کی قدمبوی فرمائی اور شدت غم کی متاع کو اپنے نہاں خانہ دل میں پوشیدہ ہی رہنے دیا اگرچہ ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود موج اشک اٹھ کر ملکوں کے کناروں سے ٹکراتے رہے آپ نے ان آنسوؤں کو گوشہ چشم میں جذب فرما کر انھیں سیل رواں بننے نہ دیا اور جلد گھر سے نکل پڑے۔ احباب کچھ دور تک چھوڑنے چلے آئے آپ کے خادم آبادی کے سر سے تک آپ کی مشاوت فرما کر واپس ہو گئے آپ نے ان سب کو رخصت کیا اور بجانب حیدرآباد گھوڑے کو اڑھ لگائی۔

سنہ ۱۲۶۱ کے راستے، جنگلوں، بے آب و گیاہ میدانوں، وحشت انگیز ویرانوں، ہیتاں تغوں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرتے لیکن کسی بھی مقام پر بخوف و ہراس اثر انداز نہ ہوا۔ ذرا سی عمر میں تنہا، رہنما و ہر کے بغیر آپ کا پہلا طویل سفر تھا یقیناً آپ کے حکم و مضبوط ارادہ

کا منظر تھا۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”آپ ایک مہینے طویل سفر پھل گئے تھے۔ راستے کے بعض حصے گھنے جنگلوں اور پہاڑوں کی وجہ انتہائی پرخطر تھے، آپ تنہا گھوڑے پر یہ سفر طے کر رہے تھے“۔

اپنے مقصد کا خیال دس لیے دو چار منٹ بس طے فرما چکے تھے، گھوڑے کیلئے چارہ پانی کا خیال ذہن میں آتے ہی درادیر کے لیے اک ٹھنڈے مقام کا انتخاب کر کے رک گئے، پاس ہی ہری گھاس آگ ہی تھی سواری کو قریب کے درخت سے باندھ کر چرنے چھوڑ دیا خود ایک پتھر پر بیٹھ فرما ہو گئے۔ والدہ ماجدہ کے دعا کی کلمات یاد کر کے دل اٹھ آیا۔ شدید رنج و الم کی کیفیت نے حلق کے غدود پر اثر ڈالا۔ آپ اپنے گلے میں خشکی کے سبب تنگی و سختی محسوس فرما کر بے چین ہو گئے پیاس محسوس ہونے لگی۔ سیدی درویش محی الدین قادری کا بیان ہے:

”آپ کو یکایک حلق میں شدید درد ہوا، دونوں غدد مل گئے شدت کی پیاس ہونے لگی“۔

اکثر تجربہ میں آیا ہے کہ شدید رنج و الم کی حالت میں مرغولہ غم سینے میں بھر جاتے ہیں اور حلق تک ان کا اثر جاتا ہے۔ لیکن جی بھر کر رو لینے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو کر حالت معمول پر آجاتی ہے۔ آپ پر اس وقت ایسی ہی حالت طاری تھی اور اسی کیفیت کا غلبہ تھا کہ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر گھر سے نکلے وقت آنسو ضبط فرما کر چلے تھے یہاں جو درادیر کے لیے رک گئے تو اس کیفیت میں اضافہ ہو گیا۔ شدت پیاس سے مضطرب پانی کے لیے تجسناں نظر دوڑائی۔ قریب ہی کسی قوی الجتہ جانور کے بھاگنے کی آواز پر چونک گئے اس سے آپ نے اندازہ قایم کیا کہ یہیں کہیں ضرر پانی کا چشمہ بھی ہو گا۔ آپ کا قیاس درست تھا۔ ذرا آگے بڑھ کر

حضرت خواجہ عبد الواحد المعروف ابوالبیان جہانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

دیکھا تو دونوں کے عین میں ایک چشمہ پر آب بہتا نظر آیا اگرچہ درختوں کی کثرت اور ان کے آس پاس
چشمہ پر جھک جانے کے حسبِ سبب دکھائی نہ دیتا تھا۔ آپ جہاں کھڑے تھے، ذرا ہی ناسطے
پر یہ چشمہ موجود تھا، آپ اس چشمہ کی جانب بڑھنا ہی چاہتے تھے کہ اس کے کنارے شیر و خنزیر کی
آپس میں ایک دوسرے پر غارتے کچھا۔ سدی درویش محی الدین قادریؒ نے لکھا ہے،
”آپ نے سنا ہے، پانی کی تلاش میں کسی چشمہ پر پہنچے تو دیکھا کہ
ایک شیر اور خنزیر ہے دونوں ایک دوسرے پر غارتے تھے۔“
ان دونوں وحشی جانوروں کی طاقت آزمائی کا یہ ہولناک منظر لائقِ تامل اور سائنس
مگر آپ انہیں پورے اطمینانِ قلب سے ملاحظہ فرماتے رہے، تنہائی سے جڑے اس نظارے سے
آپ کے دل سے غم و الم کا سارا اوجھ اُٹا دیا۔ دونوں جانور کچھ دیر ایک دوسرے پر ڈر و خوف سے
جملہ کرنے کا ناٹک کر رہے تھے پھر کھینے جل کا فائدہ اٹھا کر جدا جدا سمتوں میں روٹوش ہو گئے۔
دنیا اور اس کی ہر شے پر شکلِ شیر و خنزیر آپ کے سامنے مشکل ہو کر آئی تھی۔ آپ نہیں
دیکھ کر ذرا موعوب نہ ہوئے۔ شیر و دنیا کے رعب کی علامت تھا اور خنزیر رُعبتِ دنیا ہو رہی تھی۔
بن کو سنجہ آتا تھا جو بنی ان دونوں پر آپ کی نظر پڑی، دونوں ہی اچانک نے خوف سے تھرا کر
غائب ہو گئے کہ آپ کے احوال پوچھی تھی۔

آپ جاگیردار و صاحب اختیار فاضل سیرکار تھے بطور شاہانہ و عظمتِ فاضیانہ
در بارِ عدل سجالے رکھتے۔ زائد سو سال حلی آری میراثِ منصبِ قضاات کا جشن منا رہا تھا
کی مسند کو آنکھوں سے گلے مرفہ الحال زندگی بسر فرماتے، چاہتے تو آرام و آسائش کی زندگی
بہ آسانی آپ کو حاصل ہو جاتی کہ مسندِ قضاات کا جلال اور قلمِ افتاء کا رعب دونوں ہی آپ کے
دامنِ دولت سے وابستہ تھے۔ طلبِ علم کا شوق بھی امتیازی شان اور طرح کی سہولتوں سے نوازا

۱۔ فضل الکرامات ص ۴۵۔ ۲۔ سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: الدینا ملتی و ملتی یا فلاح

ہو جاتا۔ سب سے علم ماہر نہ کمال سے گھر بیٹھے چلے ہو جاتے مگر آپ نے ایسا نہیں چاہا اپنی شانِ باطنی
و سطوتِ بیابانی کو لبیاں فقر میں چھپا کر رکھا بقول میر منور علی صاحب
”آپ قاضی اور بڑے جاگیردار، جاگیر کی مقول اور فاضل آدمی
قضات و جاگیر کے واحد مالک کو فتوحات بھی کثرت تھیں“

آپ نے عین و آرام کو ترک فرمایا اور سفرِ فرخ چلے ہوئے تاکہ درشت میں ملے قضات کے اس عہدے
سے دست کش رہنے کا تہیہ کر لیا۔ بزرگانہ تعلیم ابتدائی، یہ فرمانِ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، بزرگانِ عالمِ کرم
سماعت فرمایا تھا: ”من جعل قاضیاء فقد خرج لخصی سیکین“ (جس کو قاضی بنایا اس کو
بغیر چھری کے فرج کیا)۔ کیوں کہ یہ سنتِ الہی بھی ہے اور سنتِ انبیاء بھی، سنتِ الہی اس لیے کہ روزِ
حسابِ اُمّہ ”خود قاضی بن کر مخلوق کا حساب لے گا۔ سنتِ انبیاء اس لیے کہ ان کا فہرِ عدل والہذا
کا آئینہ دار ہو گا۔ حضرت ابو بکر رازیؓ نے قاضی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”قضاۃ کے لائق وہ شخص ہو جسے جو تحصیلِ علوم اور مرتبہِ اجہاد اور
عقلِ کامل کے علاوہ ریاضتِ پروردہ نفس رکھتا ہو اور جس کے اخلاق
حمیدہ ہوں۔ ارادتِ نیک اور دلِ نظر الہی سے منور ہو۔“

جس دن سے آپ نے اس فرمانِ عالی کے مفہوم کو ذہن نشین کر لیا تھا، اسے اپنا منشورِ حیات بنا کر
لکھا۔ کبھی بلا ضرورت کسی سے کلام نہیں فرمایا اور جب تک اپنی ذات کو اس مسندِ عدل کے قابل
نہیں بنایا والدِ محترم کی اس جگہ کو نہایت ادب سے نگاہ میں رکھا۔ ان کے وصالِ شریف کے
بارہ سال بعد تک اسی ادبِ احترام کے پیشِ نظر مسندِ رشد و ہدایت و کرسیِ عدل و قضائیت
پر رونق افزہ ہونے سے عذر فرمایا اور جب تک آپ کی ذاتِ گرامی اس عز و شرف سے
مشرق نہ گئی اور علومِ شریعیہ کے کمال اور اس کے شہرے میں ماہرینِ اختصاص سے سندِ فرارغ

۱۔ فیاضِ بیابانی ص ۹۔ ۲۔ مترجمہ مرصاد العباد اورد و ص ۳۲

حضرت خواجہ عبد الواحد المعروف ابوالبیان جہانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

حاصل نہ فرمایا اپنی تربیت علمیہ کے تحت سے رخ نہ مڑا، اسی طرح اپنی سعی جاری رکھی جس طرح سے اس کے جاری رکھنے کا حق تھا۔

حق پروری تو آپ کا مقصد حیات تھا۔ والد محترم سے سلسلہ رفاہیہ کے صاحب مجاز تھے اسلافِ کرام کی عظمت ان کے زہد و اتقا کی شان ہمیشہ ہی سے پیش نظر رکھی تھی، کبھی بھی بے بسر بھی رفاہی آداب فراموش نہ ہوئے۔ حق تعالیٰ کی مرضی اور اس کی رضا کے جس کام کا اہم فرماتے اس کے پورا ہونے تک چین نہ لیتے تھے۔ آپ کا علمی سفر اسی سلسلے کی پہلی کڑی تھا۔ آپ اس سنان قاطع و اسان مشگل میں جہاں دور، دور تک آدم نہ آدم زاد، تنہا کھڑے تھے یہاں کی شدت سے زبان مبارک سوکھ کر سخت ہو گئی تھی، بھوک کے غلبے کا اثر تازہ تھا۔ طرف سے خوفزدہ کر دینے والی تنہائی آپ کی ہمت و استقلال کو چنوتی دے رہی تھی، آپ بلا حصول آپ اس چشمہ کی طرف بڑھنے ہی والے تھے کہ حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی، بھوک پیاس اولذاذ دنیا سے دل کو بے نیاز کر دینے والی نکلن زیتون سے گندھی مان شیریں بذریعہ علیہ السلام آپ تک پہنچائی گئی سیدی درویش محی الدین قادریؒ، آپ کا ارشاد اہل فراتے میں:

”اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سیاہ فام میرے قریب کھڑے ہیں انہوں نے مجھے روٹی غنایت کی میں نے اسے کھا لیا، میری بھوک جاتی رہی، حلق کا درد کم ہو گیا، تشنگی رفع ہو گئی، لب میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے“۔

حق تعالیٰ کی محبت اور اس کے راہ میں پیش آئندہ آزمائشوں کے لیے آپ کو اس خورگہ بنایا جا رہا تھا خضر علیہ السلام کی لالی ہوئی روٹی جو آپ نے تناول فرمائی، بھوک پیاس آپ کے ارادے کے تابع ہو گئے، آپ جب کچھ کھانا چاہتے تھے اشتہا ہوتی ورنہ کبھی اس

فضل الکرامات ص ۴۶

آپ کا ذہن سلیم نہ جاتا خضر علیہ السلام کی دی ہوئی روٹی کھانے کے بعد نہ وہ اضطراب تھا نہ بے چینی نہ وہ حزن و ملال نہ وہ نکاد و لٹ دنیا نہ وہ احساسِ کرب تنہائی، ساری کھلیں اور ساری کھلیں تکلیف رنج ہو گئیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک فدوی کے ذہن نے سپرد قلم کیا:

”جو شخص دینِ عالم حاصل کرنے کھر سے غلبا ہے، جب تک وہ کھر واپس نہیں آجاتا اللہ کے راستے میں ہے“۔ (المفہوم)

سیدی درویش محی الدین قادریؒ نے اسی نکتے پر تبلیغ تبصرہ کیا ہے:

چشمہ حیواں کے کنارے حضرت خضر علیہ السلام نے روٹی کھلا کر گلستانِ الفت الہی کے موسم بہار کا پیغام پہنچا دیا۔

خضر علیہ السلام، آپ کی توجہ کو مٹا ہوا یا کر دہاں سے غائب ہو گئے، آپ پھر اس تنہائی کے جنگل میں کھڑے کچھ دیر پہلے گزے ایک ایک لمحہ پر غور کرتے رہے پھر ارشاد تبارک و تعالیٰ کا مکر ادا فرمایا اپنے گھوڑے پر نظر ڈالی کہ وہ بدستور طوالت سفر کے خیال سے بے نیاز گھاس چر رہا تھا آپ نے اسے خستے کا پانی پلایا اور تازہ و صوفرا کر بجانب منزل گھوڑے کو منیر کیا۔ گھوڑا تازہ دم ہو گیا اور تیز قدم ہو گیا۔ اس کی رفتار سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دوڑ رہا ہے بلکہ زمین زیر قدم کشتی جاری حیدر آباد پہنچے تو اپنے مامول حضرت سید شاہ مرتضیٰ حسین قدس سرہ سے نیاز حاصل فرمایا، سیدی درویش محی الدین قادریؒ فرماتے ہیں:

”جب آپ حیدر آباد پہنچے تو اپنے رشتے کے مامول ہی سید مرتضیٰ حسین کے مکان واقع قطبی گورہ مقیم ہو گئے“۔ ۲۔ فضل الکرامات ص ۴۷

۱۔ حضرت سیدی تھری حسین قدس سرہ، ذی علم و بافتات بزرگ تھے، آپ کے خلاق اور اوصاف عالیہ کا مہذبہ الاکروہ ہو جانا جس محفل میں اشرفین نے جاتے قدر و منزلت اور کرم سے مسرور و شرف پر طعنا ہے

قریب کا ذکر عزت سے کیا گیا ہے۔ سیدی درویش محی الدین قادریؒ نے فرمایا ہے :
 ”حضرت حافظ صدر الدین صاحب صاحب تقویٰ بزرگ تھے آپ کے
 احوال کتاب ”محامد حمادیہ“ میں مذکور ہیں یہ لے

حافظ صدر الدین صاحب رحمہ اللہ کے پڑھانے کا انداز ہم عصر اساتذہ صاحبان سے جدا تھا۔
 آپ جب کوئی آیت تلاوت فرماتے تو اس کی اپنی خوبیوں، مضامین، بدائع، صرف و نحو
 انتخاب الفاظ کی اہمیت کا تفصیل سے جائزہ لیتے۔ پھر اس کے شان نزول کو سمجھاتے لب میں
 اس کی ظاہری و باطنی تفہیم کر کے اس کے مطالب کو خوب بھی طرح سامع کے ذہن نشین کرتے آپ
 جب سخن و آئینہ سے قرآن تلاوت فرماتے تو سننے والے پر دیر تک اس کا اثر طاری رہتا اور صبح
 و جد کرنے لگتی۔ یہ سرکار قاضی پھر تذکرہ نے اک لمبے عرصہ تک اپنی استاد صاحب کتساب فیض فرمایا
 جب تک ان دونوں اساتذہ صاحبان کی درس گاہوں سے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل
 فرما کر سند فراغ لے لی تو بزرگزیادہ آفاق ہو گئے۔ حق تو یہ ہے کہ علم و حکمت کے کبھی نہ سوکھنے والے
 ان سرگرموں سے متاثرین و طلباء متوکلین و متکلمین کی تشریف آوری ہمیشہ مستفیض ہوتی رہی
 آئے جب ان علمی نہروں کی بوند بوند پاکیزگی سے اپنی علمی پیاس بجھالی تو علوم عقلیہ و نقلیہ کا کوئی
 شعبہ باقی نہ رہا۔ معرفت حق سے روح بھی آشنا ہوئی گئی۔ وہ علم جس کی ابتدا آپ نے اپنے والد المحرم سے
 فرمائی تھی اس انتہا میں حافظ صدر الدین صاحب رحمہ اللہ کو پایا۔ مولوی بشیر الدین صاحب بشیر نے لکھا ہے :
 ”اولاً آپ کے اپنے والد ماجد قبلہ سے پھر حضرت فقر اللہ شاہؒ

سے بعد ان کے مولوی قطب الدین صاحب سے پھر حافظ صدر الدین صاحب
 رحمہ اللہ سے تعلیم پائی۔ یہ تمام حضرات جید عالم اور صاحب دل تھے۔
 سیدی درویش محی الدین قادریؒ نے آپ کا یہ بیان نقل فرمایا ہے۔

۱۹ فضل الکرامات ص ۲۹ (مجھے کوشش ہے باوجود یہ کتاب نہیں ملی ورنہ کچھ اور حالات بیان معروض تھے)
 ۲۰ شجر وفا ندان بیابانی ص ۱۱

”میں نے وہ پہلے اول میں قطب الدین صاحب اور وہ پہلے آخر میں مولوی
 حافظ سید صدر الدین صاحب سے درس حاصل کیا یہ دونوں حضرات بزرگ
 عالم اور باخدا بزرگ تھے“ لے

ان صاحبان علم و فضل سے جو علوم کی انواع میں کمال تحقیق و تدقیق، نہایت رغبت و
 وسوسہ سے دس سال تک وسعت نظر پیدا فرماتے رہے، تاختم درس و افاضہ کوئی دن ناغہ نہ
 فرمایا۔ سیدی درویش محی الدین قادریؒ کا بیان ہے :
 ”علوم قرآن، سنت اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کے لیے دس دس سال
 کا سلسلہ دس سال تک جاری رکھا“ لے

باکمال اساتذہ صاحبان کی ان درس گاہوں سے جب دستار فضیلت و سند فراغ
 حاصل فرما کر اچھے تواریق تاجداران علم کے ہاتھوں بغیر و شرف کی چادر اوڑھ کر انصاف و سعادت اللہ
 کا جامہ پہنا اور زہد و اتقا کی تسبیح کو انگلیوں میں جامل کر لیا۔ آپ جو اس شان سے اوصافِ رفقا
 کو سینے سے لگاے یہاں سے نکلے تو آپ کا کان قدسی ان علمی خزانوں کے آبدار موتیوں سے
 چھلکنے لگا تھا اور سطوتِ اسد اللہی کا تلج زرخار اسلاف کی عظمت و جلالتِ شان جیسے جہین
 ندی سے جھلکنے لگا۔ جب تک حیدر آباد میں رہے اپنے ان جلیل القدر اساتذہ صاحبان سے استفادہ
 علمیہ کے کسی لمحے کو ضائع نہ فرمایا۔ ہمیشہ مودبانہ طعنے نہ لہا کیے۔

۱۰ فضل الکرامات ص ۲۶ لے حضرت پرورش قدس شاہ محمد شفی بیابانیؒ کا بیان ہے کہ آپ جو علوم
 میں ماہر نہ کمال سے سند فراغ حاصل فرمایا تھا۔ دونوں اساتذہ صاحبان سے آپ نے ”علم صرف و نحو، منطق
 صافی، فقہ، حدیث، اصول علم حدیث، تفسیر، عقاید، فرائض، لغت، علم سیاق، اصول فقہ
 مناظرہ، تصوف، حکمت، قرأت، قواعد فارسی، بلاغت، علم استقراق، علم مدنی، فصاحت
 تاریخ، انشاء، شعر، استدلال، خط، علم لفظ، عروض، جفر، ہندسہ، ہیئت، حساب“ حاصل کیے تھے۔ ۲۰ فضل الکرامات ص ۲۶

علم حصولی سے فراغ حاصل فرمایا تو علم حضوری کے لیے اپنے تایا سیدی آقائی مولائی سید شاہ غلام علی قادری الموسوی قدس سرہ کے یہاں روزانہ دونوں وقت حاضری و حضوری کے شرف سے مشرف ہونے لگے۔ فدوی ایسے آپ کی حیات قدسی کا قابلِ غور و شرف دور سمجھتا ہے کہ جب آپ ان باکمال اساتذہ صاحبان سے تحصیل تکمیل علوم کے بعد اعلیٰ کمال کا تاج زرین اور تاج و تاجدار سے لگائے محترم تایا صاحب کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضر ہو کر توفیق تالیف نگاہ لگائے سرکارِ اہل بیت اسی دن سے آپ محترم تایا صاحب کے حجرہ قدس میں گوشہ گیر ہو کر ایک مدت تک استفادہ باطنی و اسرار الہی کی تعلیم سے خود کو مشرف کر لیا۔ دل کی کیفیت ہی بدل گئی۔ شغف و شوق نے علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ تصور تصدیق کی مشق کیا کر لی کہ دل عیالین دنیا سے یزاد ہو گیا جب بھی محترم تایا صاحب بہ محبت فرصت دیوان حافظ پڑھتے عشق الہی سے دل بھر جاتا۔ حتیٰ تو سیر حضرت کی صحبت کیا میسر آئی کہ پاس ہاتھ آیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسرار و رموز سے واقف ریاضت و عبادت کی مشقت، مجاہدہ و تزکیہ نفس، فن ماکر و اخلاق، ملکیت کا لطف اٹھا حضرت نے اپنی خصوصی توجہ سے آپ کے خانہ قلب کو عرفان الہی سے کیا معمور کر دیا کہ آپ کی روحانی منزل کو آسان کر دیا۔ سید صاحب حضرت واجب الوجود کی محبت اور اس کی معرفت کی تڑپ شب و روز مضطرب کیے رہتے تھے۔

۱۔ حضرت ابو بکر دیکر ماری چڑھتے ہیں:

”علوم ظاہری تو وہ سب ہے جو مجاہد کرام کے اقوال افعال سے حاصل ہوا اور اسی پر بالعموم صحابہ کرام نے سلسلہ عمل کیا اور اسے سکھا اور وہ علم کتاب علم سنت علم تفسیر علم اخبار علم الآثار علم فقر اور جوان کے متعلق ہے اور علم باطنی، احوال کی معرفت اور معانی کا وہ علم ہے جو جبریل علیہ السلام کے وسیلے بغیر غیب سے تھا اودانی میں حالت فی ممانہ وقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا“ مرصاد العباد ترجمہ ص ۳۲۱

قلب الاقطاب حضرت سیدہ غلام علی قادری الموسوی قدس سرہ

سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم المرتبت فرزند، خالوادہ قادریہ موسویہ کے روشن چراغ، سیدی آقائی مولائی سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہ کے نور نظر اور فرزندِ اکبر تھے۔ سلسلہ نسب باپس و سہول سے سرکار شہنشاہ بغداد سے مل جاتا ہے حضرت کے والد محترم حضرت سیدی سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہ قادری تھے قدس سرہ کے والد محترم کے حقیقی ماموں صاحب تھے اسی رشتے سے سیدی سید شاہ غلام علی قادری قدس سرہ، سرکار قادری بیٹھ قدس سرہ کے تایا ہوتے تھے حضرت کے روحانی و علی تر مقام و مرتبہ کے لیے بس اتنی ہی بات کفایت کرتی ہے کہ

”ہفتہ میں ایک بار حضرت خضر علیہ السلام آپ کی ملاقات کو آیا کرتے تھے اسی طرح آپ کی ریاضت کا یہ حال تھا کہ سال بھر آپ کے آرام نہیں فرمایا“ ۱۔

سیدی وحید القادری عارف قدس سرہ نے سرکار قاضی بیٹھ سے آپ کی رشتہ داری کا ذکر مطرح کیا ہے

”حضرت شاہ افضل بیابانی کے والد ماجد حضرت سید شاہ غلام محمد الہی بیابانی، حضرت سید شاہ موسیٰ قادری کے خواہراے تھے، اسی رشتے سے حضرت شاہ افضل بیابانی حضرت سید شاہ غلام علی قادری

الموسوی کے بھتیجے ہوتے تھے“ ۲۔

بعض تائید غیبی اور آپ کے ذوق آفرینی کا اثر تھا کہ بلاسلوک کی تعلیم کے حصول کا شوق آپ کو حضرت کی جناب میں بچپن سے تھا۔ حضرت سید وحید القادری عارف و فاضل تھے:

”آپ نے حضرت فقیر اللہ شاہ صاحب، مولوی قطب الدین صاحب، حافظ صدر الدین صاحب سے علوم باطنی کے تعلیم کے علاوہ حضرت

سید شاہ غلام علی قادری الموسوی سے راہ سلوک کی تعلیم حاصل کی ۱

حضرت کا یہ فیض محبت تو شفیت الہی کا ایک حصہ تھا، آپ نے تو حضرت قدس سرہ کے شب و روز کی تلقین سے اس قدر استفادہ فرمایا تھا کہ کسی بھی زمانے میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ جب تک کہ کی خدمت میں رہے عجز و نیاز سے عبارت شانہ روز کا لطف اٹھایا یا اللہ بستر سے اپنی بیٹھ نہیں تھی لعلی سے محبت کا شغف دل سے جدا نہ تھا، ذکر و کار کے سبب اس کیفیت کے اثر کو تازہ رکھا، حضرت نے جس کی ذکر کے کرنے کی اجازت عطا فرمائی آپ نے اسے ”در کمال تک پہنچا“ ایقان کی اس منزل پر شغل نیم شبی نے اپنا سخی نزل لدا لدا کنو کی لذت کا کچھ لایا خوگر کر لیا کہ حج کا میں حضرت محو الواربات الہی ہا کرتے آپ بھی ایسے وقت نزول تجلیات سے اپنا حصہ لے لے کچھ ہی دنوں میں حضرت کی نظر فیض اثر نے آپ کے قلب طاہر کی کچھ ایسی تربیت کی آپ خلاق ربوبیت سے آراستہ ہو گئے، اس عطیہ خداوندی کے سبب آپ نے دواماً اپنے غمانِ توجہ ریاضت اور مجاہدات کی طرف موڑ دی، حضرت سیدی درویش محمد الدین قادری نے فرمایا: ”اس دوران آپ کو ذوق و شوق قلبی نے عبارت و مجاہدہ کی طرف کھینچا۔ حسن اتفاق کہ اس نوبت پر آپ کے رشتے کے تایا حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسوی جتائہ مدد کا فیض محبت اور رہبری حاصل ہوئی“

سیدی سید شاہ غلام علی قادری الموسوی قدس سرہ کا معمول تھا کہ کبھی نصف شب کے بعد نماز کا درس بھی دیا کرتے، ایک دن آپ دیوانِ حافظ کا کوئی شعر ارشاد فرما کر اس کی معنوی خوبیاں بیان کر رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی۔ آپ حضرت کے پاؤں سے لگے بیٹھے تھے، تھوڑی نہ گزری تھی کہ حضرت کا قلب ذکر کلمہ طیبہ سے جاری ہو گیا، قلب ہی سے کلمہ طیبہ کا ذکر سننے کی روح جبر کرنے لگی، آپ نشہ عرفان الہی سے سرشار ہو کر اٹھ اور حضرت قدس سرہ کے

۱۔ مشکوٰۃ النجۃ، ضخیمہ جلد ۱، ص ۱۳ ۲۔ فضل الکلمات ص ۲۷

ذکر کا مساندہ وار طواف کرنے لگے۔ ابھی ایک مشوٰط پورا نہ ہوا تھا کہ حضرت بند سے پکار ہو گئے۔ ارشاد ہوا،

”ایک روز آپ آرام کر رہے تھے اور میں آپ کے پاؤں دبا رہا تھا، حضرت قدس سرہ کا قلب مبارک جذبہ نیاز مندی سے مملو تھا، اور حضرت سید شاہ غلام علی قادری صاحب قبلہ مشغول بہ نیاز حالت نوم میں تھے۔ میں نے حضرت کا طواف کیا اور دست بستہ کھڑا ہو گیا“ ۱

حضرت سیدی سید شاہ غلام علی قادری الموسوی قدس سرہ کا قلب طاہر ذکر سے جاری تھا اس کے اثر سے سرکارِ قاضی بیٹھ قدس سرہ کا جسم قدسی مشغول بطواف ہو گیا۔ جو اپنی حضرت قدس سرہ نے پردہ چشم اٹھا کر آپ کو دیکھا کہ آپ جذبہ نیاز مندی سے مساندہ وار طواف کمال ہیں، نہایت خشقت و محبت سے ارشاد فرمایا:

”کیا تم نے کچھ دیکھا ہے“ آپ نے عرض کیا ”ہاں دیکھا ہے“

کہ حضرت کا قلب شریف بجا الم نوم ذکر کلمہ طیبہ سے جاری تھا ۲

بس آسانی سماعت فرمایا تھا کہ حضرت فرطِ مستر و انبساط سے اٹھ بیٹھے اور آپ کو اپنی آنکھوں میں لے کر سینے سے لگایا اور اپنی ساری کیفیت قلبی و قوت روحانی آپ کے قلب طاہر میں منتقل کر دی اور یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے:

”الہی جیسا میرا حال ہے اس کا بھی حال ایسا ہی فرمادے“

اس کے ساتھ ہی ذکر کلمہ طیبہ تلقین فرمائی ۳

اور دیر تک مراقب ہوئے۔ بعد فراغت مراقبہ فیوضات و برکات، امانتِ دولتِ قادریہ دکاہ

۱۔ فضل الکلمات ص ۲۷ ۲۔ فضل الکلمات ص ۲۷

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابو لیان سجانی شاد بیابانی رفاہی القادری۔

صحراوردی

آپ کی پاکیزہ نفسی کے اکیس سال پورے ہو چکے تھے، دل حب جاہ، حب وطن اور ملائق ذہنی اور اندیشہ کمال و ذوال سے بے نیاز ہو چکا تھا، ذکر وادکار کی مداومت سے تافض ہمیشہ جاری رہنے لگے، کچھ بھی جو شفیق تیار اقدس سر و نکات اسرار الہی کا انکشاف فرماتے تو محبت الہی اور حق تعالیٰ سے دل کی مضطرب جہیں کیے رہتی، دل کی اس انقلابی تغیر پذیر حالت سے مجبور استاد محترم حافظ صدر الدین صاحب قدس سرہ کی درس گاہ چلے جاتے کہ اپنے پایا صاحب محترم سے ادب کیش نظر دل کی اس کیفیت کا اظہار نہ کر سکتے تھے حافظ صدر الدین قدس سرہ کی درس گاہ اک طرح سے آپ کے تسکین کا ذریعہ تھی، جب بھی آپ اپنے استاد محترم سے ملنے ان کے درس کی خوبیوں کا لطف اٹھاتے۔ فی الحقیقت اس آفتاب علم کی روشنی سے دل و دماغ کو کچھ ایسی تازگی و توانائی حاصل ہو جاتی کہ شوق عرفان جن کا حصول اور عشق حضرت لہریل کو پانے کی للک جنتہ القلب کو منور کر جاتی، اشتیاق تقرب الہی بڑھ کر آمادہ محرابوردی کرتا لیکن عقل قیود و حدود شرع سے نکلنے نہ دیتا۔ آپ اپنی اس کشمکش اور کشاکش کو اپنے استاد محترم سے بیان کرنے کا ہر مرتبہ ارادہ کرتے اور کسی انجانی قوت کے سبب کچھ بھی کہنے سے

(الماتی ص ۸۰ کا حاشیہ)

جنت محبت کی نہر رفاہ ہے۔ جنت معرفت کی نہر اخلاص ہے۔ جنت قربت کی نہر رفاہات الہی ہے۔ جنت مشاہدہ کی نہر رطایف ہے۔ جنت وصال کی نہر محبت اور جنت بقا کی نہر سکینہ ہے۔
تفسیر سورہ القرآن ص ۲۹
۱۔ حبۃ القلب: دل کا وہ نقطہ جس سے دل کسی بھی شے سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابو لیان سجانی شاد بیابانی رفاہی القادری۔

عطا فرمائی، اس عطائے نعمت و دولت عظمیٰ کے بعد ہر صدیک سال حجہ قدسی میں آپ مشغول بہ ریاضت و عبادت رہے حضرت درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:
حضرت قدس سرہ آپ کی خدمت میں کم و بیش ایک سال رہے۔

الوشب روز ذکر وادکار کی مشق کے ساتھ نسبت اولیہ کو مزید مستحکم بنانے رکھا اس ساری مدت میں آپ نے حضرت سید شاہ غلام علی قادری قدس سرہ کے حجہ قدسی سے اپنا قدم باہر نہ نکالا حضرت کے فیضان سے دن دوئی رات چوکی ترقی جو ہوئی تو از خود آپ کی ذات گرامی سے چھ وہی سنتوں اولیہ، سکینہ، وجدانیہ، حفظیہ، عشقیہ و ملیکہ کا ظہور ہونے شفیق دایا کی رموز آشنا نکلا میں جب بھی انہیں دیکھتیں، ترقی درجات و مقامات بلند آسمان ہو جاتے۔ آپ نے حضرت قدس سرہ کے ان اوقات قدسی کے ایک ایک لمحے سے اپنی ذات کو ذوق و دلان اتن دیہی سے پابند رکھا تھا وہ آپ ہی کا حق تھا۔ حضرت جب تہجد کے بعد بیدار ہوتے تو آپ بھی بستر سے اٹھتے اور حضرت کے وضو کے لیے پانی لوٹے میں نے وہ رہتے، حضرت کے وضو فرمانے تک لوٹے سے پانی دیتے جاتے۔ اسی حجہ قدسی میں حضرت قدس سرہ عبادت الہی کیلئے قیام فرما رہے تھے تو آپ بھی جلد وضو فرما کر حضرت کے محراب واد الہی رہتے۔

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابو لیان سجانی شاد بیابانی رفاہی القادری۔

۱۔ فضل الکرات ص ۸۰۔ نسبت اولیہ: اولیا متقدمین سے روحانی تعلق، نسبت جملہ انبیاء کرام علیہم السلام سے شرف نیاز۔ نسبت وجدانیہ: تصرفات روحانی، نسبت حفظیہ خود سے بخیر اور عالم سے بے غمی۔ نسبت عشقیہ: حق تعالیٰ کے وجود کا قرب و مقربین نسبت نوری مخلوق سے تعلق پر فی ظہر زنادی حب لکھا ہے: اہل معرفت کو اپنے ایمان و عمل کی برکت اسی زندگی میں کئی جنتیں نصیب ہوتی ہیں جنتا جنت ہدایت، جنت بویہ، جنت محبت، جنت معرفت، جنت جنت مشاہدہ، جنت وصال، جنت بقا، ان سب جنات کے چمکے الگ الگ روحانی نہریں رواں رہتی ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابو لیان سجانی شاد بیابانی رفاہی القادری۔

۸۲ رک جاتے مینور علی صاحب نے آپ کی اس کیفیت کے لمحات کا ذکر آپ ہی کے الفاظ میں نقل فرمایا ہے :
ارشاد ہوا :

”ایک دن میں اپنے استاد مولانا حافظ حضرت صدر الدین صاحب سے عرض کیا کہ مجھے بھی معرفت الہی کا حقیقی سبق دیجیے“

سیدی درویش بی الدین قادری رح نے آپ کا یہ ارشاد اس طرح نقل فرمایا ہے :
”ایک روز میں حافظ صدر الدین صاحب سے راہ خدا کا طالب ہوا“

اور اپنے قلب کی اس کیفیت و بیابانہ حالت کا اظہار کر کے کشورِ خاطر کے خواستگار ہوا
حق آگاہ استاد نے کشف باطن سے سب کچھ جان لیا تھا قریب بلیا اور کہا :
المجاز قنطرۃ الحقیقت پہلے آپ مجاز آئنا دل کسی

سے والبتہ فراموش“

استاد محترم کے اس ارشاد کو سنتے ہی آتش شوقِ صحرانوردی بھڑک اٹھی، عشق الہی کا
ترب و دہندہ ہو گیا۔ استاد محترم کے الفاظ پر وہ گوشِ قدسی سے ٹکراتے اور ماہلِ بہشت تیار
کرتے رہے، کسی سنان و دیران مقام کی جانب نکل جانے کا خیال دل کو آمادہ کرنے
مجاز کیا ہے، دل کی وابستگی کسے کہتے ہیں، کسی سے دل کیسے لگایا جاتا ہے۔ یہ وہ
اکتشافات تھے جس پر آپ گھنٹوں غور فرماتے رہے، گھر واپس آئے تو حجرہ قدسی میں
محترم تایا صاحب کو منتظر پایا، علوم شریعت کی پاسداری کے سبب اپنے بے چین
کی حالت کا ذکر نہ فرمایا۔ زہدِ الفاوی کی زبردست قوت ارادہ صحرانوردی سے روک کر
حق تعالیٰ کی خوشنودی کی تلاش میں اس پاک جذبے سے ایک دن صبح جواٹھے تو
کچھ تنہائی، کششِ خاکِ صحرانوفانی، لہ لہ اپنی جانب کھینچا۔ اک بخیانِ جاذبیت اور اک

لے ضیاءِ بیابانی ص ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

۸۳ لے فضل الکرامات ص ۵

۸۳ معلوم مقناطیسی قوت آپ کے دل کو سوز و گداز سے آتشاکیے وارفتہ و دیوانہ بنائے کئی دن تک
ہول اور غیر آباد سنان مقامات میں لیے پھرتی رہی، کتنے ہی دن نظائِ جمالِ حق کی آرزو
میں بیت گئے اور کتنی ہی راتیں احتیاطِ فکر و نظر میں گزر گئیں۔ ایک دن آپ کا جذبِ باطنی
لہ لہ کی سمت وجہت سے بے نیاز آپ کو بے آب و گیاہ میدانوں کی طرف لیے چل پڑا۔
آپ یوں چل رہے تھے جیسے کوئی برہنہ آپ کو اپنے ساتھ لیے چل رہا ہو کسی سے کوئی
مطلب نہیں تھا نہ ہی کسی چیز کی طلب تھی۔ نہ کسی سے آپ واقف نہ کوئی آپ کا شناسا
راستے کے پیر پودوں، سرد و گرم ہواؤں، قصبات و قریوں سب سے بے نیازی شان
ہے خیالی و جذبِ باطنی سے میدک کی پہاڑیوں کا رخ فرمایا : ارشاد ہوا :
ایک روز میں بہ جانب میدک چل نکلا“

نہ روز و شب کا خیال، نہ وقت و موسم کی خبر، دنیا بھٹلا کر حق کی راہ تلاش کرنے چل پڑے
تھے کبھی آبادی میں گلی کوچوں سے ہو کر چلے اور کبھی وادیاں اور دیر لے قطع فرمے۔ منزل
سے بے خبر، راستوں سے ناواقف، میدانوں، کھیت کھیلانوں سے گزے۔ بھی دشوار
گزار گھٹیاں طے فرمائیں تو کبھی بہاؤ پرانی ندیاں پار کریں۔ دل کہیں بھی رکنے اور ٹھہرنے
پر راضی نہ ہوتا تھا جس شے پر آپ کی نظر پڑتی تھی کششِ نظارہ سے محروم نظر آتی تھی۔ یوں
مجموع میں نگاہیں سیاحت کماں کتنے ہی جنگلوں، کتنے ہی بیابانوں اور کتنے ہی غیر
الہ و سنان کھنڈروں اور نامعلوم وادیوں میں آپ کو لیے پھرتی رہیں لیکن منشاءِ استاد محترم
ہیں پورا ہوتا نظر نہ آیا۔ راستوں کی خرابیوں اور نامعلوم راہوں کی مشکلات کے باوجود شاہ
جمال حق کا شمع دل سے جدا نہ ہوتا تھا۔ کبھی سحر کی تنہائیوں میں کی چشمہ یا ندی کے کنار
صحرانوردی سے ملاقات ہو جاتی اور کبھی تنہا کششِ صحرانوردی سے جادہ بیابانے۔

۸۲
مید کے قصبے پانپا پیٹ کی پہاڑی سے ماہن میں پہنچے تو جمال حق کی حضور زنگ لائی، طلب
شوق راہ خدا اور تقاضاے قلب عشق طلب کے سبب

۲
"موضع پانپا پیٹ کی پہاڑی میں کچھ توقف کیا"
حق تعالیٰ سے لو لگے جذبہ شوق و شہید و الہانہ محبت میں یہاں جو توقع کیا تو شب
کا فرق ہی مٹا ڈالا۔ آفتوں پر حق تعالیٰ کی یاد اور اسی کے رنگ میں رنگ جانے کا خیال
تازہ رہتا۔ جہاں دل چاہتا رک جاتے جس طرف دل لے چلا جاتا چلے جاتے اسی کے ہاتھوں
مجبور اسی کی تحریک اور تقاضاے محبت کے اثر سے ایک دن پہاڑی سے اتر کر کشاں کشاں
پانپا پیٹ کی اس بستی میں چلے آئے، جہاں زمانہ قدیم سے رنگ ریز آباد چلے آ رہے
بستی کے ناہوار کچے راستے، چہار دیواری سے محروم مٹی سے بنی ناپائیدار جھوپڑیاں،
در و دیوار و شجر رنگنے والوں کے دگ سے آشنا نظر آئے۔ یہ ماحول بڑا ہی پرکشش تھا۔ ہر شے
کسی نہ کسی رنگ کا غلہ دکھائی دینا تھا۔ آپ و فرغ غلبہ شوق دید سے ہر شے کو بے نظر تجسس
فرماتے رہے جیسے کسی گم شدہ شے کی تلاش ہو، ہر شے کو دیکھ لینے کی چاہ کے باوجود
دل لگانے کا خیال بھولے لبرے بھی سمجھائی نہ دیا۔ درختوں سے لگے پھول چل، ہر ایک کی
طلب نگاہوں سے دیکھنے کے بعد کسی جانب نگاہ بند کیئے تھوڑی دیر کسی پتھر پر شہین نظر

۳
لے حق تعالیٰ کی محبت اور اس کے عشق کی تڑپ کھنے والادل یوں ہی بے آسانی کسی کو عطا
حضرت سیدی عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں: "جس پر حق تعالیٰ افضل فرماتا ہے اس کو
ظن پہنچ لیتا ہے اور اس کے قلب میں اپنا شوق اور دلی خواہش و طلب ال دینا ہے کہ وہ لائق
مشاہدوں کو عبور کرنا ہوا (اللہ کی طلب میں) آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پھر مقام ثانی میں
اس کو انوارِ باقیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔" ابریز بریز مر مر جہاں عشق الہی میری صفت ۲
لے افضل الکلمات ۵

۸۵
کوئی لمحہ نہ گزرا تھا کہ عجیب کیفیت و سرور کی لذت سے دل آشنا ہو گیا شعلہ نگارہ نے بلکے تھکنے
کی فرصت بھی نہ دی۔ آنکھیں نظائے جمال سے مشرق ہو گئیں۔ منشاے استاد محترم تکمیل
پا گیا، حق کو پہچاننے کی صورت سامنے آگئی بلکہ آنکھیں محبت کے روشن سے منور ہوئیں۔
اپ اپنے استاد محترم کے بنائے ہوئے راہ خدا کی تلاش کے خیال کو قلب کے گوشے گوشے میں
پھیلے ناہوار راستوں پر چلنے کی مشقت، بھوک پیاس سے بے نیاز توفیق و مہم کی
شدت کو سینے سے لگائے، دیوار و امصار، دشت و ہمسار میں اک مدت سرگرداں رہنے کے بعد
یہاں جو پہنچے تو دل نے تصدیق اور عقل نے تسلیم کر لیا کہ استاد محترم نے مجازاً جس سے اپنا

۴
سے ہزار ہزار کوششوں اور آرزوں کے باوجود کوئی اس راہ کا خیال نہیں پیدا کر کے کامیاب
نہیں ہو سکتا اکثر ہمینی شاہد نے لکھا ہے: "اللہ تعالیٰ جس کو سرفراز کرنا چاہتا ہے اس کو اپنا درجہ
بخشتا ہے اور اسی سے حق تعالیٰ مل ہو سکتا ہے کوئی ہزار چاہے کہ معرفت الہی حاصل کرے اس کے بس کی بات
نہیں ہے۔" (ابن الدین علی علی ص ۲۴۱) — اس کی راہ کا سرخ حرف اس کی کھائی
لشایوں سے پانے کے لیے کئی ایسے رستوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے جہاں لغزش و نگر و نظر
ماری کوشش و محنت کو راکھاں کر دیتی ہے۔ یہ راستہ ایسا ٹھن اور پر خطر ہے کہ اس راہ سے
کسی کا حرف صحیح و سلامت ہی گزرنا ناہت بڑا امر کہ سر کرنا ہے۔ صاحب مرصاد العباد نے لکھا ہے:
"اس بارگاہ کی راہ اسے نہیں ملتی جو خود آنا چاہے بلکہ اسے

۵
ملتی ہے جسے خود لایا جائے۔"
با عشق جاں اگر تم نفسی یک حرف بس است اگر در تن کسی
تا بہ کوئی دولت ماندہ رسی در مالوگی رسی کہ در ماہہ رسی
(مواہد العباد ترجمہ ص ۲۱۸، ۲۱۹)

دل والبتہ کر لینے کا مشورہ دیا تھا وہ یہ ہے جس شے پر آپ کی نظر پڑی تھی وہ حسن کا چہرہ نہ تھا۔ مدتوں کی تلاش اور صحرانوردی کے بعد آج یہ صورت سامنے آئی تھی۔ آنکھوں نے کسی اختلاف اور دل نے کسی تذبذب کے بغیر فریٹ کے اس آئینے میں ازل کے اس جلال پر نشیں کو کچھ اس طرح جلوہ گرد کیا کہ اس کی تصویر لوح دل پر نقش ہو گئی۔ یہ نظر کچھ ایسی اعتبار کشش اور ایسی جاذبیت سے معمور تھا کہ انکشافِ باطن کو ذرا دیر نہ لگی۔ آپ کی تجسس نگاہوں سے اس رنگ شناس کا رنگ چھپ ہی نہ سکا۔ پاپنا پیٹھ کی پہاڑی کے دامن میں جو آپ چھپر ریشہ بین فرما تھے سامنے ہی اس رنگینہ کو شان بے نیازی سے کپڑے کے ظاہر و باطن کا رنگ دیتا ہوا دیکھ کر آپ پر محویت سی طاری ہو گئی حق تعالیٰ کی محبت کو اسی طرح رنگ جاں پیوست کرنے کی برسوں کی توڑ پ رنگ لائی، اسی عالم محویت میں اس رنگینے دلے کے پر جو آپ کی نظر گئی تو آپ کا دل اس کی ذات میں چھپے اسرار کا والبتہ ہو گیا اس رنگ کے رنگ نے کپڑے کو کچھ اس طرح اپنی ذات کا ہر رنگ بنالیا تھا کہ یقین کی ہر کیفیت اس رنگ کی بے رنگی کا حصہ بن کر ظاہر ہوئی اور بموجب استاد محترم

”دل اس کا والبتہ ہو گیا“ لے

جس میں خود کو چاہنے اور ہر طرح چاہے جانے کی صفت جو بالذات حضرت باری عزوجل خاصہ تھا بلکہ اہل و عام موجود تھی۔ بلکہ جھپکنے کی دیر میں اس نے جو آپ کے قلب کا رنگ بدل ڈالا تو اس رنگ کی حقیقت اور اس رنگینے دالے سے اس رنگ کی قربت کا ہو گیا، از خود آپ کے قلب کی وابستگی اس سے خالص لوجہ اللہ ہو گئی اس نے کسی رنگ کی کے بغیر آپ کے یقین و محبت کے رنگ کو کچھ ایسا رنگ دیا کہ دل کے ظاہر و باطن کی پاکیزگی ہر رنگ آشکار ہو گیا اور کمال وابستگی سے اس نے جو دو کے ریشے ریشے کو دی کچھ ایسی رنگینی رنگ سے کبھی نہ ملے۔ ارشاد ہوا:

۱۔ فضل الکرامات صفہ

”میرا عشق افعال و صفات سے مستغنی ہو کر ذات والبتہ ہو گیا“

اس منظر نے غروب آفتاب سے ظہور شفق تک آپ کو خود سے جو میجر رکھا اور اس کے رنگ نے ہر رنگ میں اپنی جگہ بنالی تو آپ وہاں سے اٹھے اور کسی نامعلوم سمت روانہ ہو گئے۔ ۲۔ جب کبھی اس نظر سے اس نسبت رنگ کی معرفت حاصل فرمائیے تو گکادٹ کی اس گرہ کو سینے میں اور اس کے عروج کی کیفیت کے منظر کو آئینہ دل میں دیکھتے اور کسی جانب نکل جاتے صبح سے شام تک مفقود الخیر ہوتے، رات کسی چٹان کے سارے میں اور کبھی سارا رات پہاڑی پر رہتے

۱۔ ضیاء بیابانی ملک ۲۔ ساری کائنات میں اسی نور الوہی کے حسن کا جلوہ ہے اسی کے عین کی کشش کے سبب ہر فرد ایک دوسرے پر رقیبتہ ہے۔ یہی نور فطری عشق مجازی کہلاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اسی نور کی حقیقت کو ہزاروں ہزار حسن مجازی کے پردوں میں چھپا رکھا ہے کہ ہر ذرا اس اس کی حقیقت کو جانے بغیر اس پر اپنی مفسدانہ نظر نہ ڈال سکے اور وہ اپنے عشق میں دیر ہو کر روح کی پاکیزگی کی بجائے اسے نفس کی خواہشوں سے چاہنے لگے اور اپنے زعم میں بھٹی عشق کر بیٹھے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پورا حسن ہم پر ظاہر نہیں فرمایا۔ اگر

وہ ایسا کرتے تو ہم ان کے جلال عالم تاب کی تاب نہ لا سکتے تھے

(بحوالہ انسان کامل محمد بن علوی المالکی مترجم سید ابن عثاری)

ایسی لیے آپ کے جلال کا مشاہدہ جب انسا میں کیا جاتا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی جہت قرار دے کر اس شے سے حق تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے محبت کی پرورش کی جاتی ہے بلکہ جب کسی ذی حیات میں آپ کے جلال کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو اس کی ذات حق تعالیٰ کے عشق کا لازمو وسیلہ بن جاتی ہے۔

دل والبتہ کر لینے کا مشورہ دیا تھا وہ یہی ہے جس شے پر آپ کی نظر پڑی تھی وہ حسن تھا
 کا چہرہ نہ تھا۔ مدتوں کی تلاش اور صحرانوردی کے بعد آج یہ صورت سامنے آئی تھی۔ آپ نے
 کسی اختلاف اور دل نے کسی تذبذب کے بغیر غریب کے اس آئینے میں ازل کے اس جمال
 پر نشیں کو کچھ اس طرح جلوہ گرد کیا کہ اس کی تصویر لوح دل پر نقش ہو گئی۔ یہ نظر کچھ ایسی اشیاء
 کشش اور ایسی جاذبیت سے معمور تھا کہ اختلاف باطن کو زرادیر نہ لگی۔ آپ کی تجسس
 نگاہوں سے اس رنگ شناس کا رنگ چھپ ہی نہ سکا۔ پاپنا پیٹھ کی پہاڑی کے دامن میں جہاں
 آپ پتھر پر نشین فرما تھے سامنے ہی اس زنگیز کو شان بے نیازی سے کپڑے کے ظاہر و باطن
 رنگ دینا ہوا کچھ کر آپ پر محویت می طاری ہو گئی حق تعالیٰ کی محبت کو اسی طرح رگ جات
 پیوست کرنے کی برسوں کی تڑپ رنگ لائی، اسی عالم محویت میں اس رنگنے والے کے
 پر جو آپ کی نظر گئی تو آپ کا دل اس کی ذات میں چھپے اسرار کا والبتہ ہو گیا اس رنگ
 کے رنگ نے کپڑے کو کچھ اس طرح اپنی ذات کا ہر رنگ بنا لیا تھا کہ نقیب کی ہر کیفیت اس رنگ
 کی بے رنگی کا حصہ بن کر ظاہر ہوئی اور بموجب استاد محترم

”دل اس کا والبتہ ہو گیا“

جس میں خود کو چاہنے اور ہر طرح چاہے جانے کی صفت جو بالذات حضرت باری عزوجل
 خاصہ تھا بلکہ مال و نام موجود تھی۔ بلکنے جھلکنے کی دیر میں اس نے جو آپ کے قلب کا رنگ
 بدل ڈالا تو اس رنگ کی حقیقت اور اس رنگنے والے سے اس رنگ کی قربت کا
 ہو گیا، از خود آپ کے قلب کی کاشنگی اس سے خالص لوح اللہ ہو گئی اس نے کسی رنگ کی آ
 کے بغیر آپ کے یقان و محبت کے رنگ کو کچھ ایسا رنگ دیا کہ دل کے ظاہر و باطن کی پاکیزگی
 ہر رنگ آشکار ہو گیا اور کمال کاشنگی سے اس نے وجود کے ریشے ریشے کو دی کچھ ایسی نگینیں
 رنگ سے بھی نہ ملے۔ ارشاد ہوا:

الفضل الکرامات صفہ

”میرا عشق افعال و صفات سے مستغنی ہو کر ذات سے والبتہ ہو گیا“

اس منظر نے غروب آفتاب سے ظہور شفق تک آپ کو خود سے جو میجر رکھا اور اس کے رنگ
 نے ہر رنگ میں اپنی جگہ بنائی تو آپ وہاں سے اٹھے اور کسی نامعلوم سمت روانہ ہو گئے۔ ۲۔
 جب کبھی اس تظاہرے میں اس نسبت رنگ کی معرفت حامل فرمالتے تو گاؤٹ کی ہر گرہ کو سینے
 میں اور اس کے عروجی کیفیت کے منظر کو آئینہ دل میں دیکھتے اور کسی جانب نکل جاتے صبح سے
 شام تک مفقود الحجز ہوتے، رات کسی چٹان کے سارے میں اور کبھی سارا سارا دن پہاڑی پر رہتے

۱۔ ضیاء بیابانی ملنا ۲۔ ساری کائنات میں اسی نور ایں کے حسن کا جلوہ ہے اسی کے
 حسن کی کشش کے سبب ہر فرد ایک دوسرے پر فریفتہ ہے یہی ذہنی عشق مجازی کہلاتی ہے۔
 حق تعالیٰ نے اسی نور کی حقیقت کو ہزاروں ہزاروں حسن مجازی کے پردوں میں چھپا رکھا ہے
 کہ ہر سونا اس کی حقیقت کو جانے بغیر اس پر اپنی مفسدانہ نظر ڈال سکے اور وہ اپنے عشق میں
 دیر ہو کر روح کی پاکیزگی کی بجائے اسے نفس کی خواہشوں سے چاہنے لگے اور اپنے زعم میں عروج
 عشق کر بیٹھے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پورا حسن ہم پر ظاہر نہیں فرمایا۔ اگر

وہ ایسا کرتے تو ہم ان کے جمال عالم تاب کی تاب نہ لا سکتے۔“

(بحوالہ انسان کامل محمد بن علی المالکی مترجم سید ابوالخیر)

اسی لیے آپ کے جمال کا مشاہدہ جب اشیاء میں کیا جاتا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی جہمت قرار
 دے کر اس شے سے حق تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے محبت کی پردوش کی جاتی ہے اور
 جب کسی ذی حیات میں آپ کے جمال کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو اس کی ذات حق تعالیٰ کے عشق
 کا ذریعہ وسیلہ بن جاتی ہے۔

ہو جاتا۔ اس قریب میں گنے کے بعد اس کیفیت کیساتھ پہلی مرتبہ بھی بیتابی دل نے تو کبھی نہ
چشم تر نے مفارقت کا لطف دکھایا، کبھی عرفان نظر نے تسکین دی اور کبھی منظر عرفان پیش نہ
ایسی حال میں دل پر دن چھ ماہ بیت گئے، راہی فضا دل میں، شب روز گزرتے رہے کبھی کسی
پرگانی سی جو چھا جاتی آپ مدھوشانہ دہاں سے اٹھ جاتے اور پہاڑی کی سمت تیزی سے رواں
کوئی نہیں جانتا کہ آپ کہاں جاتے ہیں، کہاں رہتے ہیں، کس حال میں ہوتے ہیں۔ آنکھیں
مردہ روئی کی دیدار سے سرشار کیا ہو گئیں کہ شان قدرت کے حسین جلوے تمام دکمال رک دے
میں سما گئے، اس جلوہ آرا کی کشش سے جو کچھ دل پر گزرتی کسی سے نہ کہتے کہ
وجود کو معشوق کی موجودگی سے فراق ناگوار، عدم وجود دل ناپسند
سے ملو جیسے، بھیری کی بھی خبر نہیں، عشق، صادق کمال، حقیقی دی
ہے جو اپنی حقیقت کو پہنچ جاوے۔

فطری بات ہے کہ دل و دماغ پر جس بات کسب سے زیادہ غلبہ ہوتا ہے اعضاء و جوارح اسی کے
ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب سے چاہتے کہ ہر تن روپوش ہو جائیں مگر مقصد صحراوردی ابھی نتیجہ
نہ ہوا تھا، جس دن کشش خاک پاپنا پیٹ نے اپنی طرف کھینچا تھا آپ نے اس کو چھ مقصود
دوری اختیار نہ فرمائی، جب تک پوری طرح مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو گئی ذوق آتشا ہے بخود
رہے۔ آخر شش دل جو اس رنگ سے ہمزنگ ہوا اس چشم مشاق کا کچھ اور ہی رنگ نہوا۔ ہر روز کمال
عشق کے سبب آنکھیں دید کی متقاضی ہوتیں، ہر روز بے تابی دل سے مجبور جب تک آپ اس
حقیقت جمال کو اکیر تہ آرزو مند نہ دیکھ نہ لیتے چین نہ آتا۔ آپ کی یہ شفیقی یہ دل گرنگی اور استقامت
حافظ صدر الدین صاحب سے مراد کا ارشاد کچھ ایسا رنگ لایا کہ ہر تن موت تمام دکمال اس کے رنگ
رنگ گیا۔ ارشاد ہوا:

”بہ تاثیر و برکت ارشاد حضرت حافظ صدر الدین صاحب قلع من
میری وابستگی روز بروز بڑھتی گئی۔“

ہر روز دل کی کیفیت جدا ہوتی، ہر دن اضطراب، درد، خلش، ٹیس، آہ سرد اپنا اثر دکھاتے، فوط
انہماک سے صبر کرنا جو سکھایا آپ ان تمام تکلیفوں، اذیتوں کو بھلا کر، سب سے بے تعلق اور سارے
فطرتوں کی نفی کر کے اس انتہائی کیفیت خود فراموشی کی حالت سے گزرتے جس کے بعد
عشق کے انتہائی کوئی صورت باقی ہی نہیں رہی تھی۔ جس طرف بھی آپ کی نگاہیں پھٹیں سوائے
اس رنگ ریز کے کسی اور کو موجود ہی نہیں پاتیں، کسی بھی غرض و مقصد کے بغیر ذہن میں بس
اسی کا خیال، اسی کے نقوش، مظاہر قدرت کے ہر پردے میں کچھ ایسا اس کا رنگ پچ گیا تھا کہ
جذبات صادق نے سوائے اس رنگ کے ہر رنگ کو مٹا ڈالا تھا۔ کسی اندیشے اور دھوسے کے بغیر چاہے
جانے کی آرزو نے اُس کے وجود کو اور چاہت کی انجانی کشش نے اس کی ذات کو جیسے ہی بھاجانا
شروع کیا غیرت حق نے تجلی جلال سے غیرت کی اس مثال ہی کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا۔ پروفیسر
طاہر القادری نے لکھا ہے:

”محبت انتہائی غیر متعذبہ جذبہ ہے جس سے بڑھ کر غیرت مندی کا کوئی
تصور نہیں کیا جاسکتا محبت یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ دھوائے محبت کرنے والے
کی آنکھیں اپنے محبوب کے سوا کسی اور کی طرف بھی پھٹیں اور نہ ہی محبوب اپنی
محبت میں کسی غیر کی شرکت برداشت کر سکتا ہے۔“

محبت الہی کے بھی عجیب لقا ہے جس میں جب کوئی بندہ حق تعالیٰ کو چاہنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی محبت سے
جنت القلب کو منظور کر لینا چاہتا ہے تو حق تعالیٰ اس بندہ کو پہلے اپنی کسی صفت کا عاشق بنادیتا ہے اس
سے اس کی تابی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تب اپنی حقیقت اس پر ظاہر فرما کر اپنا عاشق بنا لیتا ہے کہ اسے اپنی لاشریکات

کی طرح اس کی محبت میں بھی کسی کی شرکت گوارہ نہیں۔ ایک دن صبح ہی صبح جب آپ بیمار کی جانب سے تشریف لائے تھے، بہت اہل قریہ در رنگ بزر جمع نظر آئے۔ آپ ذرا آگے بڑھے ہی تھے کسی نے سرگوشی کی کہ "اس گھر میں کچھ دن قبل جو شخص بیمار تھا۔" اُسی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا۔" ۱

اس خبر نے پلک جھپکانے کے لمحوں سے وقفہ میں عالم مجاز سے حقیقت کی دنیا میں آگے کو پہنچا دیا، آپ نے کہنے والے کو اب سے پہلے کبھی دکھانا تھا۔ چشم حیران میں جو صورت تھی عقل خرد نے پتا پتا بوٹا بوٹا چھان پھٹک کر جسے تلاش کیا تھا، قلب و نظر کے وہ پاکیزہ لمحات جنہیں آپ اس بستی میں یہ استاد محترم کے مشورے کے ایک ایک لفظ کو آئینہ خانہ دل میں حسن ازل کے نوری جلوؤں سے سجائے پھر رہے۔ اُس کا وہ رنگ جس سے استاد محترم کا کہا رنگ لایا تھا جس کے سائے جو رہی سے ہر لمحہ عشق مجازی باقی تھا وہ اپنی منزل پا گیا جس کے لب کوئی منزل نہ تھی۔ حضرت شاہ محمد کشفی بیابانی شکر علی فرماتے ہیں۔

"اس راہ سے گزرنے بغیر حسن ازل کا اور اس شاہکار قدرت سے دل لگے بغیر حقیقت الخالق کا انکشاف ممکن ہی نہ تھا کہ خلق ہی حق کو پہچاننے کا ذریعہ ہے۔ عالم کی ہر شے

اس کی علامت ہے۔" ۲

حضرت علامہ صفدر حسین صاحب قدس سرہ نے لکھا ہے،

تمام عالم میں جو صفات حمیدہ کہ پائے جاویں گے اس کا مبداء و مرجع اللہ تعالیٰ ہی ہو گا کیوں کہ عالم من اولیٰ الی آخرہ حق تعالیٰ کے صفات سے ظاہر ہے کیوں کہ اس کی ذات کا منظر ہے لہذا

عالم

۱۔ ضیاء بیابانی ص ۱۲ - ۲۔ ملفوظات ص ۲۵ حضرت دماغ کا قول ہے "اللہ نے اپنی ذات اور ہر شے

عالم، علامت سے مشتمل ہے یعنی تمام عالم صفات اللہ ہی کی علامت ہے یعنی اس کے پہچاننے کا ذریعہ۔" ۱

صحیح تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی بے مثل ذات کو اس کے بے شمار مظاہر میں تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لیے کائنات کی ہر شے کو اسی لیے منفرد و جدا کمال سے تخلیق کیا ہے کہ تلاش حق کی صورت میں تلاش حق کو کسی دہائی کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ حق تو یہ ہے کہ ڈھونڈھنے والے کو وہ خود جس بجلی کا منظر ہے اسے اپنا، ایسا ہی منظر تلاش کرنا پڑتا ہے جس نے اپنا ایسا منظر تلاش کر لیا اس نے مقصود کو پایا۔ کیوں کہ اس کی صفت قیومیت اور صفت خالقیت دونوں ہی نے بیک وقت سائے عالم میں کچھ اس طرح جلوہ گری کی ہے کہ صفت قیومیت خود اس کا نقاب اور صفت خالقیت ہر شے کا عین بن کر ظاہر ہو گئی۔ کسی شاعر نے اسی مضمون کو دو شعروں میں یوں بیان کیا ہے،

فَلْخَلَقْ كُلَّ شَيْءٍ طَلْعًا وَالْآخِرُ جَمْعًا كَالْوَلُوحِ الْقَبَا
مَا فِي السَّيْرِ بِالْأَحْيَانِ عَجَبٌ بَلْ كَوْنُهَا عَجَبٌ!

(تمام مخلوق اس کی طلعت کے پڑے ہیں اور نام چیزیں اس کا نقاب، موجودات کے پردہ ہونے میں تعجب نہیں بلکہ تعجب اس پر ہے کہ وہ خود موجودات کا عین ہے۔)

میرزا علی صاحب نے لکھا ہے،

"اگرچہ یہ بات عشق کی کیفیات سے متعلق ہے مگر عرفان کے پاس اس کے دوسرے معنی اور مطالب ہیں۔ حالت فراق اور مایوس کن واقعات کی مغلوبیت میں فضل الہی کچھ اس انداز سے متجلی ہو تا ہے جس سے عشق پر نسیان کا غلبہ ہو کر اسی تجلی کا شیفہ اور وارفتہ ہو جاتا ہے۔" ۲

آپ کے استاد محترم حافظ صدر الدین صاحب مدنی نے جس دن آپ سے یہ فرمایا تھا کہ پہلے آپ مجازاً اپنا دل کسی سے وابستہ فرمائیں گے۔
 تب سے اس جہل میں جمال اللہ کی تلاش میں آپ کی آنکھیں بادیہ سیالی کرتی ہوئی اس مقام تک آپ کو لیے نہیں جہاں اس عالم شہر میں منشاء استاد محترم اپنی جدا و انفرادی شاہ میں جلوہ گر نظر آیا اگر مشغور سے لاشعور تک کے منظر کی آپ نے نفی فرمائی۔ فقہی درجہ میں علوم ظاہری و باطنی کی ماہر نہ کمال کے ساتھ تکمیل فکر اخلاق الہیہ سے آپ سزا تو طریقت کے کارخانہ قدرت میں حسن ازل کی محبت کا چرخ روشن کرنے کے لیے شعی سے دور امور دنیا سے بے نیاز عشق حقیقی کا مصدر تلاش کرتے رہے پھر تلاش سے گزر کر کھنڈیاں ان حدود سے نکلنا گوارہ نہ فرمایا تا آنکہ باطن اسے حق تعالیٰ کی تائید حاصل نہ ہو گئی۔
 دید کی تربیت کا یہ عمل شبانہ روز جاری رہا۔ روزانہ محاببات غریب اٹھتے رہے، روزانہ انکشا باطن ہوتا رہا۔ ہر روز اس وابستہ دل کے نقوش تازہ بہ تازہ آپ کے چشم تصور میں سجتے رہے ہر روز آپ تقدس و توسع کی آگ میں نہیں جلاتے رہے اور غلبہ اشتیاق دید کے سبب دل سوز عشق کا غور کرتے رہے جوئی آپ کی آنکھیں عرفان شے کی ذوق آشنا ہو گئیں تیر و ہجر و فراق کی گرمی سے ٹپکیں پھیلنے لگیں، کبھی جو غلبہ شوق دید سے باطنی آنکھ کھل جا تو فانییت ذات کا منظر آنکھوں میں آئے ہو جاتا۔ آپ اُسے یوں ملاحظہ فرماتے جیسے شاعر عشق کی تاب نہ لا کر جل چکا ہو۔ اس کی راکھ ہوا اڑا لے جا رہی ہے اس کے اجڑے کو پانی بہا کر لے جا رہا ہے وہ اپنی ہر شناخت کھو کر تہہ در تہہ آگ ہو پانی بن کر فنا ہو چکا ہو اس کا وجود اندر ہی اندر بے شمار تغیرات کا سامنا کرتا رہا مگر اس کی شخصیت تصور میں فنا ہوئی۔ یہ کیسا منظر تھا کہ غیرت کے منظر سے جدا نظر آتا تھا۔ آپ اس نظارہ میں ایسے کھو

لے ما نصرت فی شئی لا وادیت اللہ فیہ۔ جس شے کو دیکھا حق نظر آیا۔

کہ خود اپنی ہی نفی کر ڈالی نہ ہی خود کو پہچانا اور نہ اُسے جسے پہچاننے کے لیے معرفت کی اس لہر پر آپ کو پہنچا پڑا تھا۔ آپ کی لوح اس مشغور و احساس وحدت سے جو مشاہد حق میں مشغول تھی آپ مضطربانہ لٹھے اور بخود ہی میں اس کا آخری سفر جہاں تک راہ لے گئی رطے فرمایا۔
 اور ہوا:
 ”جب میت اٹھی تو میں بھی مجمع کے ساتھ ہمراہ ہو گیا۔
 جیسے ہی اُسے قبر تلاش کر دیا گیا۔ اُسے اس رنگ ساز کو آگ کا رنگ بڑھاتے دیکھا۔ آپ میت خاموشی سے آگ کے بھر کئے ہوئے شعلوں کو اور اس وابستہ دل کو آگ کے اس سمندر میں دبتا ہوا دیکھتے رہے، جوہنی وہ صورت رنگ ساز (زنگرنہ) دایں بایں، آگ کے پیچھے اور پیچھے ہر ت سے آگ کی چادر میں چھپ گئی پھر نظر نہ آئی۔ آگ اس کے ہر خرد کل کو محیط ہو گئی۔
 اُسے بالکل اپنا سا نالیا، اس کا وجود آگ بن گیا اس میں اب ساری صفیتیں آگ ہی کی حقین تو ہر رنگ میں جلتا رہا۔ کبھی جو شعلہ سالیک جلتا تو محسوس ہوتا جیسے وہ کہہ رہا ہو ”میں ہی آگ ہوں، میں اس کا ظاہر بھی ہوں باطن بھی، اصل بھی ہوں آخر بھی۔ آگ بھی ہوں آگ کا کون ہے جو میری طرح آگ سے مل کر آگ کا یقین حاصل کر لے، اُسے جو آگ کا یقین حاصل ہو گیا آپ نے جانا کہ حق سے مل کر حق کا بھی یقین اسی طرح حاصل ہوتا ہے۔ عالم مثال کے مکینوں نے یہ منظر دیکھا تو آگ میں اس رنگ ساز کے وجود کی یونگی کو حلول سمجھا۔ عالم اجسام والوں نے اس کو بجا بجا کر ”اتحاد“ جانا۔ عالم افعال کے راز دانوں نے اس ممانکت پر کہا نہیں یہ عیسے ہے لیکن آپ کی آنکھوں نے سمجھا اور خوب سمجھا، آگ اور اس کے وجود میں تمیز کا اٹھ جانا عینیت تھا۔ ہر شے کو آگ نے اپنا سا باڈا لایا تھا۔ جب تک غیرت کا پردہ اور دوشی کا نقاب جل نہیں گیا تھا اس قلبی گداؤ کو جاننے اور حقیقت سے وابستہ اس رشتے کو پہچاننے کی کوئی صورت

۱۴۲
 ۱۴۱
 ۱۴۰
 ۱۳۹
 ۱۳۸
 ۱۳۷
 ۱۳۶
 ۱۳۵
 ۱۳۴
 ۱۳۳
 ۱۳۲
 ۱۳۱
 ۱۳۰
 ۱۲۹
 ۱۲۸
 ۱۲۷
 ۱۲۶
 ۱۲۵
 ۱۲۴
 ۱۲۳
 ۱۲۲
 ۱۲۱
 ۱۲۰
 ۱۱۹
 ۱۱۸
 ۱۱۷
 ۱۱۶
 ۱۱۵
 ۱۱۴
 ۱۱۳
 ۱۱۲
 ۱۱۱
 ۱۱۰
 ۱۰۹
 ۱۰۸
 ۱۰۷
 ۱۰۶
 ۱۰۵
 ۱۰۴
 ۱۰۳
 ۱۰۲
 ۱۰۱
 ۱۰۰
 ۹۹
 ۹۸
 ۹۷
 ۹۶
 ۹۵
 ۹۴
 ۹۳
 ۹۲
 ۹۱
 ۹۰
 ۸۹
 ۸۸
 ۸۷
 ۸۶
 ۸۵
 ۸۴
 ۸۳
 ۸۲
 ۸۱
 ۸۰
 ۷۹
 ۷۸
 ۷۷
 ۷۶
 ۷۵
 ۷۴
 ۷۳
 ۷۲
 ۷۱
 ۷۰
 ۶۹
 ۶۸
 ۶۷
 ۶۶
 ۶۵
 ۶۴
 ۶۳
 ۶۲
 ۶۱
 ۶۰
 ۵۹
 ۵۸
 ۵۷
 ۵۶
 ۵۵
 ۵۴
 ۵۳
 ۵۲
 ۵۱
 ۵۰
 ۴۹
 ۴۸
 ۴۷
 ۴۶
 ۴۵
 ۴۴
 ۴۳
 ۴۲
 ۴۱
 ۴۰
 ۳۹
 ۳۸
 ۳۷
 ۳۶
 ۳۵
 ۳۴
 ۳۳
 ۳۲
 ۳۱
 ۳۰
 ۲۹
 ۲۸
 ۲۷
 ۲۶
 ۲۵
 ۲۴
 ۲۳
 ۲۲
 ۲۱
 ۲۰
 ۱۹
 ۱۸
 ۱۷
 ۱۶
 ۱۵
 ۱۴
 ۱۳
 ۱۲
 ۱۱
 ۱۰
 ۹
 ۸
 ۷
 ۶
 ۵
 ۴
 ۳
 ۲
 ۱
 ۰
 ۱
 ۲
 ۳
 ۴
 ۵
 ۶
 ۷
 ۸
 ۹
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

ہیں تھی۔ اب جویوں عینیت کا پردہ اٹھ گیا تو غیرت اپنے آپ معدوم ہو گئی۔ آگ کی سیٹیں
و کمال غیرت کے ہر رنگ کو جلا کر اسے ظاہر کر رہی تھی جو ہر رنگ میں چھپ کر دکھائی نہ
تھا۔ علی جلال بہ مشکل آگ، معرفت شہودی کے اس منظر کو صاحب مرصاد العباد نے یوں لکھا
”یہ ایک عجیبہ ہے، روح کے روغن کو جود کے لیے خرچ کرنے کو
یہ سارے وسیلے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ فقید بھی ایک وسیلہ ہے۔
تاکہ مجازی جود کی روح کو حقیقی روح میں تبدیل کر سکے اور حقیقی نارین
کے جود کو جو مخفی اور غیر مرئی ہے ظاہر اور مرئی کر دے پس حقیقت
میں جس طرح روغن آگ پر عاشق ہے تاکہ مجازی جود کو حقیقی بنائے
اسی طرح آگ بھی روغن پر عاشق ہے تاکہ پوشیدہ خزانے کو ظاہر کرے
مجہم و مجنون کا یہی بھید ہے اور کنت کنتراً مخفياً فاجبت أن انور
کی بھی یہی کیفیت ہے“۔

ایک حالت سے دوسری حالت میں داخل ہو کر ایک شے کو چھوڑ کر دوسری شے کو پا
فی الحقیقت اپنے ہی جود کی نفی کرنا ہے یقین کی تینوں منزلیں آپسے جو مشابہہ کی
کچھ اس طرح نہیں: پہلی منزل پر دعواں دیکھ کر آپسے یقین کر لیا کہ ہمیں آگ پوشیدہ ہے۔ دوسری
منزل پر دعویں اور آگ میں تمیز کر کے یقین کر لیا کہ دو جدا حقیقتیں ہیں یقین کی تیسری منزل
پر آگ کا ایسا مشابہہ کیا کہ خود کو آگ میں اور آگ کو خود میں محسوس کیا یہاں علم یقین
علم یقین اور تیسرا حق یقین کا ذکر جسمانی مشابہہ نے لکھا ہے:

”یقین کے تین مرتبے ہیں، علم یقین، عین یقین، حق یقین۔

علم یقین یہ کہ کسی شے کی اصلیت ماہیت کیفیت کے بارے میں علم

یقین ہو مثلاً کسی نے متواتر سن لیا کہ آگ ہر شے کو جلاتی ہے اور
اس کو اس پر یقین ہو، یقین کو دوسرا مرتبہ عین یقین ہے کہ کسی چیز کو
آگ اپنی آنکھ سے دیکھے مثلاً کسی نے دیکھا کہ آگ ہر شے کو جلاتی
ہے یقین کا تیسرا درجہ حق یقین یہ کہ آگ میں داخل ہوا اور جل جائے

یقین کی ان تینوں منزلوں سے جو آپ گزرے اور ہر جگہ آپ نے دکھائی دینے والی ہر شے کو
اپنے نام و نشان کے ساتھ فنا ہوتے دیکھا تو اپنی ہی نفی کر ڈالی کیوں کہ اب نہ وہ آتش رنگ تھا
نہ آتش خو، نہ آتش رخ، نہ آتش خواہ، آپسے آپسے سامنے کاغذ کے پرزے کی طرح جلتا ہوا
ملاحظہ فرماتے رہے

”یہاں تک کہ سب کچھ جل کر لاکھ کا ڈھیر بن گیا“۔

قلبی و باطنی عالم میں خلوت و صحرانوردی، حجابات عشق تھے۔ دامن کوہ و سیلاب و
پہاڑی کا توقف حجابات راہ حق تھے۔ کیش دیا و در در رنگ ساد حجابات عالم کبر تھے غلبہ
معبیت و معرفت، حجابات جمال بار تھے، عبد معبود کے درمیان اس آتشیں رخ کا جود غیرت ہی
کا پردہ تھا یہ جو جل گیا اس محبوب کا حسن آشکار ہو گیا جسے تسلیم و رضا کی چادر اور چھل یقین
حاصل ہونے تک قریرہ قریرہ ڈھونڈتے پھرتے رہ گئے، اب جب الیقین حاصل ہو گیا تو آپ بھی
اپنے آپسے الگ ہو کر اس جگہ سے اٹھے اور اس پلکے ہوئے شعلہ کی بجھتی ہوئی آگ سے
پٹھا سدا گیا اور کل کی راہ لی:۔

حضرت سیدی عبدالکریم بن ابی بکر، سیم الجلی دس سرف نے لکھا ہے:

”یہ مقامات وصول و قرب کا آخری مقام ہے اس میں عارف
اُس چیز کا انکار کرتا ہے جس کو اس نے شناخت کیا ہے پھر

نہ عارف باقی رہتا ہے نہ معروف، نہ عاشق نہ معشوق، صرف عشق باقی رہ جاتا ہے اور عشق ذات محض کا نام ہے جو نہ اہم کے تحت میں داخل ہے نہ رسم کے تحت میں اور نہ الفت اور وصف کے تحت میں ہے

حق تعالیٰ کی محبت نے ہر شے کو تعلق جو منقطع کر لیا تو از خود عشق کا کمال ظاہر ہو گیا جس سوز عشق کے لیے یقین کی تینوں منزلیں سر کی تھیں ان کے بھی جوارنگ دیکھے کہ عشق والی شے تو جلتے ہی کے لیے تھی، جلانے والی شے بھی جل کر کچھ ہی تھی، اپنے اس جہ سے ہوئے منظر کی جتنی پروٹی آخری چمکاری سے اپنی سلگتی سانسوں کا آخری لمبا کش لیا اور دنیا و مافیہا کو دھواں کر کے ”دوبارہ اپنا سفر جاری رکھا“ لے۔ حالت جذبہ کئی خاردار جھاڑیوں، نامہوار تکلیف دہ راستوں اور پگ ڈنڈیوں پر چل پڑے، بدن وقار زخموں اور پاؤں چھپالوں کے پھوٹنے اور کانٹوں کے چھبنے سے خونچکاں تھے۔ ہر آبلہ راستوں کی خرابی پر سبک کر دو صحرا نوردی دے رہا تھا۔ جہاں تک شعلہ دل نے رہنمائی آپ چلتے رہے اس کی روشنی میں میدان کے سلسلہ ہارے کوہ تک پہنچے تو کسی نشان کو قفس کی شان عطا فرما کر چار سال متکلف بہ یاد الہی رہے۔ سیدی دریش علی الدین نے لکھا ہے:

”زستہ گی کی سرسبز و شاداب وادیوں میں ریاضت و مجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے تو لاکھ پاکیزہ جذبے نے عجلی کی طرح آپ کو پہاڑوں، چٹانوں اور دیوالوں اور نامعلوم خطوں کی سمت کھینچا اور آپ دیکھتے ہی دیکھتے شوق و وجدان کا اک روشن ترین مینار بن گئے“ لے۔ چار سال بعد جب آپ یہاں سے نور معرفت اور روشنی قلب و ضمیر حاصل فرما کر اٹھے تو:

”عشق دل میں روشن ہو گیا تھا اور دل چاہتا تھا کہ محبوب کے سولے ہر چہرے خاک ہو جائے“ لے۔

مرید علی صاحب نے لکھا ہے:

عشق کی آگ سلگ چکی تھی اور روز بروز اس ترقی پر سوزش بچھڑا نا قابل برداشت“ لے۔

حق تعالیٰ کی محبت بھی بہ محبوب بھی ہے۔ حبیب بھی ہے محب بھی، اُسے اسی طرح پہچانا جاسکتا ہے جس طرح چہرہ دیکھ کر شخصیت کو پہچانا جاتا ہے، حق تعالیٰ کی محبت سے دل کو آباد رکھنے کے لیے جب تک دل کی تربیت جس کی چاہیے ویسی ہو تو ایسی محبت پیدا نہیں ہو سکتی جیسا جذبہ محبت دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو مثل اک آزار کے دل کے گوشے گوشے میں سرایت کر جاتا ہے اس لیے جب تک اس آزار پر صبر کرنا نہیں آ جاتا دل کو اس محبوب فی کی محبت کے قابل نہیں سمجھا جاسکتا، حق تعالیٰ کی محبت کو دل میں بسائے رکھنے کے لیے آپ کو جتنی منزلیں طے کرنی تھیں طے کر ڈالیں اور صبر کی عظیم مثال قائم کر دی تو مقصود حاصل ہو گیا اسے تو فدوی آپ کے حق آگاہ استاد کی تحریک کا اثر سمجھتا ہے ورنہ پانچا پیٹ تک پہنچنے میں کیا مصلحت تھی جبکہ

”الصفا“ صفت الاحباب کے عنوان کے تحت قلب کی آرائش

ہو چکی تھی“ لے۔

جس دن آپ نے ترک عیال فرما کر ارادہ خدا میں قدم رکھا تھا عشق کی ہر آرزو سے لرزے یہ آپ کے ارادہ حق پر وہی کی تصدیق و نصیب کے لیے ضروری تھا کہ کون کہ ”بندہ جب اللہ کے ساتھ محبت کرے گا تو بندہ اس راہ الہی کو نہیں کھنکھن سکتا جب تک حق تعالیٰ اس کے ساتھ محبت نہ فرمائے اور اس فرق کی وجہ

متوجہ ہوئے آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، دیر تک سجدہ ریز رہے گریہ و زاری سے آنسو چھٹے نہ رہے دوبارہ والدہ معظمہ کی آواز شمیم صبح بن کر مشام جان کو معطر کر گئی تو مرغاب سحر نے اذان دی اجالا ہوا توجہ جان کے سامنے سے اٹھ گیا، پہاڑی سے اترے تو قضاات و افادہ کی ذمہ داری کا خیال بھی آنکھوں سے اٹھ گیا۔ فی الحقیقت والدہ مکرمہ نے اسی جانب توجہ دلائی تھی اور یوں آپ کا فرض منصبی آپ کو مسند قضاات و سجادہ افادہ کی طرف لیے پہنچا۔ یوں بھی اگر والدہ مکرمہ کی پیروی بھی آواز فردوس گوش نہ بھی ہوتی تو سر پر صدر سے خلقت کی طرف رجوع ہونے کا فرمان مل جاتا اگر ایسا ہوتا تو یہ عین ممکن تھا کہ آپ اپنی حیات قدسی کے آخری دن تک حق تعالیٰ سے اسی طرح شدید تر محبت میں اسی پہاڑی پر گوشہ گیر رہتے خلق کی طرف نہ آتے مگر چونکہ اعلیٰ کو آپ کی ذات گرامی سے فیض پہنچانا کھٹا جا چکا تھا اس لیے آپ والدہ معظمہ کی آواز پر فرماں بردارانہ اٹھ کر اہل بیت اربعہ غیبی خلائق کی نظروں سے خود کو ہچاڑتے، جنگلوں بیابانوں سے ہر چلے، حیدر آباد پہنچے تو فیضیایا حضرت سیدی سید شاہ غلام علی قادری المومنی سے نیاز منظر ملے ابو عرفان والیقان کی خوشبو سے ساری فضا معمطر کر دیا۔ اپنے استاد حافظ صدر الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے مسکرا کر گلے سے لگا لیا اور ساری صوفیوں اور تلاش خدائی ساری آراہینیں فراغوش کر لیں۔ آخر میں اپنے ماموں محترم حضرت رضی حسین قدس کی خدمت میں مودبانہ پہنچے اور رخصت کی اجازت چاہی سیدی درویش محمدی الدین قادری فرماتے ہیں:

”میدک کی پہاڑیوں کو جب اپنے چھوڑا تو کم و بیش دو میل کا طویل سفر طے کر کے براہ حبیب درآباد قاضی بیٹھ مراجعت فرما ہو گئے“۔

۴۹ فصل الکرامات

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابو لیثان سبحانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

مشاقان علم و عرفان، طالبان حق و ایمان، قرب و جوار کے گنوار و مہمان، آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شرف نیاز مندی کے لیے ہر طرف سے چلے آئے۔ آپ کے اصحاب منقل ہاتھ جوڑے کھڑے ہی کھڑے کلمات خیر مقدم ادا فرمائے اور آپ کے نعلین کو ہاتھوں سے مس کر کے آنکھوں سے نکال دیا۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں بصداد و احترام پہنچے۔ نہایت تعظیم و تکریم سے بڑھ کر والدہ معظمہ کی قدیم فرمائی دیر تک فرط مسرت و محبت سے والدہ ماجدہ کے دہن قدسی کو آنکھوں سے نکالے رکھا۔ عرصہ دراز بعد شفقت و محبت کے اظہار کا موقع آیا تھا تو والدہ مکرمہ نے بھی اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کے سر قدسی کو بلند فرما کر جبین روشن کے بوسے لیے اور خوب دعا مانگیں دیں۔

پاس پڑوس میں رہنے والے غریبوں مسکینوں اور محنت کش مزدوروں، عمر رسیدہ دیو ضعیف افراد و شناسا احباب سے ملنے بغیر نفیس ان کے گھر تشریف لے گئے۔ بھوڑی تھوڑی دیر ہر ایک کے پاس مٹھرے ان حالات اور مسائل سے واقفیت حاصل فرمائی۔ فرداً فرداً ہر ایک سے ملاقات فرما چکے تو والدہ ماجدہ کی اجازت سے کر مسند قضاات کو رونق بخشی۔ روزانہ اوقات پنجگانہ مہمان گشت اپنی دولت سر پر امور قضاات کی انجام دہی پر توجہ دیتے اور گاہ پریشان حال لوگوں کے حالات و احوال پوچھ کر ان کے مسائل حل فرماتے، ضرورت مندوں کی ہر طرح مدد فرماتے۔ شب تمام حق تعالیٰ کی شکر گزاری اور اس کی حمد و ثنا و ذکر میں بسر فرماتے اس طرح اپنے اوقات روز و شب کو عدل گسترانہ تقسیم فرمایا تو مسند قضاات و سجادہ طریقت کو رونق تازہ مل گئی، لیکن سلسلہ سیرت اچرنہ فرمایا۔ آپ کے یہ فرائض و معمولات یہ تمام مشاغل قدیمہ، بعینہ اصحاب رسول کریم صلی علیہ وسلم کا آئینہ تھے۔ ہر طرح علم و ادب میں کمال پالینے کے باوجود، مزید وہی علم کے حصول کی تڑپ، وہی احساس فرائض منصبی، وہی عبادت الہی کا ذوق و شوق، وہی حق کے نام کو بلند کرنے کا جوش و خروش، وہی تقویٰ و ہی خشیت و ہی استغناء، وہی کھٹی انسانیت کے لیے تڑپ جانے والا دل اور وہی غریبوں کے دکھ درد کو بانٹ لینے والا مزاج، طریق بود و باش بھی وہی طرز غور و فکر بھی وہی۔

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابو لیثان سبحانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

عبادتوں کا اہتمام ہو کہ بلا فرق مذہب ہر فرد سے ملے اور معاملات صبح و شام، قدم بقدم وہی شانِ خدا ترسی یہاں نظر آتی ہے اس تقویٰ شعاری و خدا ترسی کے وقت

”آپ اپنی عمر کے اٹھایسویں سال میں داخل ہو گئے تھے۔ قاضی بیٹھتے ہی آپ بے پناہ پل کے پہاڑوں کا رخ کیا اور محو ریاضت ہو گئے۔“

لیکن قضات واقفانہ کے کاموں سے دوری اختیار نہیں فرمائی۔ نہ صرف یہی بلکہ فرصت نکال کر متوسلین کو نہایت محبت آمیز لفظوں میں ہدایت حق و فکر ان کے قلبی امور فرماتے۔

اگر تبارک تعالیٰ کے لیے مشغول بہ حمد و ثناء رہنا اس کے لیے اظہارِ عبودیت، انصراف و تضرع و عجز و انکساری آپ کا دائمی و فطری استبصار (نور قلبی) تھا۔ کوئی لمحہ بھی حق تعالیٰ کی یاد، اس کی محبت اور اس کے قرب کی لذت سے خالی نہ تھا۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، قضات و زرعی کاموں کی نگرانی فرماتے ہوئے بھی آپ کے تارِ نفس اشر کے ذکر سے روشن رہتے۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”ہزاروں دن اور راتیں، پہاڑوں پر گزار دیتے لیکن خلوت و انجمن کے اصول کے تحت قضات کے فرائض کی انجام دہی بھی پیش نظر رہا کرتی تھی۔ آپ کبھی کبھی موضع آجایا کرتے تھے۔“

تعلقات دنیاوی و جسمانی راحتوں کے ترک کرنے کا یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے مشابہ تھا جسے آٹھ دو جہاں نے کچھ عرصہ ترکِ علاقہ فرما کر غارِ حرا میں مختلف بذکر حق بسر فرمایا تھا مگر دنیاوی معاملات و معاشرتی مسائل کی یکسوئی کے لیے کبھی کبھی گھر بھی تشریف لایا کرتے تھے۔

آپ کی پاکیزہ نفسی، قربت و محبت الہی، ریاضتوں اور عبادتوں کے ۲۸ برس پورے

ہو چکے تھے، حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی، دنیا سے بے رغبتی و ترکِ علاقہ کے اثر نے قاضی بیٹھنے کی فضاؤں، تالاب کے کناروں اور اس کے سنان پہاڑوں کو الوارات و برکات کے نزول کے سبب متبرک بنادیا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ، آپ کا انہماک، ذکر و فکر آپ کی عبادتوں کا شغف دیکھ کر بے حد مسرور و متبس لیکن علاقہ سے اس قدر دوری سے گھر اجاں میں اندیشہ ہمارے دور و دراز آپ کے دائمی تجرد کا خیال ایسے دل میں گھر کر جاتا۔ ایسے وقت متفکرانہ اپنے بزرگوں سے مشورہ اور اجاب سے تبادلہ خیال و فکر اپنی اس فکر کا اظہار فرماتیں کہ سنجح جیسی عظیم سنت کہیں آپ سے ترک نہ ہو جائے۔

اسے حق تعالیٰ کی کرم فرمائی ہی کہنا چاہیے کہ اس نے اول ہی اول انسان کی فطرت کو سلیم بنایا اور اسے ہر طرح کے آداب، فضیلت و غیر سے بہرہ ور کر کے اسے اک بہترین اور پسندیدہ زندگی کا نمونہ پیش نظر رکھنے کے لیے حضور جنتی مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جامعہ بشریت عطا فرما کر مبعوث فرمایا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کی رہنمائی کے لیے آپ کی حیاتِ قدسی کی کبھی نہ بھجنے والی شمع کو روشن فرمایا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا ایک ایک پل، آپ کی نشست و برخاست کا ایک ایک لمحہ، ادنیٰ سے اعلیٰ کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ قرآن حکیم نے اسی لیے آپ کی حیاتِ طیبہ کو ”اُسوۂ حسنہ“ کے جامع تر الفاظ سے یاد رکھا ہے اور غایتِ ادب کے پیش نظر دنیا کے سامنے اسے اسلام کے پرچم کی طرح کیا ہے۔ اسے اور آسان لفظ میں ہم ”ادب“ بھی کہہ سکتے ہیں۔ زندگی جب ہر دم کے ادب سے سنور جاتی ہے تو اسلامی ہی کہلاتی ہے پروفیسر محمد طاہر النقادری نے لکھا ہے:

”انبیاء و رسل کو بنی نوع انسان میں اسی لیے مبعوث کیا گیا کہ عبادات و معاملات اور مناکحات و معاہدات الغرض زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق باری تعالیٰ کے احکامات کی عملی مثال ان نفوسِ قدسیہ کے ذریعہ بنی نوع انسان تک پہنچ جائے۔“ (اجزائے بیان ص ۱۱۱)

حق تعالیٰ جل شانہ، اپنے محبوب اور چھپتے بندوں میں بھی اپنے حبیبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا ایک ایک اثر دیکھنا چاہتا ہے عقدِ نکاح بھی انہی میں سے ایک ہے، یہ جہاں منشاء الہی ہے وہیں سنتِ انبیاء اور عبادت و اطاعت الہی بھی ہے مولانا احمد یار خان لکھا ہے:

”نکاح اور ایماں۔ یہ دو عبادتیں ہیں جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئیں اور تاقیامت رہیں گی۔ نکاح بہترین عبادت ہے اس سے نسلِ انسانی کا بقا ہے۔ صالحین، ذاکرین و عابدین کی پیدائش کا ذریعہ ہے۔“

سرکارِ قاضی میٹھ دیس سُر کی ذاتِ گرامی کمالِ زہد و اتقا سے مصنف بھی۔ اتباعِ سنت و احکامِ شریعت ہمیشہ پیشِ نظر رہا کرتے، بھوئے بسرے بھی اسوۂ حسنہ کے کسی پہلو سے اپنا دھم نہ رکھا چہ جائیکہ سنت کے اس آسان تر عمل سے خود کو کیسے بے نیاز کرتے۔ والد کی خواہش کا احترام کر کے اکثر ان کے بے حد اصرار پر سر کر کر خاموشی اختیار فرماتے لیکن کسی وقت ایسا اپنے کسی عمل سے ظاہر نہ ہونے دیتے کہ آپ اس سنت سے دور رہیں گے۔ اپنے ہر کے ظہور میں آنے کی خبر کے سبب آپ کی یہ خامشی معنی خیز ہوتی کیوں کہ آپ جانتے تھے سنتِ انبیاء پر عمل کرنے کا اہمی وقت آیا نہ تھا۔ بس ہمیشہ والدہ مکرمہ کے اس اہم موضوع پر گفت کے وقت سر ہر کا سے فواں بوارانہ ان کے لطفِ خصوصی کے منتظر رہا کرتے۔ گھر کے کسی فرد پر والدہ مکرمہ کی اجازت کے بغیر دنیا کے کسی اچھے کام کا ارادہ بھی کرتے ہوئے آپ کو نہ پایا۔ آپ ہوں کسی حال میں ہوں والدہ مکرمہ کے بلا سے پر دوڑے دوڑے چلے آتے، ارادے نظر نہ سچی کیے حکم کے منتظر رہتے۔ والدہ معظمہ کی اطاعت و فواں برداری کے جس پہلو پر نظر ڈالیں

۱۔ مراۃ المناجیح حاشیہ جلد پنجم ص ۳۲

سعادتِ مہدی معراجِ کمال پر نظر آئے گی۔ سیدی درویش محی الدین نادری کا بیان ہے: ”آپ کو والدہ سے بے حد الفت تھی۔ احترام اتنا فرماتے کہ مثال نہیں ملتی۔ والدہ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیتے اور کہتے ”میں آپ کا غلام ہوں“ لے

فقرو فناء منازلِ قربِ اتصال طے فرما چکے۔ تحصیلِ علم و عرفاں سے زہد و اتقا میں کمال آفرینی کے جوہر پیدا ہو چکے تو ایک دن اس نعمتِ کبریٰ کے اثر اور عرفانِ الہی کے گہر کو سینے سے لگائے و جب کمالِ صوبہ داری کے راستے پر کھیت کھیلانوں سے ہو کر چلے، ناہموار خاردار تیرھے پیرھے اونچے نیچے فغوں پر اسی سبک روی اور خوش خرابی سے چلتے چلے جاتے تھے جیسے کوئی صاف و سیدھی مسطح سڑک پر رواں دواں ہو موضعِ ڈفے پٹی کے سر راہ پر پہنچے تو آبائی سے زرا پہلے رک گئے اور ایک پتھر پر تشریف فرما حالتِ جذب میں زیر لب ارشاد فرمایا:

”کوئی ہے جو دنیا کے عوض دین لے“

آپ کی آواز دور و نزدیک یکساں سنائی دیتی تھی، سننے والے کو محسوس ہوتا جیسے آپ اس کے بالکل قریب ہی سے ارشاد فرما رہے ہوں۔ راہ چلتے ہوئے جو شخص بھی اسے سنتا تھا متعجب ہوتا تھا لیکن اپنی دانست میں اسے نہ سمجھ میں آنے والی بات جان کر مودبانہ گزر جاتا۔ ہیبتِ اسمِ اللہ کی سبب نہ آپ سے ہم کلام ہی ہو سکتا تھا اور نہ ہی ٹھہر سکتا تھا۔ اسی حالتِ اواسی کیفیتِ خود فراموشی میں کچھ دیر آپ یونہی نوخیز زن رہے، پھر کوئی ساعت نہ گزری ہوگی کسی نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا۔ اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد حضرت سیدی میر قریب علی درویش کی خفیہ دھرم صاحبزادی صاحبہ آپ کا رشتہ ازدواج طے پا گیا۔

۲۔ انہل الکرامات ص ۲۵ ۲۔ یہ واقعہ اس وقت ظہور پذیر ہوا جب حضرت سیدی میر قریب علی درویش (باتی گئے)

حضرت سیدی میر قریبان علی قدس سرہ

دولت کدہ سادات حسنی، سرایہ افتخار خاندانی، صاحب عز و شرف زامانی، قابلِ دروس
شہس عظیم المرتبت و فقیہ المثال حاکم ضلع و کل تھے کیا تہجیر علمی اور کیا بہ نذر انتظامی
دور دور تک ان کا نہ کوئی متشیل نہ ہم پایہ سیدی درویش محی الدین قادری لکھتے ہیں،
» صاحب موصوف خاندان سادات اور نہایت متقی اور دیانت دار

عہدہ دار اور اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے « لے

اعلیٰ حسب و نسب، خاندانی عز و شرف کے ساتھ امیرانہ شان و فیرانہ صفت بے نیازی بھی بانی
تھی بنک الزماجی طبعیت کا خاصہ تھی، تقویٰ و ہر ہر کاری متواتر تھا۔ اوقات بچکانہ کیسا

(لامانی خدا کا شہ) بحیثیت اول تعلق دار و حاکم ضلع و کل، کار گزار تھے۔ اتفاقاً وہ بھی اسی راستے سے
اپنے کسی نجی کام پر تلے میں سوار قاضی میٹھی کی جانب تشریف لائے تھے، سرکار قاضی میٹھی قدس سرہ کو بول
پتھر پر تشریف فرما دیکھا تو اپنے فوراً سواری رکوائی بڑی تیزی سے تلے سے اتر پڑے اور آپ قریب
کر مظر گئے، سرکار قاضی میٹھی اسی وجہ نہ کیفیت ناز آفرینی سے
» کوئی ہے جو دنیا کے عوض دین لے «

ارشاد فرماتے جا رہے تھے۔ سیدی میر قریبان علی قدس سرہ نے جیسے ہی ارشاد اپنی کمر بستہ
تھیلی نکالی اور آپ کی تدر کر دی۔ آپ اسے بے نیازانہ قبول فرما کر قریب ہی کی جھاڑوں میں
غائب ہو گئے۔ میر بشیر الدین علیشاہ صاحب نے حضرت میر قریبان علی صاحب دین کو بہرہ تحصیلدار و کل
ہے صبح نہیں ہے اسی طرح آپ کی ولیہ عصر صاحبزادی صاحبہ کا نام شہزادی بی بی صاحبہ لکھا ہے جس سے
سمجھ نام بادشاہ بیگم صاحبہ ہے۔ (اد پر دئے گئے واقعہ کا ماخذ ملفوظات کتبی بیابانی ہے)

لو اہل مستحبات کا پاک شغل بھی رکھا تھا۔ صاحب برکات و محنت تھے۔ سرکار قاضی میٹھی قدس سرہ
کے اجداد کرام ذی احترام سے، آپ کے سائے افراد خاندان اور خود آپ بھی حسن عقیدت و شرف
نیاز مندی رکھتے تھے۔ ان کے اخلاف سے محبت، ادب احترام کو خوشنودی مولانا علی صاحب نے سمجھتے تھے
ہر مجموعہ سلسلہ بیابانیہ کے اکابرین کے اسماء شریف کو وسیلہ قبولیت دعا اور ان کے آسانوں کو
ذلیعہ تقرب الی اللہ جاننے تھے۔ خوش نصیبی سے کبھی اس گھر نے کی خدمت کا کوئی موقع
پیش آ جاتا تو حوصلہ نہ کر گزرتے۔

سرکار قاضی میٹھی قدس سرہ کے مقامات اعلیٰ، علوم شریع کی ہمدانی، عرفان الہی کی دولت
لافانی سب پر آئندہ تھی، اکثر اہل خانہ، عزیز و اقارب و احباب سے آپ کے وصف و مرتبہ کمال کا
ذکر بڑی عقیدت مند سی سے فرمایا کرتے۔

ادھر کی طاقبیل حضرت میر قریبان علی قدس سرہ کو بذریعہ خواب سرکار قاضی میٹھی قدس سرہ کی مصافحہ
کا اشارہ ملتا رہا۔ قاضی میٹھی کی طرف آپ کی تشریف آوری اسی غرض و مدعا کو لینے بھی کر صوبہ دار
کا مندرجہ بالا واقعہ ذلیعہ تقرب و تقرب بن گیا۔

کچھ ہی دنوں بعد حضرت میر قریبان علی قدس سرہ کی زاہدہ و عابدہ صاحبزادی حضرت سیدہ
بادشاہ بیگم قدس سرہ سے رشتہ ازدواج قائم کر لینے کا سریر صدر سے اشارہ جوں گیا
آپ نے رضائے الہی و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اتھاقِ نفس کے اس معاملے کو عدل
لحضرانہ حل کر لیا، المور والدہ مکرمہ کی دیرینہ آرزو کی تکمیل فرمائی۔ میر بشیر الدین علیشاہ کا بیان ہے:
» میر قریبان علی صاحب تحصیلدار کی دختر نکاح حضرت شہزادی بی بی صاحبہ

قبلہ سے آپ عقد شریف ہوا « لے

میر منور علی صاحب نے لکھا ہے:

لے شجرہ خاندان بیابانی ص ۱۱

”ہائے دادا پر قدس سرہ کا عقد شریف کس ماہ و سنہ میں ہوا
اس کا کچھ علم نہ ہو سکا، البتہ افضل الکلمات سے اتنا معلوم ہوا کہ
آپ کے محل مبارک کا اہم گرامی حضرت بادشاہ سید صاحب قبلہ تھا جو میر
قربان علی صاحب اول تعلقہ دار و محل کی صاحبزادی صاحبہ تھیں۔“

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد سے صرف دو صاحبزادگان کا ذکر صاحبِ افضل الکلمات نے کیا ہے۔
جیکہ آپ کے اور بھی صاحبزادے تھے، اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے صاحبزادیاں بھی
عطا فرمائی تھیں۔ میر نور علی صاحب کی تصنیف، فیضِ بیابانی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ
حضرت قدس سرہ نے دو شادیاں کی تھیں۔ محلِ اول کے لطنِ اطہر سے سرورِ قطاب حضرت سیدی
سید شاہ غلام سرور بیابانی قدس سرہ پیدا ہوئے، محلِ ثانی سے حضرت سیدی سید شاہ غلام داؤد قدس
رولق افروز عالمِ امکاں ہوئے۔ حضرت سرورِ قطاب قدس کی ولادت باسعادت کے روزِ اول

لے فیضِ بیابانی ص ۱۲۹۔ لے آپ کا ذکر آپ کے وصال کے ضمن میں صاحبِ افضل الکلمات نے کیا ہے۔
”حضرت سید غلام داؤد صاحب جو حضرت قدس سرہ کے صاحبزادے تھے ان کا انتقال ہو گیا منزل
میں جب دکھا گیا تو ان کا چہرہ مشرق کی طرف پٹا ہوا تھا۔ محمد طلعہ لٹر صاحب ضلع نے حضرت
عرض کیا کہ قاضی صاحب آپ کے فرزند اور ان کا چہرہ قبلہ کی طرف نہ ہو، یہ سنتے ہی حضرت قدس سرہ
منزل میں اترے اور دعا فرمائی کہ الہی میں اس سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش ہو۔ ساتھ ہی لکچر
نے دیکھا کہ ان کا چہرہ بجانب قبلہ خود بخود پھر گیا۔“ (افضل الکلمات ص ۱۳۰) فی الحقیقت یہ واقعہ حضرت
کی حیاتِ قدسی کا اہم بالشان حصہ ہے جس سے حق تعالیٰ جل شانہ کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ آپ اپنے
متمولین، متعلقین، اولادِ اقطاع، مریدانِ باصفا کو ان کے وصال کے بعد بھی ان کے ادب و مقام

ہی سے محرم بیابانی کے درو دیوار عرفانِ الہی کی عطرِ بزمِ مہک سے کششِ رزنا گان کا سبب
بن گئے۔ آپ جب اس بزمِ امکاں میں محبتِ الہی کا سرمایہ بن کر رولق افروز ہوئے تو اس نعمتِ
عظیمہ دولتِ عرفانیہ کو اپنے اپنے دہن میں سمیٹنے کے لیے ہر طرف سے مخلوقِ خدا اندھڑی، بندگانِ
خدا کا اشتیاق اور حد درجہ اخلاص دیکھ کر حضرت سید بادشاہ سید قدس سرہ کا قلبِ خیریت
سرسبز رہا یاں۔ حضرت فطری جاہ اوبے پناہ محبت کے اظہار کے ایسے ہی ایک موقع پر حضرت قدس
کی زبان مبارک سے ذکر و شکر و حمد باری تعالیٰ جاری تھے کہ حق تعالیٰ کو آپ کی یہ ادالہ نگاہی، فوری
حکمِ خیر بریں جاری ہو گیا اور اپنی چادرِ رحمت کا سرورِ قطاب کے سر پر مایہ کر دیا۔ سیدی درویش
محمی الدین قادری فرماتے ہیں:

(ما باقی حاشیہ ص ۱۳۰ کے مطابق انھیں مقامِ ولایت پر فائز فرماتے ہیں۔ حضرت پیر شہ قندہاں
نے بتایا تھا کہ حضرت سیدی غلام داؤد قدس سرہ، سنِ شہور کو پہنچنے کے بعد بزمانہ طالب علمی کسی
بعقیدہ مولوی کے فریبِ اثر سے عقیدہ اسلاف و تقلید سے آزاد رہنے لگے تھے، عمر زیادہ زبانی بھی
والدِ محترم سے معیت فرمائی تھی اور حد درجہ احترام کے سبب سامنے نہ جاتے تھے، یہی سبب تھا کہ
حضرت قدس سرہ نے سیدی سرورِ قطاب کی علمی تربیت خاص اپنی ہی نگرانی میں فرمائی۔ ارشاد ہوا:

”میرمایاں اپنے ہی گھر میں ظاہری و باطنی سب علوم میں کمال حاصل
کرے گا۔“ (افضل الکلمات ص ۱۳۹)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ”میرمایاں، میرے راستے پہنچے اگر میں مکار ہوں تو وہ بھی مکار ہے۔“ (ایضاً ص ۱۳۸)
حد درجہ احتیاط کے باوجود اس زمانے میں بھی دینی مدارس میں بدعتِ اقطاع مولویوں کے در آنے کا سلسلہ شروع
ہو چکا تھا، اسی لیے حضرت قدس سرہ نے متعصب ضلع و دیگر انبائے اسلام کے سامنے اس کا اظہارِ مذکر استقبال
فریب میں پیدا ہونے والے دو چار فتوؤں سے بھی آگاہ فرمایا تھا۔

”فرزندِ لبند کی والدہ ماجدہ کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر صرف ۷ دن کی تھی۔ آپ کا تولد ۲۹ مہرزی الحجہ کا ہے اور والدہ کا وصال ۷ محرم کو ہوا۔“

سیدی سرور اقطاب قدس سرہ کی رفعت و عظمت، جلالتِ شان کا اندازہ حضرت دلش محی القادری کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے، فرمایا ہے:

”آپ کی والدہ ماجدہ کے انتقال کے وقت آپ سات روز کے تھے مگر آپ اپنی والدہ صاحبہ کا پورا حلیہ بیان فرماتے تھے۔“

جس دن حضرت سیدہ بادشاہ بیگم قدس سرہ کی بیعت مبارکہ نے بزمِ حضرت باد میں جلوہ گری کی، اس المناک موقع پر رنج و غم ضبط فرما کر سرکارِ قاضی بیگم قدس سرہ نے فرمایا:

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

”اے اللہ تو نے ایک راحت عطا کی اور دوسری دے لی۔ اگر تیری مشیت اور مصلحت کے سبب ہے تو مجھے صبر دے اور اگر تیری مرضی سے ہے تو مجھے اس کے عوض اپنی رضا عطا فرما۔“

سرکارِ قاضی بیگم قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کو حضرت بادشاہ بیگم قدس سرہ کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا۔ بارہ سال تک اس غمِ عالم کے اثر کو سینہ ظاہر میں لیے رہیں۔ شدتِ رنج و ملال کے سبب گوشہ گیری اور خاموشی اختیار فرمائی۔ تبصر کے بے شمار دالوں کو اپنے منہ پر لٹکا کر رہا۔ سولے اوقات پنجگانہ کی مداومت کے کسی سے کوئی علاقہ نہ رکھا۔ جب سرور اقطاب کی عمر شریف ۱۲ سال کی ہو گئی تو اپنے ان پوتے صاحب کے سہرے کے پھول دیکھنے کی آرزو ظاہر فرما کر حضرت قدس سرہ سے ران کی شادی کے لیے اصرار کیا۔

۱۔ فضائل الکرامات ص ۳۵، ۲۔ ایضاً ص ۱۵۵

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

حضرت سیدی دلش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”حضرت کی پہلی شادی، حضرت قدس سرہ نے اپنی والدہ صاحبہ کی ضعیفی اور اصرار کی وجہ، کم عمری لینے بارہ سال کے سن میں آپ کے ہاموں میر تراب علی صاحب تحصیلدار کی صاحبزادی سے کی۔“

حضرت سرور اقطاب کی شادی ہو چکی تو حضرت قدس سرہ کی والدہ ماجدہ نے خوشیوں کے چراغ گھسی سے روشن کیے اور بہنوں من اندج پلو کر دی گئیں لٹوائیں، والدہ ماجدہ کی آرزو پوری ہو گئی حضرت قدس سرہ نے سجدہ شکر ادا فرمایا اگرچہ آپ کے معمولات روز و شب میں سرور بھی فرق نہ آتا تھا اسی طرح جاری تھے جس طرح سے کہ انھیں اپنے شروع فرمایا تھا۔ عدل گستری، نزاکتِ نفس اور حقینِ کمال سے آپ کی ذات ستودہ صفات بدرجہ کمال مشرف تھی، حق تعالیٰ کی محبت میں اپنی ذات کے پرزے پرزے کو فنا کر کے وقت کی ہر آزمائش کو نہرِ صبریت دی، کھڑے و خالص سونے کی طرح حوادثِ زمانہ کی کسوٹی پر اپنے قدم جمائے رکھا اور اسے اپنی عظمتوں سے چمکایا، صبر کی بھٹی میں یہ سونا جو تپ کر نکلا تو ادھی ٹکڑی نکلا اس کی چمک دمک سے اصفیاءِ زمانہ کی آنکھیں چندھیا گئیں، کچھ عرصہ بعد والدہ ماجدہ نے بھی مختصر علالت کو پسند فرما کر قصرِ خلد بریں میں استراحت فرما گئیں تو والدہ مکرمہ کی دائمی مفارقت نے آپ کی حیاتِ قدسی کو اک نیا موڑ عطا کیا۔ آپ نے ہر ایک سے ترکِ تعلیق کر کے عرصہ دراز تک بھٹ پٹی کے پہاڑ پر ذکرِ الہی میں مصروف و مشغول اور حق تعالیٰ سے کسی بھی حالت میں تعلق کو قطع نہ ہونے دیا اگرچہ غمِ آشنا متوسلین کی اک بڑی تعداد اس موقع پر شرفِ قدمبوسی کو حاضر ہوئی اور آپ ان سب کی خاطر اپنی حرمِ سرا سے باہر تشریف لاتے دکھائی دیتے لیکن حقیقتاً آپ بھٹ پٹی کے پہاڑ ہی پر موجود رہتے، سب کو مصلحتی کا موقع بھی ملتا اور سب ادب و احترام

۱۔ فضائل الکرامات ص ۱۸۱

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

سے آپ کے دامنِ قبا کو بوسہ دینے کی سعادت بھی حاصل فرماتے۔ کچھ دیر تک فرش پر نظر ہی جمے یہ سارے عقیدہ مند میں دوزاں ہو کر بیٹھ جاتے کوئی کسی سے کچھ نہ کہتا حدادب کے سبب اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتے لیکن آواز سے ہم کلام نہ ہوتے۔ اس طرح کچھ دیر تک سب بیٹھے رہتے اور آداب بجا لاکر پیچھے ہی پیچھے رخصت ہو جاتے۔ چلے جانے کے بعد آپ بھی وہاں نظر نہ آتے یہی وہ زمانہ تھا کہ آپ اخلاقِ ملکیت سے منور تھے۔

نسبت و نیابت غوث الوری

صبح و شام، قیام و قعود، رکوع و سجود، ذکر و اذکار سے کوئی لمحہ خالی نہ تھا۔ یہی متعلّقین و متوسّلین کے احوال سے باخبر بھی رہتے، قضات کے کاموں کو بھی ملاحظہ فرماتے اور ملازمین کے کاموں کی بھی نگرانی فرماتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کا آپ کے ایک ایک عمل سے ظاہر ہوتا انھیں غالب دیکھ کر کوئی ہم کلام ہونے کی جرات کرنا سیدی درویش فی الدین خاکی فرماتے ہیں:

”بھٹ پٹی کے پہاڑ سے (آپ جب بھی تشہیف لاتے حالتِ استغراق میں رہتے جس کی وجہ مردانِ خاص بھی سانس نہ جاتے)“

۱۔ سیدی عبدالکریم بن ابراہیم لعلی قدس سرہ نے لکھا ہے: (السان کاٹل ص ۲۰۲)

”جب صاحبِ جسم، اخلاقِ ملکیت کو حاصل کرتا ہے تو اس کی روح قوت پاتی ہے اور اس سے ثقل کا حکم اٹھ جاتا ہے جب ہمیشہ یہی حالت تھی تب تو اس صاحبِ جسم فی نفسہ روح کے ہوجانا ہے پھر بانی پر چلتا ہے ہوا میں اڑتا ہے۔“

۲۔ فضائل الکرامات ص ۵۴

برسوں اسی طرح حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی خوشنودی کیلئے کبھی قرب و جوار کے مسکن تالاب کے کنارے پتھر کی چٹان پر تو کبھی کسی اونچے پہاڑ کی چوٹی پر جہاں آسانی سے جانا ممکن نہ ہوتا مگر عبادت الہی رہے۔ گھر پر ملے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات بھی فرماتے اور چشمِ زدن میں علّاق سے دور کہتے تنہائی میں گوشہ گیر رہ کر ذکر حق سے مشغول بھی رہا کرتے۔ اسی دورانِ مخصوص ارادتمندوں کی ظاہری و باطنی تربیت بھی فرماتے۔ سیدی درویش فی الدین قادری فرماتے ہیں:

”علم و عرفان، ایقان و ایمان، تزکیہ نفس و تہذیب باطن، ریاضت و مجاہدہ میں بے نظیر تھے۔ خلوت در انجمن کے بیٹھناں مظہر تھے۔“

مجاہدات و ریاضات کی کثرت سے تجلیات کا ظہور معمول بن چکا تو حصولِ برکات کی خاطر ہر قسم کی مخلوق حلقہ باندھے آپ کے ارد گرد منتظر کرم رہی۔ رجال الغیب اور ناری مخلوق ایک دوسرے پر سبقت لے جانے آپ کی اس خلوت گاہ پر کثرت سے جمع ہو جایا کرتی تھی آپ اشکائے سے انھیں ہٹا جانے کا حکم فرماتے۔ سیدی درویش فی الدین قادری کا بیان ہے:

”جب آپ مصروفِ عبادت ہوتے تو طرح طرح کی مخلوق ارد گرد جمع ہو جاتی، آپ کا ارشاد ہے: ”اکثر میرے پاس بھٹنے آ جایا کرتے تھے لیکن میں انھیں ہٹا دیا کرتا۔“

حصولِ مرام و تقرب و رفقاے الہی، و زمرہ خدامین میں داخلے کا متمنی ایک کوہِ قامت قوی الخجہ من، مودب سر جھکائے، ان سے جدا، اور سب آگے کھڑا رہتا، کبھی سب پر ظاہر اور کبھی سب کی نظر دل سے پوشیدہ منتظر فرمان عالی رہتا۔ عرصہ دراز بعد جب اتفاقاً اس مقام کی طرف آپ کا گزر ہوا تو اس چٹان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

۱۔ فضائل الکرامات ص ۳۷۔ ۲۔ ایضاً ص ۵۴

”جب میں اس چٹان کے پاس مشغول عبادت تھا تو وہاں ایک جن قوی ہمیکل ہر وقت حاضری اور فرماں بڑاری

کا مقرر رہتا ہے۔

آپ کی خلوت گزینی کے وہ تمام مقامات، جہاں آپ معتکف بہ یاد الہی رہے، اکثر انوارات و تجلیات کے نزول کی کثرت کے سبب متینہ و سمجھے گئے۔ بیس برس قبل پانچا پیٹ کی پہاڑی اور میدک کی سنان پہاڑی چوٹیوں پر جس مجاہدہ سے حق تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت کو رک گئے، میں سمجھتا تھا اس کی لذت آفرینی نے دو ماہ گذشتہ آتشائے خلوت رکھا۔ راتیں پہاڑوں پر عبادت الہی میں گزار دیتے اور صبح پو پھٹنے سے قبل گھر تشریف لاتے، ایسا اقتضات کے کاموں میں ہرج نہونے کے خیال سے فرماتے درندہ اکثر مہینوں اور برسوں عبادت الہی کا لطف اٹھاے سجدہ ریز رہتے، جب کبھی ضرورت علاقہ داعی ہوتی اور آپ اس پر مطلع ہوتے تو صبح ہی صبح اُٹھتے، تبھی بھوک پیاس محسوس ہوتی۔ سیدی درویش محمد الدین قادریؒ نے لکھا ہے:

”اکثر آپ علی الصبح گھر آتے تو آپ کو شدت کی بھوک محسوس ہوتی۔ رات کا بجا گچا خشک، لال مرج کی چٹنی

سے ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔“

کشش منعم ذوالجلال، جذب حق اہل الخالقین و کربائی قوت لم یزل کے سبب برسوں بخودانہ اس کے آستانے پر پڑے رہے مولیٰ کریم ہی خوب واقف ہے کہ کتنے برس کتنے ماہ اور کتنے دن، سردیوں، گرمیوں اور شدید بارش کے موسموں کا اثر تمام اجزائے بدن پر ہوتا رہا۔ آپ ہر شے کے اثر سے بے نیاز، اسباب علل سے

بے خبر، رز و شب کی گردشوں سے لاعلم، نسیم صبح کے کیفیت دکم، خیزاں رسیدہ درختوں پر بھی گرد بے سنگم، دھوپ کی نمازت، چاندنی کی لذت، سے بے تعلق متاع جسم نذر کرنے رہے، سیدی درویش محمد الدین قادریؒ رقمطراز ہیں:

”الفی الہی میں آپ کے صفات اس درجے فنا ہو گئے

تھے کہ عالم کا ذرہ ذرہ منور ہو گیا تھا۔“

بدلتے موسموں کی اثر انگیزی نے جسم نگہ شان سلیم و رضا کے پیرہن کو لمحات کی تبدیلی کے اثر سے پیدا ہونے والی نمی اور گرمی سے نرم و لودا کر دیا تھا۔ گرد و غبار تہ بہ تہ پوشاک پر جم کر فضا کی ہر بدلتی کیفیت کی نمائندگی اور سارا بدن شریف سبزہ خیز و فرغند ریز ہو کر سبز زرخیز و شاداب حصہ زمین کا منظر پیش کر رہا تھا۔ مکڑیاں آپ کے دامن قدسی سے لگیں اپنی سٹار گاہیں تعمیر کیے شان بے نیازی سے جی رہی تھیں تیلیاں آپ کے جسم طاہر سے لٹی بیلوں پر کھلے نرم و نازک ٹھنڈے منے بھوؤں کا رس چوسنے منڈلا رہی تھیں، دیکھ آپ کی پشت پر مٹی کی چادر بچھائے، شان بوقرب کا جلوہ دکھا بڑے آرام سے گھر بیٹھے لذت کام دہن کا لطف لے رہی تھی، آپ ہر تکلیف و محنت سے بے نیاز، ہر شے کے وجود سے بے خبر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ سر بسجود تھے سیدی سردار قطاب سید شاہ غلام سردار بیابانی قدس فرماتے ہیں:

”آپ کی پشت میں نے دیکھی ہے۔ دیکھ چڑھ گئی

تھی اور زخموں سے جھلنی ہو گئی تھی۔“

سجدہ للہیت اور لیلادہ عبدیت کے سبب آپ کے بدن شریف پر ہر ایک کداس کی پسند کا آب و دانہ اور اپنی مرضی سے جینے رہنے کا حق حاصل تھا۔ حق تعالیٰ کی قربت کے لیے

آپ نے حق تعالیٰ کی ان صفات و عادات کو اپنا لیا تھا جو اس کی محبت کا لازمہ تھے یہاں
مخلوق کو اسی کی طرح چاہنا اور اسی کی طرح ہر ایک کو اس کی پسند سے زندگی گزارنے
کا حق دینا " الفت الہی میں اپنے صفات کو فدا کر کے ہی دیا جاسکتا ہے۔ آپ نے ہر
مخلوق سے ایسی ہی محبت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ سجدہ ریزی کے اس مقام خلوت نے
پر شمس و قمر نے جب اپنی دوہزار ایک سو گز پوش پوری کر لیں تو ابر رحمت الہی جوش زن
ہوا۔ ہر قسم کی مخلوق جو آپ کے استیسا ب فیض حصول برکات کے لیے آپ کے قرب جوار
میں موجود تھی آپ کے اور قریب ہو گئی۔ کچھ ہی دیر میں بہمت سے انوار تجلیات کا نزول ہوا
اس کثرت سے ہونے لگا جیسی کھان کی عظمت یعنی گمان ہوتا تھا کہ خود پہاڑ ہر جہت
سے ضیا باری کر رہا ہے۔ دفعتاً دونوں عالموں کے حاکم و سردار، وارث نبی و نخت
اقلم ولایت کے تاجدار، غوث الثقلین میرا محی الدین ابو محمد سید الشیخ عبدالقادر جیلانی
پیران پیر غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ بے نفس نفیس محاذِ نورانی میں تشریف فرما رونق افروز
ہوئے آپ نے اپنا یہ واقعہ خود ارشاد فرمایا ہے:

” ایک روز بفضلِ ایزدی سواری مبارک حضرت محبوب
سبحانی قطب ربانی پیران پیر غوث الاعظم دستگیر سیدی میرا
محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوئے
اور مجھے دولتِ سرمدی سے سرفراز فرمایا۔ میں نے اپنا ناپاک
کندھا حضرت کی پالکی مبارک کو دیا“ ۱

میر منور علی صاحب نے لکھا ہے:
” حضرت قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ: ”جب میں بھٹ پٹی

۱۔ پانچ سال ایک ماہ پچیس دن (ملفوظات) ۲۔ فضل الکرامات ص ۶۴

کے پہاڑ میں مغلوب الحال اور محو انوار الہی رہتا تھا ایک روز
محبوب سبحانی قطب ربانی پیران پیر غوث الاعظم دستگیر سیدی
میرا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی سواری
اقدس آئی اور مجھے دولتِ معنوی و سرمدی سرفراز فرمائی،
آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنا ناپاک کندھا حضرت اقدس کی
پالکی مبارک کو دیا ہوں۔ اس کے بعد سے آپ کی پرورش
باطنی ذاتِ مبارک غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے بلا توسط
ہونے لگی“ ۲

سرکار غوث پاک ۹۴۱ھ میں شانِ وسطوتِ حیدری سے جلوہ افروز ہوئے جس طرح مسندِ رشد
و ہدایت پر جلوس فرما رہے کرتے اور سارے صحابات اٹھا کر آپ کو مخاطب فرمایا۔ (آپ کے خطاب
صفحہ ۴۹ پر درج ہیں) سرکار قاضی قدس سرہ اس طرح اچانک خطاب پر فرطِ محبت و مسرت
سے اور دالہانہ جذبہ فدایت و فدویت سے مشتاقانہ اٹھے، عرصہ دوازہ سے ایک ہی حالت
میں مشغول بہ نیاز مندی رہنے سے وہ حصہ جسم جو آپ کے زوال شریف اور پندلی مبارک سے دب
کر چر گیا تھا بے ساختگی سے اٹھنے پر چر گیا۔ زخم و تحلیف سے بے نیاز جذبہ نیاز مندی و
قصہ پالوسی سے آگے بڑھ کر پالکی مبارک کا بوسہ لیا اور اسے اپنے کندھے پر بلند فرما کر
سرکار غوث پاک سے اپنی نسبتِ قویہ کی سند ملی اس اعلیٰ جاں نثاری و حفظِ ادبِ محافہ
براری کو سرکار شہشاہ بغداد نے الطافِ کریمانہ سے ملاحظہ فرمایا اور قدیمی ہڈی
دقبہ علی کلّی اللہ کے دائمی عسلان کا اعادہ فرما کر پالکی مبارک ہی سے اپنا قدم
پاک حضرت قدس سرہ کے درش و گرن پر رکھا اور تمام متعین و متاخرین اولیائے کرام کی

ارواح طیبات اور رجال الغیب کی موجودگی میں خلوت سرفرازی و سند نیابت و ستیگر
درملے عز و شرف مٹا کر فائز المرام کیا، آپ جب اس فضل و کمال سے جلال سے
شرف ہو کر خلقت کی طرف آئے تو ہر شے آپ کے احترام میں سرنگوں ہو گئی اور سارا زمانہ
کمال کا گرویہ ہو گیا۔ کوئی شے ایسی نہیں تھی جو تابع قواں نہ ہو۔ سیدی درویش محی الدین قاری
فرماتے ہیں:

”یہ اس فیضانِ خاص کا نتیجہ ہے کہ عاشقانِ حق آپ کے پرانے
ہو گئے، زمانہ ہمیشہ آپ سے روشنی حاصل کرتا رہے گا۔“

یوں سرایا شانِ ابدی سے جو چلے تو جن و بشر، شجر و حجر، چرند و پرند ہر کس و کس و کس و کس
کی متابعت میں سر جھکے رہے۔ آپ نے اس دائمی نسبت پر شکر گزاری حق کے کوئی اور شکر
رکھا۔ حمد و ثناء رب ذوالجلال اور شکر و امتنان کے اثر سے گریہ و زاری، آنسوؤں پر قلب مضروب
کھا تو خود ارواحِ اولیاء اول و آخر سب سے آپ کی نسبت قائم ہو گئی اور تاخرین اولیاء کے کرام
بہر ایک آپ ہی سے فیض حاصل کیا۔ مولوی محمد سلطان صاحب برشتہ دار تعلیماتِ مملکت نے لکھا ہے
”آپ کو حضرت محبوبِ اعلیٰ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے خاص
فیضانِ الہی حاصل ہوا اور کمالات و فیوضاتِ قادریہ کے آپ

منظر آتم ہوئے۔“

خلوت ہو کر جلوت، استراحت فرما ہوں کہ محو قلم، کسی حالت میں سرکارِ غوثِ پاک سے انتہا
محبت و قربت کے سبب ادبِ احترام بھی فراموش نہ ہوتا۔ متوسلین و خدا مین، سرکارِ غوث
پاک کے نام مبارک کا غائبانہ اس قدر ادب دیکھ کر سوادہی کے خوف سے لرزہ بر اندام
کہ انھیں دو عالم کی اس سرکار کے نفسِ نفیس موجودگی کا گمان ہوتا مولوی محمد سلطان صاحب

”حضرت محبوبِ اعلیٰ کے نام کا اس قدر احترام فرماتے کہ کوئی
ناواقف نادانستگی سے نام لیتا اور آپ اتفاق سے چار پائی پر
سوے ہوئے بھی ہوتے تو فوراً زمین پر اتر پڑتے۔“

اس محبت و ادب کی کوئی مثال زمانہ پیش نہیں کر سکتا۔ آپ کی ذات گرامی اوصافِ مصطفویہ
الکمالاتِ قادریہ و خیر و حسناتِ رفاعیہ سے پوری طرح آراستہ تھی، حیاتِ قدیمی کے کسی پہلو پر نظر ڈالیں
ہر خاص کو انتہا پر پائیے گا۔ افضلیت، محبوبیت اور معشوقیت سے کوئی آپ کے مقام کو پا
نہیں سکتا۔ ہر وصف میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایسی نسبت و عظمت کے سبب قاضی بیٹھ میں آگئے
روضہ پر حاضر ہونا اپنی آقاؤں کے در و دربار کی حاضری و حضوری کا شرف رکھتا ہے۔ اخلاق و کردار
افعال و انخار ہر لحاظ سے آپ کی شخصیت منفرد تھی۔ خصالِ شریفانہ و عاداتِ کریمانہ دونوں ہی
جہتوں سے رفاعی و قادری نعمتوں کے مجمع البحرین تھے۔ باوجود تقدس کی اس اعلیٰ تر شان، قرب
طلوت کدہ ناز و دربار رسالت کی دوا کا شرفِ باریابی کے کبھی اس پر فخر کا اظہار نہ فرمایا، ہمیشہ
منکسر انداز رکھا۔ تنہا شخصیتِ محبتہ الاسرار شریف میں فتح عبد الحق محدث دہلوی کا ارشاد نقل ہوا ہے:

”اللہ تعالیٰ کبھی کسی ولی اللہ کو مرتبہ عالی عطا نہیں فرماتا، جب تک حضرت

غوثِ پاک کو منظور نہ ہو، کسی مقربِ علی اللہ کو اس وقت تک بزرگی نہیں

دی جتنی جب تک حضرت غوث الاعظم کی بزرگی کا اعتراف نہ کرے

اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک اپنا ولی نہیں بناتا جب تک اس کے

سینے میں حضور غوثِ پاک کا ادب بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔“

حضور غوثِ الثقلینؑ کا یہ انتہا ادب، حد درجہ والہانہ محبت، آپ کی عظمت و شہرت
کے لیے نام و نمود سے گریز آپ کا بالذات خاصہ تھا کسی بھی شخص میں سرکارِ غوثِ پاک سے محبت

کا ذرا سا اثر بھی ملاحظہ کرتے تو اس کی تکریم فرماتے اور دو عالم کی ان سرکار سے نسبت غلامی اظہار فرما کر تعظیم سے پیش آتے کہ اس ساکن اور انحصاری کے لبہاں میں خود کو چھپانا مقصد ہو جس دن سے آپ نے مسند قضا کی کو فاضل پیر میں فروغ بخشا تھا اسی دن سے آپ کی فلاح کا چرچا افراد کی مٹھلوں میں ہونے لگا تھا۔ سرکار غوث پاک سے خلعت سرفرازی و مرتبہ اعلیٰ حاصل ہو گیا آپ کا علم تصرف و نشان فرماں روائی چہار دانگ عالم لہرانے لگا۔ شریعت کی نعمتوں طریقت کی برکتوں اور معرفت کی غلطیوں کے خصوصی شرف سے یوں جو ممتاز ہوئے تو بلاوے مشرق و مغرب زیر قدم لگے۔ آپ کا حکم و دربار سلطانی کی شہرت اقلیم ہند سے نکل کر عراق و ایران، عرب و سینان تک وسعت پذیر ہو گئی تھی اور آپ بادشاہ وقت کہے جانے لگے تھے مولوی محمد سلطان صاحب رشتہ دار تعلیمات نے لکھا ہے:

”بیگانہ میں ایک عارف رہتے تھے وہ تو آپ کو بادشاہ وقت کہتے تھے۔“

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان بھائی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

آپ کی عبادتیں، مجاہدات و ریاضتیں

حضرت سیدی آقائی مولائی سید شاہ غلام فضل بیابانی قدس سرہ نے سرکار فاضل پیر قدس نے جو حالات مرتب فرمائے تھے اس میں حضرت قدس سرہ کی عبادتوں کی تفصیل قلمبند کی تھی جس کا ملاحظہ کا شرف میرے پروردگار حضرت شاہ محمد کشفی بیابانی کو حاصل ہوا تھا؛ لکھا تھا:

”آپ نے سلسلہ ہائے زہاد کی چودہ عظیم المرتبت عبادتوں اور سلسلہ ہائے فقر و قلندر یہ کی بارہ مہم بالشان ریاضتوں سے مزاج فقر و فنا طے فرمائے تھے۔“

۱۔ واقعہ درگاہ ۵۵ ۲۔ ملفوظات کشفی بیابانی

طریقہ اولیسیہ و رفاعیہ میں مجاہدہ فرما کر خصوصی شرف سے ممتاز ہوئے۔ آپ جب مجاہد الہی رہتے تو قرب و جوار کی ہر شے حق تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی حمد و ثناء میں آپ کی مشغول ہوتی۔ آپ کے قرب و ذکر و یاد کا رکی برکتوں کے سبب وہاں کیفیت میں رنگ جاتی کیوں کہ انھیں اپنی تسبیح کا معیار معلوم اور ذکر الہی کا خوب اچھی طرح علم ہے؛ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ غَيْرِ فَسَوْفَ يُعْطِيهِ أَجْرًا خَيْرًا (النور ۳۱)

کائنات میں اگر انسان کسی عمل سے نیکو ہو جائے گا جو شرف سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا اور آپ کی اتباع میں سارے انبیاء علیہم السلام جو اس نعمت سے مشرف ہو گئے تو ساری موجودات نے حق تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن اطاعت جھکا ڈالی۔

مقدمین اولیاء کے کرام کی طرح آپ کا کوئی لمحہ ذکر و عبادت الہی سے کبھی خالی نہ رہا۔ ہمیشہ آپ کی زبان حمد باری عز اسمہ سے جاری رہی اور جب مخلوق کی ہدایت اور متوسلین و متعلین کی تعلیم کے لمحات ہوتے تو آپ کا قلب حضرت حق کی طرف متوجہ رہتا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا تھا:

”آپ کی حیات قدسی کا لمحہ لمحہ عبادت تھا، زندگی سراسر عبادت بن گئی تھی“

پروفیسر پیر القادری نے لکھا ہے:

”عبادت (ماذونیت) کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کمال زندگی کے باعث خود محبوب خدا بن جائے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے) لیکن اس کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ محبوبیت کی اس حد تک جائے کہ اس کی غلامی بھی دوسروں کو محبوبیت سے نواز دے۔ اب اس مقام پر نہ صرف وہ بندہ خود محبوب خدا ہوتا ہے بلکہ جو کوئی اس کی غلامی اور اطاعت اختیار کرتا ہے وہ بھی محبوب خدا ہو جاتا ہے۔“

۱۔ تفسیر ملاح القرآن ص ۳

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان بھائی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

تو ایک ہی سجدہ میں تمام رات بیت جاتی، آپ اذان سن کر سر مبارک اٹھائیں اور ایک آہ سر پہنچ کر فراموشی سے آقاؐ نے کئی چھوٹی راتیں بنائی ہیں کہ جی بھر کے سجدہ بھی ادا نہیں ہو پاتا، ۱۔

دن کا اجالہ لیا جاتا تو قرب وجوار کی ہر شے نوری جادو مانے آپ کا استقبال کرتی، ذکر الہی کے بعد ہر شب صلوٰۃ معکوس کی ادائیگی آپ کا طریقہ شکر گزاری تھا۔

نماز معکوس سلسلہ چشتیہ عالیہ میں اس نماز کا اہتمام حضرت ابوسعید الوالدیؒ نے فرمایا کرتے تھے جسے بعد میں حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ نے اختیار فرمایا تھا۔ شیخ عبدالحقؒ نے لکھا ہے:

”آپ نے بمقام اوجہ میں حاج کی جامع مسجد میں معکوس کھینچا، چالیس دن تک اسی طرح عبادت کی کہ روزانہ رات کے وقت اس درخت کے سہارے جو کنوئیں کے کنارے پر ہے اپنے کو کنوئیں میں لٹکاتے اور صبح کو باہر نکل آتے“ ۱۔

شیخ عبدالحقؒ چشتی قدس سرہ نے لکھا ہے:

”سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسعید الوالدیؒ نے فرمایا کہ جو کچھ مجھے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا میں نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہؐ نے نماز معکوس ادا کی ہے تو میں ٹانگوں میں برسی باندھ کر ایک کنوئیں میں لٹک گیا۔ اس سلسلے میں (یعنی سلسلہ چشتیہ میں) خواجہ ابو نصر

ابو جحش قدس سرہ نے بہت نماز معکوس پڑھی ہے۔ اس سنت کو حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے ذمہ کیا، ۲۔

میک کی بیڑیوں پر طریقہ و زہاد کی عبادتوں کی مداومت و کثرت کے سبب آپ معرفت نفس اور عرفان و سرار الہی پر مطلع ہو چکے تھے۔ بھٹ ملی کے پہاڑ (قاہنی بیٹ شیش سے قرب) برس برس طریقہ فقرائے عبادتیں فرمائی بھٹیں۔ تزکیہ نفس پھر تصفیہ قلب اور تجلیہ روح کیساتھ وعدہ الہی و معرفت موت کے انھیں ایام میں آپ آشنا ہوئے۔ یلعن صالحین و طائفہ صالحین نے جن جن حسن طریقوں پر عبادت الہی کا حق ادا فرمایا تھا، تنہا آپ کی ذات گرامی نے اسے اپنا سرمایہ حیات بنالیا تھا، برسوں بستر سے اپنی بیٹھ نہیں لگائی اور مدتوں ”اپنی کروٹ کو سونے کی جگہ سے جدا رکھا“ ۳۔

غیر اطاعت و محبت سیکر ان کا یہ عالم کہ

”ساری رات آپ ہم مسجد معکوس ادا فرماتے، ایک مسجد میں جب استیلا الوار ذات الہی کا ہوتا تو اس کے شکر یہ میں دورا مسجد فرماتے علیٰ ہذا چار مسجدوں میں صبح ہو جاتی“ ۴۔

خالد بیہانیہ کے ثقہ راویوں اور بزرگوں نے تو اس سے بیان کیا ہے کہ حصول علم کی خاطر جتنی مشقتیں آپ نے اٹھائی تھیں، راہ حق اور محبت الہی کے حصول کی خاطر مظہر جمال حسین اللہ علیہ السلام میں جھنجھوں اور بیابانوں میں جتنی مدت سرگرداں رہے۔ تربیت قلب کیلئے دیار غریب میں شہر و جسد تکلیفیں اٹھائیں، ایسا کسی پر آج تک گزرا اور نہ کسی نے ایسی ثابت قدمی دکھائی۔ آپ کی ذات گرامی نے مشیت ایزدی و منشاء الہی کے مطابق اپنے لمحات خصوصی کو حق تعالیٰ ہی کی خوشنودی کے لیے وقف کر رکھا۔ عالم مکالم میں اپنا سچا توحید کی سرخوردگی کیلئے مسندِ فاضلہ درست کیا جس سے

نے دونوں مطلوب الحال رکھا۔ میدک کی پہاڑیوں پر تجلی ذات کے نزول کے مشاہدہ عالم آئندہ ہو گئے اور روح و جہ کنائس رہنے لگی۔ جھٹ پٹی کے پہاڑ پر جس تجلی نے قرب رب العالی عطا کیا تو کوئی آئندہ پوشیدہ نہ رہی۔ تجلی ربوبیت کے انتہائی کمال کا مشاہدہ تھا۔ آپ صحن نور مطلق کے مشاہدے کے بعد ہر گز راحت اور ہر تکلیف کے احساس سے بے نیاز ہو گئے، ان مقامات قرب اتصال نے آپ کے کمال باطنی و شرف اوج روحانی کو روز افزوں انوارات سے چمکایا۔ جب سارے حجابات اٹھ گئے اور آنکھوں پر تجلیات کا نزول ہونے لگا تو نہایت غوث الوریٰ سے سرفرازی ہوئی۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”حق تعالیٰ نے آپ کو کمال و کمال درجہ ولایت پر فائز اور سرفراز فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آن تجلیات ذاتی سے سرفرازی رہی۔“

پہاڑوں پر درختوں کی شاخوں اور پتے ہوئے پانی کے کناروں، آبشاروں، دھکتے ہوئے سنگاروں کے قریب جب کبھی آپ ہوتے تو ایسے وقت تجلیات کا نزول تو اس سے ہونے لگتا اور آپ غرقِ تحیر ہو جاتے۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”تجلیات الہی کا مسلسل درو و آپ کی علو شان سے عبارت ہے در نہ کسی ولی کو عمر بھر میں ایک باریہ شرف و امتیاز حاصل ہو جا تو مستی میں گزر جاتی ہے۔“

سیدی آقائی مولائی سید شاہ غلام محی بیابانی قدس سرہ نے اپنے ایک موصوفہ نے حضرت قدس سرہ سے کہا ہے:

”ولی مہی ہوتا ہے کہ جس کے قلب پر پہنچی میں، اللہ اپنی شخصیت ذات و صفات سے متجلی ہوتا ہے اور جس کے قلب پر (بے ہوشی میں) مستعد ہوتا ہے وہ اللہ کے محبوب کہلاتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”تمھارے دادا فلاں پہاڑ پر یاد الہی میں رہتے ہوئے جب کبھی پہاڑ کو حکم فرماتے وہ شفق ہو جاتا، آپ اس شفق میں معکوس ہر بسجود ہو جاتے یعنی اللہ ٹنگ جاتے، اس سجدہ معکوس یہوشی میں اللہ کی تجلی کا شکر یہ بجالاتے۔“

اس میں حضرت درویش محی الدین نے فرمایا:

(یہ) مقام ناز و محبوبیت حضرت قدس سرہ کا تھا، جو کالمین ولی اللہ کو عطا ہوتا ہے۔“

توصل و تقرب الہی، دو اہم تجلیات حضرت باری اور مقام محبوبیت کے باوجود آپ لوگوں سے ہمکلام بھی ہوتے، مریدین خاص زبان حق ترجمان سے نور ہدایت بھی پاتے۔ گنواروں، طریق بہاؤں، جلاہوں اور رنگرزوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے یا ان کی جھونپڑیوں سے لگے کسی سایہ دار درخت کے سارے میں آرام فرما ہوتے تو صاحبِ خانہ و مقام اسے اپنی خوش نصیبی جان کر میزبانی کے خیال سے پلاس کے تازہ پتوں کا خوش وضع چٹا بنا کر نہایت ادب سے آپ کو پیش کرتا۔ آپ کو اس کی دلجوئی مقصود ہوتی آپ اس کا چٹا قبول فرماتے اور اسے سکھا کر اس کے ایک ایک کش سے ایامِ خدا شناسی کی یادیں تازہ فرماتے۔ سیدی سرمد اقطاب قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ایک بار آپ کے زانوں پر چٹے کی آگ گر گئی اور جسم میں دھنس گئی آپ کو احساس ہوا۔“

اگرچہ تجلی ذات کے مسلسل درود کے سبب ہمیشہ جذب و استغراق کی کیفیت نظر آتی مگر طرف و کثرت، گرد و پیش کے حالات کی خبر بھی رکھتے، مسافروں، مہمانوں کی خاطر تواضع

بھی پیش نظر ہوتی۔ مریدانِ باصفائین طالبانہ سے کتابِ فیض بھی فرماتے حضرت سیدی عیسیٰ دباغ قدس نے فرمایا:

”دلی کمال ہر وقت مشاہدہ حق میں غائب و محو رہتا ہے ایک لمحہ بھی محبوب نہیں ٹھہرتا۔ ہاں اس کا ظاہر (اور جسم) مخلوق کیسا تھوڑا ہے اور اس سے حق تعالیٰ کام لیتا ہے اور اس کے پاس آنے والے اپنے اپنے مقصود کے موافق اس سے نفع اٹھاتے ہیں، لے۔

تجلی ظہور ذات

اکثر آپ پر تجلی ظہور ذات کے سبب انتہائی معرفت، حد درجہ کمالِ عبودیت اور لانا شروع و حضورِ حال ہوتا جو آپ کے طبعِ سعید کا امر ہے۔ تجلی ظہور ذات، انہماکِ صفتِ جلال سے عبارت ہے، ظہور ذات کے اثر کا مطلب ہے کہ سالک کا سارا وجود تمام در کمالِ محویت پر ہو جائے، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر تجلی ذات مع جمیع الاوصاف کا نزول ہوا اور آپ ہی کے وسیلے سے آپ کی امت کے اقطاب و برگزیدہ آفاق اصحاب پر بھی اس تجلی نزول ہوتا ہے۔ تجلی ذات کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ تجلی الوہیت

تجلی الوہیت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اسمیں کسی کا کوئی تجلی ربوبیت عام ہے حضرت محمدی علیہ السلام اسی دوسری تجلی سے مشرف ہوئے سرکارِ غوثِ پاکؒ اور سرکارِ سیدی سلطان الاولین سید اکبر رفاہیؒ پر تجلی ذات مع ہر صفات ہوا تھا یہی سبب تھا کہ قدی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ کا اعلان سرکارِ غوثِ پاکؒ نے سید اکبر رفاہیؒ

لے تبریز ترجمہ ابریز مترجم حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی حصہ دوم ص ۱۱

بھی فرمایا تھا۔ سیدی شاہ غلام علی قادری المومنی قدس نے لکھا ہے: سرکارِ غوثِ پاکؒ کا ارشاد مبارک ہے: ”بہت جلد سلطان سید اکبر رفاہیؒ اپنی آخری عمر میں میری وفات کے بعد مجھ سے چالیس مراتب مقامات میں ترقی کریں گے، دہائی آخری عمر میں میری وفات کے بعد خدا کے حکم سے قدی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ کہیں گے، جیسا کہ میں نے اپنے زمانے میں کہا“ لے۔

آپ کی نمازیں اور مشاہدہ عوالم

دن اور رات کے مقررہ اوقات میں آپ سات نمازیں ادا فرماتے۔ پانچ نمازیں شریعتِ طرہ کی فرض کردہ اور دو نمازیں طرقت کی، تہجد و صلوٰۃ مکسوس۔ لوگوں کے متعلق قضاوت و افتاء کے کام، ذکر و اذکار اور عبادت کے اوقات جدا جدا تھے۔ آپ کسی کے ہمان ہوتے یا کسی دعوت پر دعوت ہوتے یا تنہا دولت کثر تشریف فرما رہتے حق تعالیٰ کیساتھ آپ اک خصوصی ربط ہوتا۔ اکثر شب کی سنان گھڑیوں میں جب آپ ذکر ارہ فرماتے تو سمیت و جلال کے جببیم کے تمام حصے جدا ہو جاتے۔ یہ ذکر حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے اذکار سے خاص ہے اور مشاہدہ حق کے بغیر اس کا کرنا ممکن نہیں۔ ایک مرتبہ آپ رسالے کے کسی مرید کے یہاں ہوئے خلوت گہ قدی میں کمال مشاہدہ کے سبب آپ کا ہر حصہ جسم مثل برگ گل شبیدہ جدا جدا بکھر گیا تھا۔ حضرت دریش محی الدین قادری فرماتے ہیں۔

”ایک روز حضرت رسالے میں دعوت تھے وہاں رات ہو گئی۔ مریدوں نے حضرت کو شب میں روک لیا۔ شب میں تین پہرات کو دیکھتے کیا ہیں کہ آپ کی آرام گاہ پر آپ کے سب اعضا و علوہ علیہ پڑے ہوئے ہیں“

۱۔ مشکوٰۃ النبہ ج ۴ ص ۴۳۷ ۲۔ فضل الکلمات ص ۸۷

جب آپ پر الہی کیفیت طاری ہوتی تو اٹھارہ ہزار عالم آپ پر منکشف ہو جاتے جسم مبارک کا ہر حصہ ان عوالم کا مشاہدہ کر کے ہر عالم کی جدا حالت و حقیقت سے بہرہ ور ہو جاتا حق تعالیٰ نے آپ کو ہر شے پر قدرت و اختیار ایسا دیا تھا کہ جب بھی اور جس وقت بھی آپ کو شے پر چشم سے کسی شے کی طرف توجہ فرماتے وہ شے آپ کے ابروؤں کے اشارے کی منظر نظر آتی یہ کمرتبہ آپ کے ارشاد فرمایا:

”حق تعالیٰ کا اپنی تمام مخلوق سے اک طرح کا ربط خاص قائم ہے اسی

ربط و تعلق کے باعث وہ جسے چاہے عزت دے دیتا ہے اور جسے

چاہے ذلیل کر دیتا ہے انسان کو چاہیے کہ اس کی ہر مخلوق سے محبت

دور رکھے۔“

آپ کا مشاہدہ اسرار الہی اس قدر قوی تھا کہ ہر لمحہ آپ سیر عالم ارواح، سیر عالم اجسام اور عوالم مثال سے خود کو مشرف فرمایا کرتے اور اپنی حریت میں اضافہ پاتے۔ اپنی عوالم کے اسرار کے مسلسل مشاہدہ کے سبب روح کی حقیقت بھی آپ پر منکشف ہو گئی تھی۔ فی الحقیقت روح کی حقیقت کا ادراک بے انتہا دشوار بلکہ ہلاکت خیز ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جب تک روح کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا جائے گا اس کے ادراک کی حقیقت پس پر دم ہی رہے گی اور یہ مشاہدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو تا جب تک عوالم شہدہ ہزار کی سیر مشاہدہ کما حقہ حاصل نہ ہو جائے۔ بزرمانہ تربیت روحانی اپنے شفیق تبار کے حجرہ قدسی میں عرفان حق کی وہی جستجو کا جو انکشاف ہونے لگا تو اسی زمانے میں عوالم کثیفہ کا مشاہدہ فرمایا تھا اور بلا طلب حق تعالیٰ نے وہ تمام نعمتیں آپ کو عطا فرمائیں کہ وہ ان قدسی چھلکنے لگا اور آپ کا قلب ہر وقت حق تعالیٰ کے سامنے سرنگوں اور جہلم طہر و جد کائنات پر گرا۔ اس قربت قریبیہ کی بدولت جب آپ محو مشاہدہ عوالم ہوتے تو روح بھی وجہ کائنات اس کیفیت سے اپنا حصہ پانے آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ جاتی۔ میدی درویش عالم قادریؒ نے لکھا ہے:

۱۔ موقوفات کشفی بیابانی۔

”ایک روز آپ دولت سر میں تشریف رکھتے تھے، اپنی روح کو جسم سے نکال کر اک کرشمہ دکھلایا۔ روح مبارک بالکل حضرت کے مشابہ سامنے بیٹھ گئی تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت کی ناک پر ایک نشان تھا جو روح مبارک پر نہ تھا۔ لوگوں نے پوچھا، ”یہ کون ہے“ آپ نے فرمایا: ”یہ بھی بندہ خدا ہے“ اتنے میں وہ روح اٹھ کر چلنے لگی اور ایک دیوار کے پیچھے ہو کر غائب ہو گئی۔“

۱۔ عرفان حق والی از مقام قرب و محبوبیت کے سبب روح کے اسرار جو منکشف ہو گئے تو روح سے کسی بھی قطع نہوا۔ آپ کا جسم قدسی معیت روح کے بغیر بھی مشاہدے کی لذت سے ہلکا رہتا۔ اسی اہم تر نکتے کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہوا سیدی اشع عبدالعزیز دہلوی فرمایا: ”جب تک انسان پر تمامی عوالم منکشف نہیں ہو جاتے اس وقت تک روح کی حقیقت منکشف نہیں ہوتی اور اگر عوالم کا کوئی حصہ بھی منکشف ہوئے بغیر رہ گیا اور روح کی حقیقت اس پر منکشف ہو گئی تو فتنہ میں پڑ جائے گا۔“

اوصاف حمید

آپ نہایت چھوٹی عمر ہی سے نہایت پاکیزہ اطوار، فرستادہ صفات اور اخلاق کریمانہ سے متصف تھے۔ والدین محترم کی قدسیانہ زندگی کے شب و روز اور اس کی پاکیزہ فضا نے محبت حق کی طرف ابتدا ہی سے مائل رکھا تھا۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی محبت کو سینے سے لگائے رہتے۔ اسی دہانہ محبت الہی کے سبب اس کے کلام اور اس کے اخلاق اور اس کی چاہ سے قلب کو آراستہ و منور رکھا۔

والد محترم سے ابتدائی ضروری دینی تعلیم کے علاوہ علوم قرآن، فقہ و فرائض کی مبتدئیات پڑھیں، فوری طور پر فضائل و افتاء الوسی کے کام نپٹاے جائیں۔ شوق حصول علم نے بات کیا بڑھالی کمال حال ہونے تک کوئی لمحہ چین نہ لیا، علمائے عصر و اصفیاء ہر سے خوب خواہش کر کے ذی علم تالیف سے منازل روحانی طے اور مشاہدہ عوالم کی لذت سے آنکھیں روشن کیں محترم تالیف صاحب نے مجاہدات شاقہ اور ریاضات کاملہ سے قلب و نظر کی کچھ سی ترسیت فرمائی کہ زمانہ کر دیا پیش الہی کی کساک کے حصول کیلئے در زنگر پر قلب کی دھڑکنیں درست فرمائیں ان سے روایاں آراستہ ہو گیا تو آقا سے وہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن دو عالم کے فرماں روا حضور غوث الثقلین میرا محی الدین ابو محمد سید شیخ عبد پیران غوث الاعظم و حکیم طائفہ کے دستِ تدریس سے روئے شرف امتیاز و ولایت حاصل کیا آپ اپنے ہی سند تمام فضائل سے آراستہ ہو کر اس فرار ہو گئے بن شمس سیدی جنید بغدادی قدس سیدی ابوبکر علی قدس سرہ ہی فائز الرام تھے۔ آپ کی اس عظمت و برتری کا جو عالم ارواح و اعلان ہوا تھی آپ کے والد محترم کی جگہ کو نہایت ادب و احترام سے آنکھوں سے نگاہ کر عمر ۶ سال سند سجادہ افتادہ پر جلوس فرمایا اور رشد و ہدایت سے مخلوق خدا کے قلوب منور فرمائے سیدی درویش محی الدین قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

”آپ شیخ شریعت بھی تھے اور شیخ طریقت بھی شیخ شریعت اس لیے کہ لوگوں کو معاملات و مدارات اور اچھی زندگی کا طریقہ سکھائیں اور دوسری طرف شیخ طریقت اس لیے کہ مخلوق کو خالق کے دروازے کی راہ بتائیں۔“

منجملہ اوصاف قدسی و جہر ذاتی، کبھی ادنیٰ و علیٰ کی تخصیص نہیں رکھی۔ ہر ایک سے خوش

ہندو پشانی سے پیش آتے اکثر اسلام کرنے میں بیعت فرماتے، تواضع، فروغی، انکساری حد درجہ موجود تھی آپ کے دست سیدی امیر الزماں حیدر علی کی طرح مسکینوں، یتیموں اور عجز و کمزوریوں کے کام نپٹا دیتے، ان کے ساتھ ان کی ضرورتوں کا علم حال فرماتے، انھیں جس چیز کی ضرورت ہوتی اس کی مل فرماتے۔ نرم دلی، عفو و درگزر، اہم وجود تھا، عیب کبھی آپ کی فطرت مطہرہ کا خاصہ تھا۔ حشری پامی کہ جس نے جو مانگا عطا ہوا۔ باوجود اسکی تمام برائیوں نے اور باوقار و صاحب اختیار قاضی و جاگیر دار و عظیم المرتبت شیخ طریقت ہونے کی قدر کے سامنے اپنے اس مقام کا انشاؤنا و النشاؤنا و زفریاد کو بچائے رکھا۔ سیدی درویش محی الدین فرماتے ہیں:

آپ عالم تھے، غریب پرورد تھے، عجز و انکساری کا نمونہ تھے، رحمت تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہمیشہ پیش نظر تھی۔ ایسا کوئی انجام نہیں دیا ان حضرات قدس کی حیات مبارکہ سے جدا ان کے کسی عمل میں موجود نہ ہو جن خوش نصیب حضرت آپ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ساتھ رہنے کا موقع ملا ان کا بیان ہے کہ ایسے اوصاف کا انھیں مشاہدہ حال جیسے بالوسیت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھا جاسکتا ہے یا پھر صحابہ کرام کی مقدس و پاکیزہ تر زندگی میں لیا جاسکتا ہے پھولوں کے چھپر میں زیر سایہ بہتے، خاک میں بستہ رکھی اینٹ یا کبھی چھپر سر ہانے کبھی کسی درخت کے سایے میں آرام فرما ہوتے اور کبھی کسی غریب کی چھوٹی کھجور کے کھن کو روٹی بخشتے۔

شیخ و تجلیات و انوارات سے کوئی لمحہ بھی خالی نہ ہوتا۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”حضرت کا حال مبارک ایسا ہی تھا، کبھی جذب تھا اور کبھی سلوک کبھی مکان میں ہوتا تو کبھی گھر پر کبھی چھپر پر تو کبھی اعلیٰ کے درخت کے نیچے زمین پر۔“

”مفت کش و بھانوں سے محبت سے پیش آتے، ان کے بلانے پر بلا توقف ان کے گھر جاتے، ان کی بنائی ہوئی سرکھی مچ جھنی سے تناول فرماتے، ان کی دلوں کی خاطر دو قہرے زائد لے کر انھار پسندیدگی فرماتے۔ چھپرے بیٹھے کے افراد میں سے ہر کوئی مل کر بیٹھے کہانی محض کو بیان کرنا شروع کر دیتا۔ حضرت قدس اپنی زندگی میں کئی اور حکمرانیت سادگی سے رکھتے کوئی پچا نہیں سکتا تھا کہ آپ بزرگ ہیں۔“

اہل حرفہ، کاشتکار، دستکار، محنت و مشقت کا کام کرنے والوں میں اکثر تشریف فرما
اور عام آدمی کی طرح جہاں جگہ خالی نظر آتی بیٹھ جاتے، ہر ایک سے مرہم اور ہر ایک سے
معتیٰ ان کے کاموں میں حصہ لیتے، ان کے دکھ درد، خوشی مسرت کے موقعوں پر تفسیر
شریک ہوتے، ان کی خبر گیری کرتے اور انھیں محسوس نہ ہونے دیتے کہ وہ ان سے کوئی
عظیم المرتبت شخصیت رکھتے ہیں جس کی سے ملنے ہمسرا نہ ملنے اور اپنے احوال پوشیدہ
آپ کے یہ اصحاب متقل، یہ سادہ گنوار دیہاتی، آپ کی تربیت شہابی سے بیگانہ آپ کو عام
کی طرح شمار کر کے اسی طرح آپ سے پیش آتے حسب طرح وہ آپ سے ایک دوسرے سا
بے تعلقانہ رہتے، آپ بے تعلقانی میں کہی ان کی باتوں کا ذرا خیال نہ فراتے اور نہ ان کی
بے تعلقانی کے اظہار بدل کج فراتے دیکھنے والے کسی بھی اجنبی شخص کو غلط فہمی ہو جاتی اور وہ
کہ انہی میں سے ایک شخص آپ ہیں۔ سیدی درویش محی الدین قادری قدس سرہ نے ایک واقعہ تحریر

۱۔ ایک وقت آپ ہرچن وارہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاقاً
چند نوجوان عروب بیکار کی تلاش میں وہاں پہنچے، عروب
دیکھ کر وہاں کے سب لوگ بھاگ گئے صرف حضرت ہی وہاں
بانی رہ گئے چونکہ آپ کے دوش مبارک پر بسل تھی اور زمین پر بیٹھے
ہوئے تھے عروبوں کو غلط فہمی ہو گئی، سامان کی پوٹلی اٹھانے
کو کہا، حضرت نے اپنے سر پر پوٹلی اٹھالی، یکایک پوٹلی حضرت
کے سر مبارک سے ایک ہاتھ اوپر معلق ہو گئی عروب نے میں
تھے، انھوں نے غور بھی نہیں کیا تبدیل بدل جانے کے بعد
جب وہ موضع ٹری کڈھ پہنچ گئے تو حضرت کو کچھ پیسے اجرت
دینا چاہا، آپ نے انکار فرمایا، التفات نہ فرمایا، سامان پہنچا دیا۔

۱۔ نخل الکرام

اب ذرا اس کی کیا تشریح فرمائیے، سنت اصحاب رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب و غریب مخالفت
ہے، سیرت نگاروں نے تو اس سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جن دلوں میں اہل کمال کا مرکز تھا اور جلیل القدر
مہمانی رسول، سیدی آقاؑ و مولائی حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو بزم رسالت کی شمع فزونی
تھے، ان کے گورنر کے اعلیٰ تر عہدہ پر فائز رہنے کے نہایت سادگی سے رہا کرتے تھے کہ
کسی اجنبی شخص کو آپ کی اس سادگی کے سبب پہچاننا مشکل ہو جاتا۔ مولوی عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے:
”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، مدائن کے گورنر تھے۔ ممکن طرز معاشر
اس قدر سادہ رکھا تھا کہ کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ ایک بار کسی شخص نے
گھاس خریدی اور بیگار کرا کر گھاس پر لاد دی، وہ چلے تو لوگوں نے
کہا: ”یہ امیر ہیں، صاحب رسول اللہ ہیں۔“ اس نے کہا: ”معاذ
فرمائیے میں نے آپ کو پہچانا نہیں، بوجھ سر سے رکھ دیجئے۔“ بولے
نہیں اب تو تمھارے گھر پہنچا کر ہی انارول گا۔“

ایسے صد ہا واقعات ہیں جو آپ کی حیات قدسی کو منور کیے، منوسلین کے سینوں میں روشن ہیں کسی
ضرورت مند کا کوئی کام ہو، کسی ضعیف آدمی کو سہارے کی ضرورت ہو یا کٹھن سب کے گھر کی دعوت ہو، بھی
انکار نہ فرماتے، بھولے بھرسے بھی کسی کی دل شکنی نہیں فرمائی۔ اگر کسی سے کوئی خلاف شرع کام
سرزد ہو جاتا تو نرم لہجے میں اس کے نقصانات بیان فرماتے۔ آپ کے غیاب میں اگر کسی مرید
سے ایسا کوئی کام ہو جاتا جسے شرع نے متعین نہیں سمجھا تو فوری آپ کی تکلیف ہو جاتا، اسے
تنہائی میں یاد فرماتے اس کی اصلاح فرما کر عیب پوشی فرماتے کسی محفل میں تشریف لے جاتے
تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ سیدی درویش محی الدین قادریؒ کا بیان ہے:

انکساری حد سے زیادہ تھی، جب کسی محفل میں بیٹھتے صفِ نعل
میں بیٹھ جاتے۔“ ۲

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ قدسی تو ایسے انمول جواہرات سے بھری پڑی ہے، ماہرِ تھادی نے لکھا ہے:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے یہاں تشریف لے جاتے تو کسی اونچی جگہ اور ممتاز مقام پر بیٹھنے کی ہرگز کوشش نہ فرماتے عام آدمیوں کے ساتھ انھیں کے برابر بیٹھ جاتے“۔

سنتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر وقت پیشِ نظر رہا کرتی تھی، اپنے کبھی بھولے سے بھی زندگی کے کسی معاملے میں غفلت کا شائبہ نہ لے دیا۔ گھر کے بہت سے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے، خاص ضرورت کے موقع پر بھی کسی سے کوئی کام نہ لیتے جب آپ کے فرزند حضرت سید شاہ غلام سرور بابائی قدس سرہ روفی اگلے بزمِ امکاں ہوئے مشیتِ ایزدی کے سبب آپ والدہ معظمہ نے جنت الفردوس کی سیر سپنہ فرمائی تو حضرت قدس سرہ اپنے ان صاحبِ صاحب کی پرورشِ مثل پرورشِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دو جہاں نے حضرت علی کم اشرف جبر کی پرورشِ نفسِ خود فرمائی تھی (خود اپنے ہاتھوں فرمائی۔ اپنی نگرانی میں گھر کی بھینسوں کا دودھ دودھ کر اور نہایت احتیاطاً اس پر کپڑا ڈھک کر گھوس آئے اور اپنے ہاتھوں سے چوہا ہٹا کر دودھ گرم فرماتے اس کے بعد سیدی درویش محی قادی نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

”شفقتِ پدری کا یہ حال تھا کہ بچے کے لیے محلہ سے دودھ لانے کے لیے خود جاتے اور دودھ خرید کر لاتے تھے۔ دودھ پر اپنا رد مال ڈھاکے لیتے تھے“۔

”محلہ سے دودھ خرید کر لانے“ کا یہ بیان سیدی درویش محی الدین قادی کے سہو قلم کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اول تو آپ جاگیر دار تھے زرعی کاموں کیلئے گھریں موشیوں کی ایک

مقتد بہ اد آپ کی ملوکہ موجود تھی، دوم بازار میں ہر وقت تازہ دودھ کہاں میسر ہوتا۔ ہاں کب جب دودھ پیالے میں لے لیتے تو ضرور اپنا رد مال اس پر ڈھاکے دیتے تھے کہ یہ فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں تھا کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ”مقامِ نفع سے ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ لائے، حضور نے فرمایا کہ تم نے اس کو ڈھانک کر کیوں نہ لایا کم از کم اس کی چوڑائی میں لکڑی رکھ دیتے تو اچھا تھا“۔

یہ کم جس احتیاط کے پیشِ نظر ہوا، اسے نظر لگ جانے کی علت سے بچانا مقصود تھا کہ دودھ بھی حق تعالیٰ کی اُن نعمتوں میں سے ہے جس پر کسی کی بھی نظر کا اثر بہت جلد ظاہر ہوتا ہے۔ مخلوقِ خدا سے آپ کو بے انتہا محبت تھی، ہر ایک سے اولاد جیسی محبت فرماتے، ہر ایک کا خیال رکھتے۔ خادین ہوں کہ روزانہ کے حاضر باش، سب کے حالات پوچھتے، سب کی خبر گیری کرتے اور اگر کوئی ہر روز کے ملنے والوں میں سے ہوتا اور اس سے ملاقات نہ ہوتی تو در فہت حال فرماتے، اس کے گھر جاتے اور اطمینان حاصل فرماتے۔ مریدین و متوسلین سے اس قدر محبت فرماتے کہ احباب میں ہر کوئی متعجب ہوتا لیکن زبان سے کچھ کہنے کی جرأت نہ کرتا مگر آپ ان کے حاضر سے واقف ہو کر فرماتے:

”اگر انسان کا گوشت کھانا جائز تھا تو میں اپنے مریدین کو

اپنے بچوں کا گوشت کاٹ کر کھلا دیتا“۔

حضرت میرزا علی صاحب قدس نے حیرت کا یہ ارشاد حضرت شمس الدین خاٹھا کے زمانہ جدِ نبی ایاہ خیر فراموشی کے تحت لکھا ہے:

”اگر آدمی کا گوشت آدمی کے لیے جائز ہوتا تو اپنے بچوں کو کاٹ کر کھلا دیتا“۔

جاگیر کے مواضع، زراعت اور قضاآت آپ کی معاشی ضرورتوں میں مدد تھے۔ ان سے جسی کچھ اور جو بھی آمدنی ہوتی، شانِ استغناء کے سبب اسے کبھی ملاحظہ نہ فرماتے، بقدر ضرورت ہی تصرف فرماتے۔ خدائیں کو حکم تھا، غربا، مساکین، مسافریں اور ضرورت مندوں پر خرچ کر دیا کریں۔ زرعی کارندوں کو قول و داروں کو ان کی مرضی سے زراعت کرنے کی پوری آزادی تھی۔ فصل پر غلہ جمع ہو جاتا تو آپ کھیت کھلانوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ کھت دست پر اناج کی مقدار اٹھاتے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا فرما کر ڈال دیتے، پھر ہر ایک کا حصہ تقسیم فرماتے، تقسیم کے کام سے فراغ حاصل ہو جاتا تو اپنے حصے کا اناج غریبوں، ضرورت مندوں میں بانٹ دیتے، اس کے بعد بھی اناج بچ جاتا تو اسے آپ کے حکم پر اٹھا لیا جاتا اور اسے مسافروں، مہمانوں اور طالب علموں کے لیے محفوظ کر دیا جاتا۔ اکثر آپ کے ہاں طالب علموں، مسافروں اور آپ سے عقیدہ مند ملنے آنے والوں کی کثرت ہوتی۔ اہل حاجت مقصد برآری کے لیے ہمیشہ آپ کے در و درت سے لگے بیٹھے رہتے، طالبان حق کی اک بڑی تسلا و داما آپ سے فیضان حاصل کرنے، ہر شے سے بے نیاز چل کیش رہنے، حق تو یہ ہے کہ قلزمِ بیابانی سے جس نے اپنی پیاس بجھا لی ہے وہ جانتا ہے کہ تشنگی کسے کہتے ہیں۔ اپنے جدِ سیدی آقائی سید شاہ اخرف بیابانی قدس سرہ جن کا آوازہ نعم و شہم دور دور تک بلند تھا، قاضی بیہوشی، جد کے اٹل لے کر اپنے زندہ سیدی درویش محمد الین قادری رحمہ اللہ ہیں،

”آپ کے ہاں مہمانوں کی کثرت ہوا کرتی تھی، کبھی سوتک اور کبھی اس سے بھی زیادہ“۔

آپ کی وسعتِ قلبی اور وسعتِ خیال بے مثال تھے۔ غریب و اہلِ قریہ ضرورت مندوں پر جیسی کچھ فرمایا

آپ کی تھیں انھیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کی عطا و شانِ استغناء کا ایک واقعہ جسے لوگوں نے یاد رکھا، مشہور ہے۔

ایک مرتبہ آپ اپنے کھیتوں کی طرف چلے۔ آپ کے ساتھ آپ کا غریب لازم بھی ہمراہ ہو گیا۔ آپ اپنے کھیتوں کا مائتہ فرما کر آگے چلتے جاتے تھے ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے اپنے غلیں مبارک اتار دیئے اور آگے پا رہنہ چلنے لگے۔ آپ کا لازم جو آپ کے پیچھے مود بانہ چل رہا تھا۔ آپ کے غلیں شریف دیکھ کر رک گیا اس کا بدن خوف و خشیت سے لرزنے لگا تھا۔ انھیں عبور کرنے اور اُن پر سے ہو کر گزرنے کا خیال بھی وہ دل میں لا نہیں سکتا تھا، بیساختہ انھیں سر پٹھا کر چلنے لگا۔ کچھ فاصلہ پا رہنہ چل کر آپ رک گئے اور پلٹ کر دیکھا تو آپ کا لازم آپ کے غلیں مبارک سر پٹھا لے آتا دکھائی پڑا۔ آپ نے اس کے ادب کو مسرت سے ملاحظہ فرما کر اس خدمت کا اُسے فوری صلہ دے دیا۔ جس قدر کھیت کا حصہ اس نے آپ کے غلیں پاک کو اٹھا کر طے کیا تھا وہ سارے کا سارا اُسے بخش دیا۔ جسے آج بھی لوگ ”پاپوش کچھ“ کے نام سے جانتے ہیں۔

آپ کا فیضان

جس مبارک دن آپ نے مسندِ قضاآت و سجادہ طریقت کو روئے بخشی، تشنہ لبانِ علم و شتاقانِ مئے عرفانِ حجوم اوک بلب قاضی بیہوش کی طرف بڑھتا چلا آیا ہر طرف سے توحید کے توالے لہجے کھینچ کر اسی ساقی کے میخانے پر چلے آئے لگے، پیاسے، شدتِ پیاس کی تاب نہ لا کر جس طرح کنویں پر گرتے ہیں، پروانے جس طرح نور کی چاہ لیے شمع پر مڑتے ہیں، یہی منظر دکھائی دیتا تھا۔ جو بھی شخص آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا، آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ اصفیائے عصر جن کی آنکھوں نے ہزاروں محفلوں کا رنگ دیکھا تھا، اسے بھی دیکھ لیا تو ساری غلیں فراموش کر دیں۔ اکابر و اصغر، دم سادھے، دامنِ فیض تھا، منتظرِ کرم بیٹھے رہتے، جن کے بھاگ کھلے انھیں

سب کچھ مل گیا ورنہ

”جھنوں نے عقبی چاہی نہیں عقبی ملی اور دنیا چاہنے والوں کو دنیا ملی“

علم و عرفان کی تڑپ جسے مضطرب کیے رہتی وہ آپ کے چشمہ فضل و کمال سے بوند بوند اپنی پیاس بجھا لیتا۔ دیوان حافظ کے معرفت آفریں مضامین سے جن شائقین علم اور سیر طبع اذیل کو لگاؤ ہوتا وہ آپ کے لغوش باتلاش کو لے کر ہر لمحہ جلتے اور آپ کی گفتش برطاری کو اپنی خوش نصیبی جانتے سیدی درویش محی الدین کا بیان ہے :

”حضرت محمد خاں صاحب، حضرت قدس سرہ کے پہلے فیض یافتہ ہیں، جب ہنگڑہ رسالے کے ساتھ تشریف لائے کسی صاحب کی قیادت کا شہر سن کر دیوان حافظ کے بعض اشعار کا مطلب پوچھنے ان کے پاس گئے، انھوں نے مطلب بیان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ”وہی پیٹھ میں جو قاضی صاحب رہتے ہیں وہ دیوان حافظ کے مطالب خوب بیان کرتے ہیں، آپ وہاں تشریف لے جائیں تو مناسب ہوگا“ کشش ہو گئی، خرافہ صاحب قاضی پیٹھ حاضر ہو گئے، حضرت قدس سرہ نے انھیں دیوان حافظ کیا پڑھایا عشق و محبت کا اہل سبق پڑھادیا سوزش محبت قلب مشتاق میں پیدا ہو گئی“

بہی واقعہ میر منور علی صاحب نے یوں بیان کیا ہے :

”حضرت محمد خاں صاحب دیوان حافظ پڑھنے کے بڑے شائق تھے اور اس شوق میں اک مدت گزادی تھی چنانچہ آپ بھی استدعا کی تو آپ نے فرمایا : کہ میں دیہاتی آدمی کیا پڑھاؤں گا۔ آخر آپ کی آہ و زاری پر ترس آگیا

پڑھنے ارشاد ہوا :

الایا ایہا ساقی اور کا ساؤ ناولی کہ عشق آساں ہنواؤں کو افادہ
مصرعہ طوطی تو پڑھ لیا جب مصرعہ ثانی (کے پڑھنے) کی باری آئی تو پڑھتے
پڑھتے کیفیت و حالت سے مغلوب یہ ہوش ہو گئے کچھ عرصہ ہوش آیا تو قدم مبارک پر گر کر رونے لگے : ”اے

وہ شخص کیوں کر خوش نصیب ہو گا جسے آپ کے دامن دولت سے وابستہ ہو جا کا موقع ملا ہو۔ اہل نظر سے تو آپ کے مقامات اعلیٰ انھیں پوشیدہ نہ رہے۔ دریاے معرفت کے کہنے پیراک و پیرا سرار الہی کے تجربہ کار غوطہ زن، جب اس سمت رس کے حلال کو دور دور سے دیکھتے تھے تو اپنی بے ہمتی دم طافی سے دست بردار ہو کر سال سے ٹکرائے والی عرفان الہی کی موجوں کا نظارہ ساری عمر کرتے رہتے اور اپنے قلب کو مضبوط دلوانا پاتھوں اس بحر ناپید کنار میں چھلانا لگا کر پیراں کا لطف اٹھا لیتے۔ یہاں جس کی قسمت میں دلوت سرور لکھی ہوئی تھی آپ سے طلب فرما کر فائز المرام فرماتے۔ میر منور علی صاحب نے لکھا ہے :

”آپ کا فیضان منوی، مقدرانہ صفت سے مصطف تھا۔ ایک ہی نظر

اور توجہ سے طالب حق عالم شہادت سے عالم باہوت تک پہنچ جاتا بعض پراس کے اثرات فوراً اور بعض پر بدیر کسی سے کب لیانہ ریاضت کر لیں“

لیکن جس میں طلب عرفان کی ہمت نہ ہوتی اسے اذن رحمت مل جاتا ارشاد ہوا :

”میرے پاس طالب مولیٰ بہت کم آتے ہیں، کوئی طالب دنیا کوئی

طالب عقبی آتا ہے“

آپ کے فیض سے ہر ایک کو اس کی ہمت کے بقدر حصہ ملا۔ آپ نے کبھی کسی کی فریاد اور التجا کو رد نہ فرمایا۔ مانگنے والے کو توقع سے کہیں زیادہ دیا جس نے مانگنے میں عار محسوس کیا اسے بھی جاتے جاتے

رکھا۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں: ”آپ کا فیضان عام تھا۔ جو شخص حاضر ہوتا حصول مقصد میں محروم نہ ہوتا۔“

آپ کی فیض رسانی کا آغاز حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و فرمان سے شہر رگل میں افواج رسالہ کنجمنٹ جس نے ننگرہ میں اپنا ٹھکانہ قائم کر لیا تھا اس رسالے میں اک عالم اور حافظ قرآن حضرات تھے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی موجود تھے جنہیں دین کا شعور کم تھا۔ نامدار خاں صاحب جو حضرت کے عاشق و خدام خاص تھے شب و روز حضرت کی خدمت میں رہ کر خلوت خاص تک رسائی حاصل کی تھی ان کے ایک غلام دہمچر رشتے کے بھائی صاحب جن کے عقیدے کی اصلاح نہیں مطلوب تھی ان کا ذکر حضرت قدس سرہ سے روزانہ اس طرح کرتے جیسے وہ یہیں کہیں فریب پتے ہوں جبکہ ضابطہ خاں صاحب شمالی ہند میں دو ہزار مل درمقیم تھے نامدار خاں صاحب کا معروفہ روز افزوں ادب و احترام سے پیش ہوتا اور حضرت قدس سرہ لطافت لعل سے ان کا معروفہ مال دیتے۔ ایک دن ضابطہ خاں صاحب کا اشارہ اقبال اوج پر پہنچا۔ سرکار کرم کی جناب میں نام دار خاں صاحب کی مودبانہ گزارش قبولیت کا شرف حاصل کر گئی۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”ضابطہ خاں صاحب کی بدعتقادی کے زمانے میں نام دار خاں صاحب اکثر حضرت سے عرض کرتے کہ ”میاں ضابطہ خاں کو بھی غلامی میں شامل کر لیا جائیے“ آپ فرماتے تھے کہ تم تو کہتے ہو مگر وہ قبول نہیں کرتے، نامدار خاں صاحب کو ضابطہ خاں صاحب سے ہمت الفت تھی، وہ برابر عرض کرتے جاتے تھے، ایک روز عرض کیا

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۱۔ فضل الکلمات ص ۱۰۱

”میاں ضابطہ خاں تو انسان ہیں، آپ چاہیں تو شجر و حجر پر بھی تصرف فرما سکتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا، ”اچھا مصری لاؤ اور مصری کو لب لگا کر فرمایا: کہ ”یہ بھیج دو“ ضابطہ خاں مرید ہو جا گا“ ضابطہ خاں صاحب ہندوستان میں تھے، مصری وہاں بھیج دی گئی۔“

آپ کی حیات قدسی ستراسر مدین، متوسلین کی زندگی کے ہر شعبے کے لیے اک نمونہ تھی، اخلاق و کردار کے سنوارنے کا معاملہ ہو کہ روحانی تربیت کی بات، آپ کی شخصیت میں وہ تاثیر تھی کہ لوہا بھی مس ہو کر کنڈن ہو جاتا۔ اپنے خادین اور مریدین سے مشفقانہ برتاؤ اور بے انتہا محبت کو دیکھ کر کبھی جو غیر متعارف شخص آپ کی جناب میں پہنچتا، اُسے ان خادین پر اہل خانہ ہونے کا گمان ہوتا، ان خادین کو برابری اور وقار سے لپٹے دیکھ کر ان سے بادب ملتا بوقت رخصت احترام کی نزاکت کو ملحوظ نہ ہونے دیتا کہ ان خادین کی ہر وقت حاضری ان کے اعزاز کا سبب بن جاتی سیدی درویش محی الدین قادری بیان کرتے ہیں:

”کسی کو یہ نہیں معلوم کہ کیا کیا چیزیں ان سے پوشیدہ رکھی گئی ہیں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔“

آپ کے دربارِ قضا کی شہرت تینوں عالموں تک وسعت پذیر تھی، عالم اجسام میں آپ افضل بادشاہ بیابانی، عالم مثال میں، نائب غوث الوری، اور عالم ارواح میں سلطان المتجددین، سے جانے جاتے تھے۔ زمانہ نام آوری میں شانِ رفاعیہ کا کچھ الیسا جلوہ دکھایا کہ ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگ بھیج بھیج کر قاضی بیٹھ چلے آنے لگے۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

۱۔ فضل الکلمات ص ۹ ۲۔ ایضاً ص ۳۸

”اس زمانے میں حضرت کا دریاے عشق الہی عجیب طرح
جوش زن تھا فیضانِ عام اور عقیدہ مندوں کی کثرت کی
وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نہ تو حضرت ہی موضع میں
رہ سکیں گے اور نہ ہی آپ کے عقیدہ مندوں اور ارادہ مندوں کے
لیے گنجائش ہوگی“۔

مندرجہ بالا بیان کا حوالہ دے کر حضرت قبلہ شاہ محمد شفیع بابائی قدس سرہ نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

”زمانہ قرب قیامت، خلقت کا ہجوم آپ کے در کی
جہ سالی کو اپنی خوش نصیبی سمجھے گا۔ زمانہ ہر طرف سے آگے
آپ کے آستانے پہنچے گا اور طرح کا فیضان حاصل کرنا
رہے گا۔ لوگ خواہ کتنے سے وابستہ ہوں، ان کے مقاصد
کی تکمیل آپ ہی کے دربار سے ہوتی رہے گی۔

پھر کچھ توقف فرما کر یوں ارشاد فرمایا:

”دادا پیر قدس سرہ کا یہ وصف تمام اولیائے کاملین میں سے
متنازع ہے کہ آپ اپنے مریدین، متوسلین کی خلفاء و خلفاء
پشت تک نگرانی فرماتے ہیں، خال سلسلہ ان تمام مریدین و
متوسلین کے حوصلے و ہمت، ادب، طلب صادق، مطابقت
برگزیدہ، و شانِ مجیدہ عطا فرما کر فیضِ روحانی سے درجہ ولایت پر
فائز فرماتے ہیں“۔

پھر صفیائے زمانہ کا یہ قول انھیں حفظ و امان ارشاد فرمایا:

۱۔ فضل الکرامات ص ۷

”من حمل ہذا الحرز بہ کہ خواہد برآید بحق شاہ افضل بیابانی“۔

اقصائے ہند سے اولیاء و مجاذیب آپ کے دربار میں حاضر ہوتے اور سر جھکائے منتظر
رہتے، ادب و احترام سے نظر اٹھا کر نہ دیکھتے، جب تک اجازت نہ ملتی بیٹھ ہی رہتے۔ آپ ہی
کے حکم و فرمان پر مجاذیب و لہال کی تعیناتی عمل میں آتی، مختلف مقامات پر، جہاں آپ جاتے
ان کے علاقے اور حدود متعین فرما کر روانہ فرماتے، تقرر و خدمات کی مدت آپ کی اختیاری ہوتی۔
سیدی درویش محی الدین قادریؒ کا بیان ہے:

”حضرت عبدالغنی شاہ صاحب مجذوب علیہ الرحمۃ، جن کا فرار گنبد
مبارک سنکڑہ میں ہے، حضرت قدس سرہ کی خدمت میں
اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے یہاں
سنکڑہ میں حضرت قاضی صاحب نے بٹھایا ہے“۔

خلوت ہو کر جلوت، مسافر ہو کر حضر ہر آن ہر لمحہ النوار مصطفائی و شاہد جلال الہی
سے سرشار رہتے کسی کو داخل سلسلہ بھی فرماتے تو سنت عالیہ ترک ہوتی اور ارادہ مند کی خواہش
بھی پوری ہو جاتی، فیضانِ قدسی اور ارادہ مند کی تکمیل آرزو کا عجیب واقعہ صاحبِ فضل الکرامات
نے نقل کیا ہے:

”ایک بار حضرت قدس سرہ رسالے میں مریدین کی خواہش پر
تشریف لے گئے۔ اہل رسالہ مرید ہو رہے تھے۔ ایک ہندوستانی
شخص نے جو وہاں موجود تھا معتقد ہو کر حضرت سے عرض کیا
کہ میں بدل حضرت کا مرید ہوا چاہتا ہوں بیعت سے سرفراز

۲۔ فضل الکرامات ص ۷

فرمایے مگر غلام کی ایک عرض بھی ہے کہ مجھ سے اور میری بیوی سے اس بات کا اقرار ہے کہ ہم دونوں ایک ہی پیر کے مرید ہوں گے آج کل میری اہلیہ ہندوستان میں ہے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ حضرت جیسی کامل اور مقدس ذات خوش قسمتی سے مجھے نصیب ہوئی ہے حضرت نے فرمایا: ”جناب خدا قادر ہے، آپ کی بیوی بھی مرید ہو جائیگی، ایک عرصہ بعد جب صاحب ہندوستان گئے ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ ”یہاں ایک بزرگ تشریف لائے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ ”تمہیں چونکہ اپنے خاوند سے عہد تھا اس لیے میں تم کو مرید کرنے آیا ہوں، میں قاضی درگل ہوں، تم میری مرید ہو جاؤ، لہذا میں ان کی مرید ہو گئی، تاریخ بیعت اور خیال بیوی نے بیان کیے۔“

اب سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس متابعت کو اس واقعے سے ٹاکر دیکھیے۔ معنی امیر یا خاں نے نقل کیا ہے ”خروپتی شریف، شرح قصہ بردہ میں ہے کہ یمن کا سردار، جیب ابن مالک، الجہل کی دعوت پر مکہ معظمہ آیا تھا۔ تاکہ اسلام کا زور کم کرے، لوگوں کو اسلام سے روکے اس نے الجہل وغیرہ کیساتھ یہ مطالبہ کیا تھا کہ آسمانی معجزہ یعنی چاند دو تارے کر کے دکھائیں۔ حضور انور نے اس سب کو گودہ صفا پر لے جا کر یہ معجزہ دکھایا پھر بولا کہ اب یہ معجزہ دکھائیں کہ میرے دل کو کیا دکھ ہے، فرمایا: تیری ایک بیٹی ہے یہی سبط جو آسمان

سے اندھی، کانوں سے بہری، پاؤں سے نگر طمی، زبان سے گونگی ہاتھوں سے لٹخی ہے۔ جانشین نے اُسے شفا دی، جیسے فوراً کلمہ پڑھا، گھر پہنچا تو دروازہ کھولنے میں بے دست و پا لڑکی سیٹھی آئی باپ کو دیکھ کر اس نے کلمہ پڑھا، جیب بولا: ”مجھے یہ کلمہ کون پڑھا گیا۔“ ابھی تو اس ملک میں یہ کلمہ نہیں آیا۔ وہ بولی: میں نے اس جیلے کے بزرگ کو خواب میں دیکھا جو کہتے تھے بیٹی ہم تیرے باپ کو مکہ میں کلمہ پڑھا رہے ہیں تو یہاں کلمہ پڑھ لے، مجھے اللہ نے شفا بھی بخش دی، میں جا گئی تو تندہ دست تھی اور یہ کلمہ زبان پر جاری تھا۔“

یہ خواب ”عالم مثال متصل“ تھا۔ حضرت بی بی سیٹھی رضی اللہ عنہا کی سعید روح نے دن دنیا دونوں کی فلاح پائی، نہ صرف آقا سے دو جہاں کی چاہت ملی بلکہ صحت جسمانی و پاکیزگی نفس بھی حاصل ہوئی۔ دولت پانچوں محافل محایات میں شامل ہو کر انعامات خداوندی کی مستحق بن گئیں۔ حضرت قدس سرہ نے بنگال ہندوستانی صاحب کی اہلیہ کو چاہ کر دخل سلسلہ فرمایا۔ یہ ان خاتون محترمہ کی خوش نصیبی تھی کہ حضرت قدس سرہ نے شمالی ہند پر گرجائی اس مرید سے محبت کا اظہار فرما کر اپنے فیضان کا کرشمہ دکھایا۔ انبیا رسالت کی عجب غریب مثال ہے۔

مسند معرفت پر آپ کے رفیق افروز ہوتے ہی ہزاروں ہزار دروازوں سے لوگ آپ کے دامن ارادت سے وابستہ ہونے چلے آئے کچھ حصول برکات کا ارادہ کر کے حاضر ہوتے اور کچھ طوق غلامی گردن میں جامل کر کے اٹھتے، مذہب کی کوئی تخصیص نہ تھی بے شمار افراد مشرف بہ اسلام ہوئے اور خدمت میں دواماً رہ کر ملاح روحانی طے فرمائے عرصہ دراز تک کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا

کہ یہ فرزندِ توحید کی نازہ تہا ہے، مستجاب الدعائیسے کہ ادھر سال کے لیے دستِ کرم دعا کے لیے بلند ہوئے ادھر شرف قبولیت سے سرفرازی ہوئی ارشاد ہوا:
”میں خدا کا کیا شک کہ اگر ازلوں کہ بھی میری دعا کو رد نہ فرمایا
مجھے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ عطا فرمایا“ لے

حضرت درویش محی الدین قادریؒ فرماتے ہیں:
”حضرت کے ارشاد مبارک میں یہ تاثیر تھی کہ جو زبانِ مبارک سے
نکل جاتا تو قورع پذیر ہو جاتا“ لے
سرکارِ غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے:

”اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”اے میرے بندے ہر چیز
میرے قبضہ قدرت میں ہے، میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں وہ ہو جاتی
یہ اور جس چیز کو نہیں جانتا وہ نہیں ہوتی، اے میرے بندے اگر تو
میرے تعلق بندہ و عبد ہو جائے تو میں تجھے بھی اس قابل بنا دوں گا کہ
جس سمت تو جہر کر کے کن کہے گا، اسیا تخلیق ہو جائیں گی“ لے
امام عبد الوہاب شہرانیؒ نے اس کی وضاحت میں ارشاد فرمایا:

بیشک اہل اللہ کا طریقہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انھیں لفظ
”کن“ کا تصرف عطا فرمائے تو وہ اس تصرف کو ادباً استعمال
میں نہیں لاتے کیوں کہ اس کا مقام دارِ آخرت ہے لیکن وہ
تصرفات میں بجائے کن کہنے کے ”بیشک“ کہہ دیتے ہیں تاکہ مخلوق کی
نسبت بھی اللہ کی طرف ہو جائے جیسے کہ باطناً ہے“ لے

۱۔ فضل الکرامات ص ۱۳۱ ۲۔ ایضاً ص ۹۵ ۳۔ فتوح الغیب ص ۱۲ ۴۔ البیاقیت للخواجہ شمس الدین عظیمی

یہ بات آپ کی عظمت و شانِ برگزیدگی کی قوی دلیل ہے کہ آپ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں
انھیں افراد کو داخل سلسلہ اور انھیں حضرات کو سلام کی برکتوں کا حصہ دار بنایا جو ادبِ اخلاقی
عقیدہ و آداب میں بخت آور تھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہر معاملے میں ایسا اختیار
دیا تھا کہ جو کچھ اور جیسا کچھ آپ چاہتے ہو جاتا تھا۔ آپ کے بعد سالوں پشت تک اہل سلسلہ ہونے
والوں کو اگر ان کے حسنِ اس و ادب کے کمال کے باوجود سرفرازی سے محرومی رہی ہو تو ایسے افراد
کو اس عالم سے پردہ کر جانے کے بعد ان کی نسبت قویہ حوصلہ و ہمت کے مطابق وہ تمام مقامات
بزرگی انھیں عطا فرماتے ہیں جن کے وہ حضرات تھے۔ یہی سبب تھا کہ آپ کی تمنا سے
شہادتِ پوری ہوئی کہ ولایتِ برزخی کا مدار آپ کی ذات سے حاصل تھا لے

اقصاے عالم کا شاید ہی کوئی خطہ السیارہ گیا ہو جہاں آپ کے فیض یا فائدہ موجود نہ ہوں۔
جہاں تک اسلام کی روشنی گئی آپ کے تربیت یافتہ اہل ایمان حضرات کے ایمان کی حفاظت
کے لیے وہاں مامور ہو گئے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد اطہار سے ایک صاحبِ جزائے
نور من سیاحتِ ہندوستان سے تشریف لائے جنھیں صاحبِ فضل الکرامات ”فعلی حبیب“
کے نام سے یاد رکھا ہے۔ سیدی سرورِ قطاب سید شاہ غلام سرور بیابانیؒ نے اس سونے فرمایا:
”ایک بار ایک صاحب جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اطوار
سے تھے، بندہ دی حبیب، دکھلاتے تھے، جہاز پر سوار

۱۔ حضرت قبلہ شاہ محمد شفیع بیابانیؒ نے فرمایا تھا، دنیا میں ہر زمانے میں ایک لاکھ پچیس ہزار
اولیاء اللہ ہمیشہ موجود رہے ہیں، اسی طرح عالمِ برزخ میں بھی اتنی ہی تعداد ولایت کے درجے پر فائز
کی جاتی ہے لیکن یہ حضرات فیضِ رسالہ نہیں ہوتے۔ اور یہ تمام حضرات ایک لاکھ پچیس ہزار قطاب
جس ہر قطبِ وقت کے طلوع اتنی ہی تعداد میں ولایت کے متحق حضرات سرفراز کیے جاتے ہیں الحمد للہ

ہوتے ہوئے کسی سے حضرت کا نام نہامی سنا، حضرت کے
اشتیاق ملاقات میں قاضی بیٹھے پہنچے حضرت سے مل کر ادھی
معتقد ہو گئے، سب باتیں سن کر ہمارے حضرت سے کہنے
لگے۔ ”آپ ولی اللہ ہیں، شانِ ولایت کی وجہ سب حالات
آپ کو معلوم ہوتے ہیں“ پھر انھوں نے حضرت سے بیعت
کی جس روز مرید ہوئے اسی شب بفضلِ تعالیٰ فائزِ مرتبہ
منی بھی ہوئے اور دوسرے روز معلوم ہوا کہ وہ کہاں
چلے گئے یہ لے

آپ کے فیض یافتہ حضرت کی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والے
حضرت جو دلالت بر فائز ہوتے چالیس سے کم نہ رہتے انہیں کوئی قضاۃ الہی سے مل
ہو جاتا تو اس کی جگہ کسی دوسرے کو موقع ملتا۔ بالکل حضرت جنھوں نے رفائی دستار سے
سعادت و سیادت کا پر سرخاب کلاہ قادر سے جنتِ تب قباب لگائے پرچم سبز سر بلند
کر رکھا تھا، دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہوا اللہ کی صدا بلند کرتے موجود ہیں۔ مریدانِ با صفا
دنیا کے کسی گوشے میں ہوں، یا کوہِ بیابان میں متکف بہ یادِ الہی پڑے ہوں، شرفِ
روحانی و شانِ قدسی صاف کہہ رہی ہے کہ پروردہ خالقِ بیابانی ہے۔ حدائقِ زہد و احسان
و مدارج فقر و عرفان طے فرما کر جب یہ طالبِ عرفان، بزمِ آراۓ مجلسِ اصفا ہوتا تو تھوڑی
رنگ، رفاہی ترنگ اور بیابانی ڈھنگ چھپاے نہیں چھپتا، خوش نصیبی سے کسی
نے اس سرکار کی جناب میں صفِ نیلین میں جگہ پائی وہ بھی شانِ قدسی سے سوز گھما
جہاں جہاں یہ پہنچا آسمانِ دلالت کا سس و قمر بن کر چمک گیا۔ اسرارِ الہی کی بات ہو کہ عام

علم کے جو یا، معرفت الہی کے شیدا دور دراز علاقوں سے جہی کچھ ہولت سفر میر آتی، چلے آتے
اور آگے در قدسی سے لگے پڑے رہتے، ہفتہ میں دو دن تدریس کے لیے ہوتے، عشا
کے بعد محفل منعقد ہوتی اکثر اوقات کا بڑا حصہ خدشاتِ علمی رفع کرنے میں گزر جاتا، ایک مرتبہ
مریدانِ با صفا اور طالبِ علمانِ لو کا ہجوم، حضرت قدس سرہ کا کچھ ارشاد سننے کے لیے حضرت
نامدار خاں صاحب کے ذریعہ حضرت قدس سرہ کی جناب میں معروضہ کر لیا، نامدار خاں صاحب
نے ”نہایت ادب سے معروضہ کیا، آپ نے کسی قدر سکوت کے بعد
ارشاد فرمایا: ”نامدار ہمارے مالک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات
میں کسی معجزے کو فضیلت ہے تو وہ صرف معجزہ شریعت ہے
کچھ معجزے تو فنی تھے اور کچھ ذاتِ قدس سے والبتہ تھے، جن
کی یاد اب تک ہے مگر معجزہ شریعت قیامت تک قائم رہے گا“

ایک صاحب جو نو وارد تھے، حضرت قدس سرہ کے علم و فضل کا شہرہ سن کر قاضی بیٹھے آئے
تھے، علمی مجلس میں باریابی کا موقع ملا تو دیر تک حضرت قدس سرہ سے معرفت آفریں کلام سن
کر دل ہی دلیں حضرت قدس سرہ کے معقد و ہم دلی کے معترف ہو گئے اور حضرت قدس سرہ کی توجہ
کی خاطر اور شرف ہم کلامی کے لیے ”معرفت الہی کیا ہے؟“ سوال کیا۔ سر دلوں کی راہیں
تھیں، خادین انگلیٹھیاں سنگاے بیٹھے تھے، آپ نے سوال کرنے والے کی طرف
نہیں دیکھا بس اتنا ارشاد فرمایا ”فصل خداوندی اور مرضی مولا کا جان لینا ہی معرفت
الہی ہے“ پھر چمکتی ہوئی انگلیٹھی بزنظر ڈالی

”آگ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: کیا بغیر مرضی مولایہ آگ جلاتی
ہے اور اپنا ہاتھ آگلیٹھی میں ڈال دیا۔ کوئی اثر نہ ہوا“

وہ صاحب جو یہ نظر رکھ رہے تھے، ان سے اب رہانہ گیا اپنی جگہ سے اٹھے اور رہتے ہوئے قدموں سے اور اپنے عقاید باطلہ سے توبہ کی اور زمرہ خدا میں شامل ہو گئے، کچھ عرصہ بعد طائفہ اہل اللہ کے خیل ہو کر وسط ہند اقامت اختیار فرمائی۔ اکثر لوگ جن کے عقاید میں بھکار ہوتا ہے، عجب سب سامنے آتے ہوئے گھر آجاتے جنھیں صلاح، رشد و ہدایت مطلوب ہوتی ہے، ان مجاہدین کے توسط معروضہ پیش کرتے جنھیں مرغی حاصل تھا۔ معروضہ قبول ہوتا تو حاضر ہو کر ہدایت کے طالب ہوتے آپ انھیں صرف اتنا ہی کہتے

”کسی صاحبِ حال کی صحبت میں رہو“۔
 اقلیم ہند کا ہر بادشاہ جس نے کسی بھی سلسلے سے سرفرازی پائی ہو، چادر غرور و شرف کی عطا کے موقع پر آپ ہی کے دستِ قدس سے دستارِ فضیلت حاصل کرتا۔ آپ اسے اس کی ہمت جو میلے کے مطابق جس مقام تک پہنچنے فائز فرماتے، عایدین سلطنت ہوں کہ امرائے ریاست، افواج و ایانِ مملکت ہوں کہ کارپردازانِ حکومت، ہر ایک کو ایسی جناب سے روشنی ہدایت ملتی، اصفیاء زمانہ نے دوا کیا آپ کے در کی جبہ سالی اور آپ کی کفش براری کو ذرا قریب الی اللہ جانا اور جو چاہا آپ سے مانگ لیا۔ سیدی درویش بھی اللہ تباری قدس سرہ نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے:

”ایک روز حضرت قدس سرہ کی مجلس میں تذکرہ تھا کہ جنت میں مغجد نما ہے الہی، نیک بندوں کو بھلی کے کباب سرفراز ہوں گے۔“ نامدار خاں صاحب فرمایا: ”میاں وہ کیسے کباب ہوں گے، حضرت نے فرمایا: اچھا ہم تم کو کھیا دیں گے انہیں آپ نے ایک طبق بھلی کے کباب کمان کے سامنے

رکھ دیا اور فرمایا کہ وہی کباب ہیں جو جنت میں مسلمانوں کو سرفراز ہوں گے۔“

آپ کہیں بیٹھے ہوں کسی حال میں ہوں اپنے مریدین کے احوال سے باخبر رہتے، ضرورت پڑتی تو یہ قدرت بڑھ کر امداد فرماتے کوئی کسی مکروہ ماحول میں گھر بیٹھا تو اپنے موجود ہونے کا منظر دکھا کر اس کی حفاظت فرماتے۔ اپنے کسی مرید یا فیض یافتہ کی عزت و توقیر کے بڑھانے کا موقع آتا تو اوصافِ رفاغیہ سے اس کی پیشانی کو چمکاتے اور بیابانی وقار سے مجلسِ دیارِ عرب و عجم میں پہنچاتے۔ سیدی درویش علی الدین قادریؒ نے لکھا ہے:

”حاجی محمد صاحب، حضرت کے مریدین میں سے تھے۔ جب حج بیت اللہ شریف کو حاضر ہوئے، تخمیناً دو ماہ بعد حضرت قدس سرہ نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ ”ہمارے حاجی صاحب کا جہاز طوفان میں آیا ہے۔“ پیراں صاحب نامی ایک مژدہ اور ہمارے حضرت اس وقت وہاں موجود تھے، حاجی صاحب یہ سن کر کہنے لگے جناب اس سے زیادہ سینے گا۔ جب میں مکہ پہنچا تو وہاں ایک بزرگ مولوی قدرت اللہ صاحب جو وہاں کے مقتدا اور مرجعِ خاص و عام تھے، میری بڑی تعظیم کرتے تھے میں نے ایک بار عرض کیا، مجھ جیسے غریب کی آپ کیوں تعظیم فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: کہ جب تم کو دیکھتا ہوں حضرت قاضی صاحب یاد آجاتے ہیں، میں نے کہا۔ آپ حضرت کو کیسے جانتے ہیں تو مسکرا کر فرمایا: وہ یہاں تشریف لایا کرتے ہیں۔ ہم سے ملاقات

ہوا کرتی ہے۔ وہ اسٹر کے عاشق ہیں آتے ہیں جلتے ہیں۔
 فی الحقیقت تیرہویں صدی ہجری میں آپ کی ذات گرامی سے ہزاروں ہزار افراد کو فیض پہنچا۔ لاکھوں
 نے آپ کا دامن تھام کر آخرت سنواری، اس شخص کی محرومی کا کیا ذکر جس نے باوجود طرح
 کی آسانیاں حاصل ہونے کے اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگانہ سکا اور ذرہ خدا میں نہ سہی
 متعقدین میں بھی اپنی جگہ نہ بنائی جبکہ عراق و ایران، ہندو افغانستان کے گوشے گوشے سے
 بہ کثرت لوگ حاضر ہوتے اور دامن دولت سے والبتہ ہو کر اپنے حصے کی نعمت پاتے۔
 میر نور علی صاحب کا بیان ہے:

”ہمارے دادا پیر قبلہ قدس سرہ کے ہزاروں مرید تھے، شہری دیہاتی
 فوجی حضرات نے اسے شرف مریدی حاصل کیا تھا۔ لہ
 مولوی محمد سلطان صاحب سرشتہ دار تعلیمات درجہ لکھتے ہیں:
 ”آپ کے زمانہ حیات میں بہت سے لوگ آپ کے مرید و متفقد تھے۔“
 حضرت سیدی سرور اقطاب سید شاہ غلام سرور بیابانی قدس سرہ کا ارشاد ہے:
 ”حضرت قدس سرہ کے دستِ اقدس پر تخمیناً پانچ ہزار شخص
 شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔“

سیدی درویش محمد الدین قادریؒ نے لکھا ہے:
 ”حضرت قدس سرہ کے فیض یافتہ و مریدین بہت تھے۔ ان میں
 بعض کو درجہ امتیاز حاصل ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جو آپ کے فیض سے
 درجہ کمال پر پہنچا ہوئے اور دولتِ مہنوی سے مالا مال ہوئے۔“

اہل زمانہ، ہندوستان، بلاد مشرق پر عموماً اور ساکنانِ دکن پر خصوصاً جیسے کچھ آپ کے
 روحانی احسانات میں نہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ شہرت و نام خود سے گزیر فطرت کا خاصہ
 تھا اس لیے کوئی نہیں جانتا تھا کہ جس مقدس ہستی کے سبب ارضِ ہند ہر آفت و مصیبت سے
 محفوظ و مہک رہا وہ آپ ہی کی ذات ہے۔ اعلیٰ ہند کے جسدِ کریمہ حالات آپ کی بددلتی سے
 قبل ہر طرف موجود تھے تاریخ نگار خوب جانتے ہیں کہ اسے سولے غیبی امداد کے کوئی سمجھا لا
 نہیں دے سکتا تھا، آپ کے مقامِ قطبیت پر فائز ہونے تک حالات بدلتے رہے۔ آفاتِ سماوی
 ہوں کہ جو بدستدارِ زمانہ، ہر محاذ پر آپ کی ذاتِ مبارک سینہ سپر تھی۔ کار پر اذنِ ملکیت کا مسئلہ
 ہو کہ کار بر آری خدامِ سلطنت کے احکام، فقراتِ نظم افواج و دفتر شاہی ہوں کہ کار گزارانِ
 ریاست کی معطلی کا معاملہ، دینی و سیاسی امور کا قضیہ ہو کہ عامۃ المسلمین کے ایسی اختلافات
 کا تصفیہ، ہم وطنانِ مغربی کی مشکلات ہوں کہ پچھڑے ہوئے طبقات کا احسن کسری اطلاق
 حاکم وقت کو بحیبہ مسئلہ یافت، جتنی عرضیاں، جتنے مقدمات اور جتنے امور تصفیہ طلب
 ہوتے، آپ کے ملاحظہ میں آتے، آپ انھیں دیکھتے اور فیصلہ و فرمان جاری فرماتے۔ سیدی
 درویش محمد الدین قادریؒ کا بیان ہے:

”حضرت محمد (میاں) صاحب حضرت کے مرید تھے، فرماتے تھے،
 کہ حضرت قدس سرہ کی پیش گاہ میں قلعہ ہند کے اقطاب کے پاس
 سے روزانہ کاغذات آتے تھے، میں دیکھ کر نہ تھا کہ ان کاغذات
 کے تودے لگ جاتے تھے آپ ان کو ملاحظہ فرما کر احکام صادر فرماتے
 تھے۔“

آپ کی فراست، آپ کا تدبیر، آپ کی اصابتِ رائے اور علمی تجربہ سب پرانہ تھا۔

حدود دائرہ سلطانی کے شجر و حجر، مخلوقات بحر و بر، فضا کے سبط میں تیرنے والے لہر و سبک،
ہر ذی حیات خشک، تر، کاواک راستوں کے مسافر ہوں یا تیرہ و تار مخلوق کے اصغر و اعظم
قصور دینی و تقصیر دینی کے قد آور ہوں کہ فسخ و فحور کے کوتاہ قد، صاحب کمال ہوں یا پر
حسن و جمال سمجھی اس آفتاب نصف النہار سے روشنی و نور ہدایت حاصل کرتے آخر ان
ذہن سے دست بردار ہو کر آئینے اشارہ ابرو پر فدا ہو جانے تیار رہتے۔ آپ کے مقامات
مراتب عالیہ کو تلفظ انی عبارت میں سمیٹا جائے تو سیدی سرور اقطاب کا شمع اس
بہترین مثال ہو گا: سہ
حکم میں آپ کے ہیں بحر و شجر و حجر جسم و جاں دونوں پلذتیری سلطانی ہے

حنور حق میں دوام شرف حاضری و سجدہ ریزی، دنیا و رغبت دنیا سے بے تعلق
خلوت گزینی آپ کا اختصاص تھا اہل سے رہبانیت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ رہبانیت
اسے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اپنے متبعین کے لئے متاثرانہ زندگی کا بہترین نمونہ رکھنے
تو قرب حق چاہنے والوں کے لیے مجاہدہ نفس کی مثال قائم کر رکھی ہے جس سے ملنے، سکے
گزارات کرنے، اپنوں کے ساتھ منہ بولنے، اٹھنے بیٹھنے رہنے اور دنیاوی کاموں
انجام دی، سب کا جدا جدا قابل عمل نمونہ چھوڑا تھا۔ دوستوں سے بے تکلفانہ ملنے، مریدوں
مستقلوں سے مشفقانہ پیش آتے، بذلہ سنج بھی تھے اور خوش مزاج بھی تھے۔ سیدی سرور
نہیں فرماتے ہیں:

”ہم چھ سات خادم، قدم مبارک میں حاضر تھے، اتنے
میں ہمارے مالک کا ایک اٹھ کھڑے ہو گئے، ادھم خادموں کو
مخاطب کر کے فرمایا: ”کیا ابھی چاندنی ہے، تار بن چلو
آج آنکھ مہلوی کھلیں گے۔“ اتنا فرماتے ہوئے آپ نے

تار بن کا رخ فرمایا اور ہم بھی ہمراہ ہو گئے۔
نامدار خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ مہرشد کو اتنے خوش دل
اور خوش مزاج کبھی نہ دیکھا تھا۔ بالکل عین کی سی حرکات مبارک
تھیں اور خود بخود ہی ہنستے جاتے تھے۔ تار بن پہنچتے ہی کھل شروع
ہو گیا۔ اپنی خوشی سے آپ نے چوبن کر ہم سے فرمایا: ”بلا رعایت
چھپ جانا۔“ اس پر ہم لوگوں نے خیال کیا کہ آپ کی نگاہ مبارک
سے ہم کہاں چھپ سکتے ہیں کیوں کہ حاضر و غائب آپ کے لیے یکساں
ہے۔ تاہم ہم لوگ دوڑنے اور چھپنے لگے اگرچہ میں بہ کوشش
تمام دوڑا مگر آپ نے میرے پیچھا کر کے مجھے پکڑ لیا۔ اس پر میں نے
عرض کیا کہ ”میاں ان سب میں میں کیلایا ہی تھا جو مجھے چور بنایا
اس پر آپ نے فرمایا: ”نامدار تم کو سنانے میں لطف آتا ہے۔“
نامدار خاں صاحب کہتے ہیں: ”اب میں چور بنا، سب ادھر ادھر
ہو گئے، سب کو چھوڑ کر میں نے پیر و مرشد کی تلاش کی، دیکھا کہ
آپ کا تاجیم مبارک درخت کی پیڑ کے اندر پوشیدہ ہے اور
سرقدس درخت کی پیڑ سے باہر ہے اور مجھے ملاحظہ فرمایا ہے
میں مجھے دیکھ کر سرقدس بھی چھپا لیا: اس پر میں نے عرض کیا:
”کہ میاں یہ شرط نہ تھی کہ آپ مفقود ہیں، چھپنا ظاہر ہونا کیا
مشکل ہے؟ آپ درخت کی پیڑ سے کل آئے اور درخت
پر کوئی علامت نہ تھی۔ اور فرمایا: ”اچھا نامدار ہم اب اس طرح نہ
چھپیں گے۔“ پھر بھی میں ہی چور تھا۔ سب دوڑنے بھاگنے
لگے میں نے پیر و مرشد کی تلاش کی مگر پتہ نہ لگا۔ اتنے میں آپ نے

آکا زدی میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی پتہ نہ دار، آپ نے فرمایا:
 ”میں یہاں ہوں“ پھر مجھے عرض کرنا پڑا کہ ”میاں اس طرح بھی
 چھپنے کی شرط نہ تھی۔ اس پر آپ ظاہر ہو گئے اور ہنستے ہوئے فرمایا:
 ”اچھا نامدار ہم اب اس طرح بھی نہ چھپیں گے“ پھر بھی میں ہی
 چور قرار پایا۔ سب دوڑنے بھاگنے لگے، پھر میں نے پروہر شد
 کا پیچھا کیا۔ جب میں چھو لینے کے قریب ہو جاتا تو آپ قریب
 پہننے کے باوجود، میں قدم اگے نظر آتے اس طرح دو چار بار
 ہوا آخر میں تھک کر بیٹھ گیا۔

سردار قطاب قدس سرہ نے فرمایا: اس کھیل میں ہمارے پروہر شد سے عداوتیں کر نہیں
 ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک کرامت درخت کے پٹر کے اندر چھپ جانا، میں نے اپنے
 قصیدے کے ایک مصرعے میں آپ کی حکومت کو ظاہر کیا ہوں ع
 حکم میں آپ کے ہیں بجز در و شجر و حجر

دوسری کرامت جو آپ ہر وقت نظروں سے غائب ہوئے تھے، جس سے ریح قدس
 اور جسم طہر الطف تر تھا۔ تیسری کرامت۔ ایک قدم میں بیس قدم کے فاصلے پر ہونا
 الاضی کا ادنیٰ کرشمہ تھا اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”مولوی صاحب السی جلیل القدر جلیل المرتب اور صاحب قدرت
 ہستی کو بادی النظر میں کھیل کود سے کیا واسطہ۔ دراصل اس
 حال و کیفیت سے معصومیت کا اظہار ہے، جس کے
 باطن میں آپ کے اعلیٰ مراتب کی حقیقت مضمر ہے۔“

کھیل کھیل میں آپ نے نور العین کے عرفان کا سبق پڑھا دیا۔ آپ کی اس آنکھ بھائی سے سرکار درج
 صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم طہر کے لطیف تر ہونے کا بدیہی ثبوت اور جسم قدسی کے بے سایہ ہونے
 کی حتمی دلیل فراہم ہوئی۔ چاندنی رات میں حضرت قدس سرہ کے چھپنے، ظاہر ہونے کا یہ معاملہ
 بے مقصد نہ تھا، چاندنی رات میں جب آپ کا جسم ہی دکھائی نہ دیتا تھا اور نہ ہی آپ کے جسم کا
 سایہ ہی نظر آیا تھا تو پھر آقاؤں کے آقا، مالک کل کائنات کے نورانی جسم قدسی کا سایہ
 کیوں کر نظر آ سکتا تھا، یہی ثابت کرنا تھا۔ سیدی سردار قطاب قدس سرہ فرماتے ہیں:

”وجود قدس اطہر و الطف تر، بلحاظ لطافت روحی جسم غاصری
 بھی الطف تر۔ جبرائیل اطہر باعتبار عنصرت محوسات میں سے
 کے باوجود الطف تر، اس لیے ہر روشنی سایہ دے بغیر آ رہا ہو جائے
 گی۔ مثلاً ایک سادہ بے قلعی آنکھ کو کسی روشنی کے مقابل رکھنے
 سے وہ شیشہ روشنی کو آ رہا جانے سے حامل ہوسکے گا۔ اس کے
 باوجود یہ بے سایگی ہمارے دو جہاں کے مالک کے لیے مختص ہے
 اس لیے بے سایگی کا ظہور بصورتِ مجرہ ہر وقت ہوتا رہا ہے۔“

حضرت قدس سرہ کی مقدس زندگی کے ایک ایک ورق کا جس نے مطالعہ کیلئے وہ
 خوب جانتے ہیں کہ اس مجموعہ کمالاتِ مقدسہ سے صرف نسبت کا پیدا کر لینا ہی دنیا و دین
 میں سرخروئی کی کتنی قوی دلیل اور کس قدر بلی سند ہے۔ فضل الکرامات کے صفحات کی
 زینت بننے ایک ایک لفظ کو پڑھ لیجئے اور آپ کی علو مرتب کے تصدیق جائیے۔ انصاف
 پسند اور حق آگاہ نگاہیں جو ایک دفعہ اس حقیقت سے بھری کتاب کو پڑھ لے دل نورِ عینیت سے

۱۶۸
رژن ہو جائے۔ آج بھی پروانہ نظر اس کتاب کی روشنی پر دلوانہ دار بچاؤ ہوئے کتبیاں ہے۔
بادہ عرفان کے مولے ہر ساقی کے در پر دستا کے کرجب اس صہبائے حقیقت کی
چو کھٹ پرانی پیاس بجھانے آئے تو بوند بوند سے عرفان سے محمود سرشار سیراب ہوئے۔
میر نور علی صاحب نے لکھا ہے :

”آپ کا فیضانِ معنوی اب تک جاری ہے۔ اکثر تشنہ کا مان
معرفت الہی اس دریا سے فیض سے اب تک سیراب ہوئے ہیں۔
سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں :
”یہی وجہ ہے کہ آپ کی حیات کے ہر پہلو میں روشنی ہے
جو اکابرین ادبیات سے مخصوص ہے۔“

بچپن کی سعید ساعتیں جس پاکیزہ ماحول اور بابرکت خطہ میں گزری تھیں۔ اس کی
فضاؤں میں زمانہ ہوش کے گزرنے تک کائنات کے حسین جمیل چہرے اور اس کل وہ
لینے والے مناظر سے اپنے قلبِ نظر اور امرِ مکرر سے اپنے دہن کو کبھی آلودہ نہونے
دیا۔ والدہ معظمہ کی بے پناہ محبت اور مائتہ سے بھری ان کی آغوش میں شعور آگئی جو حاصل
فرمائی تھی اس کے ایک لکھ لکھ کو حق تعالیٰ نے شرفِ قبولیت سے مشرف کیا تھا یہی سبب تھا
کہ صالحیت آپ کی طبیعت کا جزو لا ینفک بن گئی تھی۔ دنیا سے تعلق برائے نام
رکھا تھا۔ مولوی محمد سلطان صاحب نے لکھا ہے :

”دنیاوی تعلقات سے نہایت بے لوث رہے۔“

زمانہ حیات ظاہری میں ہر کوئی آپ کی علمی عظمت اور روحانی شان کا مقرب
رہا۔ باوجود خصوصی دینی شرف، علم و فضل کے ہمیشہ طالبِ علمانہ علم کے جواب دہ رہے۔ استغنا کا

۱۔ ضیاء بیابانی ص ۹۲ ۲۔ فضل الکلمات ص ۲۹ ۳۔ وقائع دہلی ص ۵۵

۱۶۹
یہ عالم کہ ہر جزو قیفہ قدرت میں ہونے کے نہ کبھی اس کا اظہار کیا نہ کسی پر اس کے شکشف ہوئے
بے غرور و غش آری تشہیر روا رکھی، میر نور علی صاحب نے حضرت سیدی سرور اقطاب میں مرقہ کا یہ
بیان نقل فرمایا ہے :

”اکثر ایک سادہ و حاضر ہو کر مجلس مبارک کا رنگ دکھا کرتا تھا۔
ایک دن تنہائی میں موضوع کی خواہش کی۔ آپ نے جنگل کا رخ اختیار
فرمایا، تنہائی کا موقع پا کر سادہ ہونے اپنی جھوٹی سے ایک اینٹ
سونے کی کمال کرپش کرتے ہوئے التماس کی۔ ”یہ میری عمر بھر کی کمال
ہے اس کا جائز مصرف بجز آپ کے کسی سے نہیں ہو سکتا۔“ آپ نے
فرمایا : ”اللہ نے ہم کو جاگیر اور روپیہ بہت دیا ہے، ایسی پیش
ہمائے پاس بھی موجود ہیں، چنانچہ آپ نے زمین پر ایک ٹھوکہ
لگائی، مٹی ہٹ کر سونے کی اینٹیں جی ہوئی نظر آئیں۔“

یہ واقعہ ذرا سے فرق کے ساتھ صاحبِ فضل الکلمات نے ص ۱۱۶ پر درج فرمایا ہے کہ آپ کا فقر
اختیاری تھا ورنہ شان و شوکت کا نہ بھی کوئی سادہ بلکہ غنہ بولنے میں ہرج ہی کیا تھا جبکہ
آپ کی والدہ معظمہ مہاراج کی کثرت کو دیکھ کر ہمیشہ اصرار کر رہی تھیں کہ کوئی اچھا سا مکان اپنے رہنے کے
لیے آپ بنوائیں لیکن آپ نے اس اصرار کے باوجود کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی بس ایک خاص
پوش جھونپڑا تغیرات موسم سے تعلیف کے تحفظ کی خاطر بنوایا تھا۔ اسی میں رہتے بھی تھے
اپنے دربارِ قضا کو آراستہ بھی فرماتے اور اسی میں اپنے مہاراج کے رہنے کا انتظام بھی فرماتے
سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں :

”آپ کی رہائش گاہ موضع قاضی پٹھ میں ایک خاص جھونپڑا تھا۔“

۱۔ ضیاء بیابانی ص ۹۲ ۲۔ فضل الکلمات ص ۲۹ ۳۔ وقائع دہلی ص ۵۵

دنیلوی امور، ضروریات زندگی اور بے شمار عائلی مصروفیتوں کے کبھی ان سے رغبت و وحشت کا اظہار نہ کیا۔ جس حد تک ان سے تعلق لازم تھا قائم رکھا اور جو عزت حق تعالیٰ نے آپ کو دی اُسے جی جان سے لگائے رکھا۔ دولت و ثروت کی طرف بھول کر بسے بھی توجہ نہیں فرمائی، علم و عرفان کے ہمیشہ مشتاق رہے۔ بہتر معاشی وسائل کے قیامت پر گزر اوقات بھی فتوحات و آمدنی اس قدر کرا میرانہ شان و شوکت کے اظہار کفایت کر جاتے لیکن شان غفار اسوۂ عثمانیؓ کی ذہن منت تھی اس لیے ہر خواہش رنج پھیر لیا اور عدم رغبت کے سبب سادہ طرز معاشرت کو اختیار کیا۔ ارشاد ہوا:

”الحمد لله، اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت فقر سے ہمارے خاندان میں کم و بیش ہر ایک کو سرفراز فرمایا۔ میری اگر کردار زبانیں ہوں تو بھی اس کا کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا“ لے

مہمانوں کی کثرت سے ہمیشہ حرم بیابانی آباد رہتا۔ طالب علموں اور مسافروں کو دیکھ کر کھانا انتظام خدایں کے سپرد تھا۔ دسترخوان عمدہ و نفیس کھانوں سے بھرا ہوتا۔ ہر ایک کی ضیافت یکساں اہتمام سے ہوتی، اصاغرد اکابر پہلو پہلو بیٹھتے اور اپنے حصہ کی نعمت پاتے، سب کے فائدہ ہو جانے کے بعد آپ کے لیے دسترخوان چٹا جاتا، جس پر روٹی سوکھی روٹی، سادہ چاول، ذری یا مارج کی چٹنی، سبزی ہوتی۔ دو چار تھے تناؤں فرما کر متوسلین کو کھانے کے آداب سے واقف کراتے۔ حق تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور کمر سیدھی رکھنے کو غذا کی یہ مقدار کفایت کر جاتی، کھانا کبھی اس سے زیادہ آپ نے جزو بدن نہیں فرمایا۔ اسباب خانہ داری انہوں نے کے برابر رکھے تھے، دو چار بڑے برتن مٹی سے بنے موجود تھے جن میں مہمانوں کی آمد پر پکوان ہوتا۔ میر منور علی صاحب قبلہؒ نے لکھا ہے:

”آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ آپ کے پاس سونے چاندی کے کچھ سامان نہ تھا۔ پکوان اور کھانے کا سامان مختصر سا تانبے کا تھا۔ باقی مٹی کا“ لے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

دنیلوی محمد سلطان صاحب نے لکھا ہے:

”آپ فقر اختیار کر رکھا کرتے تھے، قلندرانہ مشرب تھا“ لے

سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”حضرت قدس سرہ کی شان فقر کے ہر پہلو میں، عزت، حکمت اور وہ قوت ہے جو ہر ایک کے لیے دعوتِ عمل ہے“ لے

آپ کا رہن دہن، ورع و تقویٰ، سادگی و اخلاق اپنی نظر آتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اکثر بکمال شفقت مادرانہ، آپ کے دربارِ قضاء کی شان، اس کے رعب و جلال اور جاہ و منزلت کو ملاحظہ فرما کر اک بختہ، صاف متھرا گٹا شدہ مکان بنا لینے کا مشورہ دیتیں، سرب نیاز خم مسکرا کر والدہ کمرہ کی توجہ کسی اور جانب پھیر دیتے، کبھی گفتگو کا موضوع بدل دیتے اور کبھی لطائفِ لیل سے بات ٹال دیتے۔ سیدی درویش محی الدین قادریؒ کا بیان ہے:

”آپ کی والدہ ماجدہ اصرار فرماتی تھیں کہ آپ عادل و قاضی وقت ہیں اور جاگیر میں۔ آپ کے لیے کوئی شایانِ شان کن ہونا چاہیے لیکن آپ اکثر اس بات سے میں گریز سے کام لیتے، جب ایک بار والدہ ماجدہ کا اصرار بہت ہوا تو آپ نے کچھ عجیب سا جواب دیا کہ: ”حولی میں رہنے والوں کے پاس چوریاں ہوا کرتی ہیں“ والدہ صاحبہ نے سمجھ لیا کہ آپ کا ارادہ جس پوش

رہائش گاہ بننے کا نہیں ہے۔ اور خاموش ہو گئیں۔ ۱۔
 مریدین تو مسلمان بھی آپ کے آرام اور دربارِ فضیلت کی سہولت کا اک علائقہ قدر و منزلت والا
 تقسیم کرنے کی اجازت چاہتے تھے۔ ان کا معروضہ شرف قبولیت سے محروم ہو جاتا۔
 لیکن آپ کے اوصاف کریمانہ کسی کی دلشکینی کے تحمل تھے اس لیے سرکارِ کرم کی جناب میں
 ”مولوی غلام حسین صاحب جو حضرت کے مرید اور علمائینِ بلدہ
 سے تھے۔ قاضی بیٹھ حاضر ہوئے، ایک روز حضرت سے عرض کیا
 کہ ”حضرت کے لیے غلام اک مکان تیار کرنا چاہتا ہے جس سے
 حضرت کے لوہین اور خادمین کو بھی آرام ملے گا۔“ آپ نے فرمایا:
 ”جناب ہم غریبوں کے لیے یہ گھانس پھوس کے مکان کافی ہیں۔“
 لیکن انھوں نے دیوار کا پانچ کھواکے دیوار اٹھوانا شروع کر دیا،
 جب دیوار تین گز اچھی تک بیک رات کو گر بڑی۔ پھر انھوں نے
 دوبارہ اٹھایا اور پھر دیوار گر بڑی، اس وقت ان کو خیال آیا کہ
 میں نے صراحتاً اجازت مانگی نہیں کی، شاید حضرت کی مرضی
 مبارک نہیں ہے۔ پھر انھوں نے حضرت کے پاس حاضر ہو کر
 نہایت عجز و اخلاص سے عرض کیا کہ ”میں نے اس کام کو سعاد
 دارین سمجھ کر آغاز کیا ہے، حضرت اجازت سرفراز فرمائیں حضرت
 کی اجازت درضامندی کے بغیر اس کی تکمیل ناممکن ہے۔“ بالآخر
 حضرت نے ان کو اجازت دی اور مکان تیار ہو گیا۔ ۲۔
 اوائلِ عمر ہی سے آپ کی طبعِ قدسی بڑیوں سے نفور رہی۔ غفور و درگزرِ طبیعت کا خاصہ تھا۔ ہمیشہ

خردمندوں، سینوں اور تجاہول کا خیال نہ کرتے۔ ایک طرف آپ کا جو دروہی اک عالم کو جنبشِ ابرو کا منتظر
 بنائے رکھا تھا۔ دوسری طرف آپ کی حیاتِ قدسی ایک لمحہ کمالاتِ بندگی کا آئینہ دار تھا کسی بھی فرد
 کی کوئی خطا ہو معاف فرما کر غصہ کی ترغیب دیتے۔ آپ کے مقام و مرتبہ سے ناواقف آداب
 کو ملحوظ نہ رکھتا تو آپ اس کا ذرا خیال نہ فرماتے، طیشِ نام کی کوئی چیز آپ میں نہ تھی۔
 کسی نے کبھی آپ کو غصہ کرتے نہ دیکھا۔ سیدی درویش محی الدین قادریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے:
 ”شمس الدین خاں صاحب جو محمد خاں صاحب کے چھوٹے بھائی تھے
 حضرت قدس سرہ کی خدمت میں برارہٴ مباحثہ حاضر ہوئے اور
 حضرت سے کچھ سوالات کیے، آپ نے کچھ التفات نہ کیا جب آپ
 گھر میں تشریف لے جانے لگے اور دروازے تک پہنچے۔ شمس الدین
 خان صاحب وہاں پہنچ کر مضر ہوئے۔ دروازے کے قریب ایک
 بادلی تھی، حضرت نے خان صاحب سے فرمایا کہ ”اس میں تمھارا جواب
 ہے دیکھ لو، دیکھتے ہی شمس الدین خاں صاحب کی حالت
 دگرگوں ہو گئی، کپڑے پھاڑ کر بھاگ نکلے اور پھٹ پٹی کے پہاڑ
 پہ جا کر ٹھہر گئے۔“ ۱۔
 یوں ہزاروں ہزار کو تو جہ کی ایک نظر فرما کر زمرہٴ دالین میں شامل فرمایا۔ وہ غفتمیں اور وہ
 وہ کمالات جن سے سرکارِ شہنشاہِ عالم کی حیاتِ طیبہ آراستہ تھی، آپ میں بھی کیا
 امتیاز جمع تھیں یہی سبب تھا کہ
 ”اولیائے وقت آپ کی تعظیم کرتے تھے۔“ ۲۔

یہ عاشق کی ذات کو کسی لمحہ بھی ذکر حبیب کے بغیر نہیں آتا۔ عشق کی آگ جس دل میں لگی اس آگ کو بجز آنسوؤں کے پانی کے کسی اور پانی سے بجھایا نہیں جاسکتا۔ خوش آوازی خوش فہمی، ٹوٹے ہوئے افسردہ و مہرج دلوں کے لیے مرہمِ راحت ہے اندامِ جراح پر۔
 کا اس سے بہت کوئی علاج نہیں، حضرت عیسیٰ بن معاذ راضی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اچھی آواز، عشقِ الہی سے معمور دلوں کے لیے سرمایہٴ راحت ہے۔“

جسے نفس درج کے اس نازک فرق کا علم ہو وہ خوب جانتا ہے کہ سماع کس کس مفید ہے، یہی سبب تھا کہ عرفانے ہر ایک کو سماع کی سماعت سے منع فرمایا کہ کہیں خوش آوازی سے ان کا نفس دیر ہو کر سماع کے تقدس کو پامال نہ کر دے۔

کبار اولیائے کرام کی مثل آپ کو بھی سماع مرغوب تھا۔ اہل رسالہ، متقدمین و مریدانِ بامعنا، ہر ہفتہ محفلِ سماع منعقد کرتے، آپ سر پر صدرِ تشریف فرما ہوا عشا کے بعد اس محفل کا انعقاد ہوتا تھا جسے ذہال اس کا اختتام علی میں آتا۔ صاحبِ فضل کا بیان ہے:

”اہل رسالہ ہفتہ میں ایک بار قاضی بیٹھ کر محفلِ سماع کیا کرتے تھے، شب بھر سماع ہوتا تھا۔“

(باقی حاشیہ ص ۱۷۵) کیلئے حق تعالیٰ نے آدم کا مجھ دیکھا کہ فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کی حمد و ثنا کریں آدم کو حق تعالیٰ کی محبت کا نور چلنا کہ اس کی حمد و ثنا سے بھرا ہوئی نفس، خود سرائے میں لحن و آواز سے خط لیتا رہا اور جذبہٴ عشق حقیقی سے محروم ہوا۔ سماع کے انعقاد کا مقصد نفس کی تربیت ہے تاکہ اسے ہر آواز میں محبوب کی صفات کا اثر دکھائی دے۔

۱۔ کتاب اللع ترجمہ سیر السرائح ص ۲۶ ۲۔ ص ۱۱۶

آپ جب محفلِ سماع میں رونق افروز ہوتے تو آپ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی ساری محفلِ عود و عنبر کی خوشبو سے مہک جاتی اور تا ختمِ سماع اس کی فضا معطر رہتی۔ کسی نے اس کیفیت کے ظہور کی تحقیق میں جہارتِ بودا نہ سے ابھی کام نہیں لیا کہ خوشبو کہاں سے آتی ہے عود و عنبر کس نے مہکا ہے۔ محفلِ سماع میں آپ کے تشریف فرما ہوتے ہی ہر کوئی دم سارھ خاموش دوزخ ہو کر بیٹھ جاتا کسی کو مجالِ دم زدن نہ تھی۔ آپ کے اشارہٴ ابرو پر سماع شروع ہو جاتا اور آپ محفل سب کے پیشِ نظر ہوتے۔ اگر کوئی جذباتِ سنجھانے پر قدرت نہ رکھتا تو اسے فوراً رخصت کر دیتی۔ سیدی سرور قطاب قدس سرہ کا ارشاد ہے:

”(اکبر تہ) سماع کی محفل میں کسی کو وجہ آگیا اور انھوں نے فرمودہ مارا

آپ نے محفل سے اُن صاحب کو درخواست کر دیا: ”یہ

سماع، دراصل، سماعت کی اس کیفیت انہماک کا نام ہے جس میں شخص اپنے تمام ذہنی قلبی خدشات سے دست بردار ہو کر متوجہ ہو، اگر کوئی ایسا کمال اور جذبِ استقامت رکھتا ہو کہ سماع کی حقیقت اس پر شکف ہو جاتی ہو اس کی برکتوں سے مالا مال ہو جائے سیدی ابوالنصر سراج قدس فرماتے ہیں:

”سماع سے مراد حضورِ قلب، ادراک اور جذبہٴ اولیٰ سے خالی الذہن

ہو کر نہایت غور سے مال بہ سماعت ہونا ہے۔“ ۱۔
 سماع کی ابتدا حمد و صفات رب ذوالجلال سے ہوتی اور طرح و ثناء سے سرور کا پنا ت صلی اللہ علیہ وسلم سے محفل نورانی ہو جاتی، جب ذکر و مناقب حضورِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سماع کو آواز ہوتا تو ہمیں اک عجیب کیف و سرور پیدا ہو کر نشہٴ عرفانِ قادر کے سبب ہر شخص دم بخود ہو جاتا۔ اکثر بعض شاعر و کلام کا کلام فردوسِ گوش ہوتا ہے جس دربارِ مصطفیٰ ص سے سوزِ قبولیت حاصل

۱۔ فضل الکرامات ص ۳۶ ۲۔ کتاب اللع ترجمہ سیر السرائح ص ۲۵۳

ہوئی ہو، حبیب الیسا کلام محفل سماع کی زینت بنا تو ان شعراء کی ارواح بھی رونق افروز محفل ہو کر اپنے کلام سے لطف اندوز ہوتیں۔ سیدی سرور اقطاب قدس سرہ کا ارشاد ہے:

”ایک روز سماع ہو رہا تھا اور حافظؒ کی ایک غزل ہو رہی تھی، حضرت قدس سرہ یکایک بازو ہٹ گئے اور اس طرح ختم سماع تک تشریف رکھے۔ یہ بعد درخواست سماع حضرت پیر و مرشد قبلہ نے عرض کیا کہ آپ مجلس میں یکایک بازو کیوں ہٹ گئے۔ حضرت نے فرمایا: ”حضرت حافظؒ اور حضرت سعدیؒ صاحب کے ارواح تشریف لائے تھے، اس لیے بازو ہٹ گیا اور

جگہ بنادی“۔

آپ کے محفل سماع کی یہ ایک منفرد و بے مثال خصوصیت تھی کہ جس کی مثل آج تک کوئی محفل سماع منعقد نہ ہو سکی۔ ایسا اکثر ہوتا کہ جب بھی محفل سماع میں اہل طریقت یا اہل شریعت شعرا حضرات کا کلام سامعہ نواز ہوتا تو ان شعراء کرام کی ارواح بھی حاضری کے شرف سے مشرف ہوتیں۔ مذکورہ بالا محفل سماع میں حضرت حافظؒ و حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے ارواح مبارک کی شرکت اکثر ہوا کرتی کہ انھیں حضرات کے کلام سے حضرت قدس سرہ اکثر محفوظ ہوا کرتے تھے۔ اس شخص کی خوش نصیبی کا کیا کہنا جسے آپ کی اس محفل میں شرکت کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ سیدی عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ نے کیا ہی اچھی بات کہی ہے۔

۱۔ منہل الکرامات ص ۷۹ ۲۔ واضح ہے کہ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اہل طریق سے تھے اور آپ کا کلام عشق و محبت کے مضامین سے پُر ہوتا اور قلبی و ذہنی تشفی کے سامان فراہم کرتا۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ اہل شریعت تھے، چونکہ آپ شریعت و طریقت دونوں ہی مسندوں کے صاحب تھے اس لیے ان حضرات کی ارواح نے محفل میں شرکت کا لطف اٹھایا۔

ارشاد ہوا:

”عشقیہ مضامین کا سننا اہل عرفان کے لیے بہتر نہ کشتی کے ہے جس کے ذریعہ مشاہدہ کا سمندر عبور کرتے اور وہ عجائبات دیکھتے ہیں جن کی کیفیت بھی ناقابل بیان ہے اور جس کی وجہ سے ہے کہ جس کا مشاہدہ مطلوب ہے لیکن اشر سبحانہ، وہ حقیقی قدیم ہے جس کی نہ کوئی نظیر ہے نہ مثال۔ اس لیے طالب کی ذات ترقی کے لیے بحر حادث الفاظ اور بیجان والی عبارت کے اور ہے کیا جس کا سہارا پکڑے کہ ذات ترقی ایسی کی عاری ہے اور اسی پر پیدائی گئی ہے“۔

جب تک محفل سماع جاری رہتی سرصدر کی عظمت دلوں پر چھائی رہتی حاضری آپ کے بیٹھنے کی جگہ سے بہت دور ہٹ کر بیٹھتے، آپ اپنی سیدھا جانب سے نہیں نشین چھوڑ کر تشریف فرما ہوتے۔ آپ کی اس طرح محفل نشینی پر حاضری اور شرکت کا محفل متوجہ ہونے والے کوئی اس کا سبب جاننے کی جسارت نہ کر سکتا تھا۔ مجلس عرفانی اس روحانی ساعت سے مستفیض ہونے والے خوش نصیب شرکاء کو کچھ یوں محسوس ہوتا کہ آپ کے قریب ان مقامات پر بھی کچھ عظیم المناقب ہستیاں ضرور موجود ہیں لیکن دکھائی نہیں دیتیں۔

زبانوں سے واقفیت

کلامِ نفسی ہو کہ کلامِ لفظی، آپ دونوں ہی طرح کے کلام کی خوبیوں کے بعد کمال بہرہ ور تھے۔ ہر فرد سے اور مخاطب ہونے والی شخصیت سے اس کے مزاج، سوچ، بوجھ، علم و عقل کے مطابق گفتگو فرماتے۔ عربی، فارسی، اردو اور تلوگو زبان کے صاحبِ قلم اور عظیم المرتبت زبان داں تھے۔ علوم عقلی و نقلی کے ذکر کے عمن میں حضرت قبلہ شاہ محمد اشرفی بیابانی حرار علیہ نے فرمایا:

”خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ دادا یہ قدس شریف کتنی زبانوں پر عبور رکھتے تھے کیوں کہ مالک فرمایا کرتے تھے کہ اکثر آپ کی مجلس میں کچھ اجنبی حضرات بھی دیکھے جاتے تھے جنہیں دیکھ کر آپ بوقتِ خطاب ان سے کسی نامانوس زبان میں مہکلام ہوتے جو کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتی۔“ ۱۔

اس بیان کی تائید میں مجھے سیدی عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کا یہ بیان ملا۔ ارشاد فرمایا ہے:

”حق تعالیٰ نے سات سوزبانیں حضرت آدم کو تعظیم فرمائی اور وہ نامی لغات جانتے اور سمجھتے تھے بلکہ آپ سے نیچے والے یعنی اویاسے امت محمدیہ (اغوات و اقطاب) بھی ان سب زبانوں کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔“ ۲۔

۱۔ حضرت قبلہ اپنے پیر مرشد آقا فی ثلوثیہ شہداء غلام افضل بیہلانی قدس سرہ کو مالک فرمایا کرتے تھے۔

۲۔ درس و تدریس کی ایک نشست کا ارشاد۔

۳۔ تبریز ترجمہ اربعہ ترجمہ جہاں الہی ۲۳۲

آپ کے گرد پیش اکثر اہلِ موعظ و آپ کے اصحاب شرفِ باریابی سے مفتخر رہا کرتے تھے اردو اور تلوگو دونوں بول چال کی زبانیں تھیں، آپ انہیں کی زبان میں مخاطب فرماتے اور جس بات کا انہیں خلاصہ مطلوب ہوتا نہایت محبت آمیز لہجے میں ذکر فرماتے، لب و لہجہ کی نرمی اور دل آویزی دل موہتی۔ ہر ایک کو آپ کہہ کر مخاطب فرماتے، کوئی اپنا مقصد بیان کر رہا ہوتا تو نہایت توجہ سے اس کی بات سنتے اور سماعت کی شان سے جی کہتے جاتے۔ سیدی درویش محمد الدین قادری فرماتے ہیں:

”آپ مختلف زبانوں میں بول چال فرماتے تھے۔ مخاطب سے بلحاظِ موزونیت اردو اور تلوگو میں عام طور پر بات چیت کرتے تھے کوئی فارسی داں ہوتا تو اس سے فارسی میں اور عربی داں سے عربی میں کلام فرماتے۔“ ۱۔

غذا

آپ کی غذا بہت کم اور بے حد سادہ تھی، بقدر ضرورت جسمانی جو کچھ موجود ہوتا سادہ چاول یا روٹی کسی بھی سالن یا شہد سے تناول فرماتے۔ اکثر روزہ رکھتے مگر اس کا کوئی خصوصی اہتمام نہ ہوتا۔ عام دنوں میں بھی روزوں کی کثرت سے شب و روز کا پیمانہ جھلکا رہتا۔ بالی عمر ہی سے روزوں کا اہتمام آپ کی اولوالعزمی کا ثبوت ہے کہ آپ میں تلاوتِ قرآن اور دن میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ سن شعور کو پہنچے تو ہر مہینے کی مناسبت سے اس کی خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر عبادتوں کا تمام فرمایا تھا۔ طبعِ قدسی نے دو امانتیں عطا فرمائی تھیں: ۱۔ موسمی میوؤں اور پھلوں کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں اللہ کی نعمت جان کر کھچھ لیتے، شرفیہ ہی بنا ڈالا۔ موسمی میوؤں اور پھلوں کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں اللہ کی نعمت جان کر کھچھ لیتے، شرفیہ

بے حد پسند تھا اس کی خوبیوں کا اپنے خدامین سے تذکرہ فرماتے حضرت قبلہ شاہ محمد شفیع سیالپانی نے آپ کی اس پسند کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

”دادا یہ تین ستر گویہ پھل اس لیے مرغوب تھا کہ اس پھل میں فخرانہ صفت بے نیازی پائی جاتی ہے، سو کھئے ورنہ پتھر پٹے مقامات میں اگتا ہے اور کثرت سے نہایت شیریں پھل دیتا ہے“

حیات انسانی میں غذا کو بڑی نمایاں اہمیت حاصل ہے اس کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، اولیائے کرام و اصفیائے زمانہ نے ہمیشہ کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط کے کسی پہلو سے روگردانی نہیں فرمائی۔ غذا اتنی ہی اور الٹی پسند فرمائی جو حلال مواد حق تعالیٰ کی عبارت کیلئے کمر جھکا کے کھڑے رہنے کی قوت دے سکے۔ اپنے کبھی ایسی غذا کو ہاتھ بھی نہیں لگایا جس میں اشاہ کا ذرا سا پہلو بھی نکل آتا ہو۔ یہ تکلف اور مشغولیتوں سے ہمیشہ محروم رہے البتہ متوسلین، معتدین و مجبین کے بلانے پر بلا تکلف ان کے گھر میں کونشر لے جاتے اور صاحب خانہ کی ضیافت کے اتمام پر خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ جس دن حضرت خواجہ خضر کی کھلائی ہوئی روٹی جو بدن فرمائی تھی، بھوکے پیاس، لذائذ دنیا سے دل سیر ہو گیا تھا یہی سبب تھا کہ

”آپ کو کھانے کی آرزو نہ تھی، آپ کی غذا بہت معمولی ہو کر تھی، خشک میں دھی پانی اور نمک ملا کر ملاحظہ فرمائیے کبھی کاغذ پر لکھا کرتے تھے، بس یہی آپ کی غذا تھی۔ ویسے کبھی شوربہ اور خشک بھی ملاحظہ فرمائیے تھے۔ مجھلی پسند فرماتے اور میٹھا بھی پسند فرماتے تھے۔“

۱۔ نفل الکرات منہ

لباس

پاکیزگی اور ستر پوشی فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ کوئی بھی شخص برہنہ رہ کر خود کو زمرہ آدمیت میں شمار نہیں کر سکتا۔ جس نے برنگی اختیار کی اس نے حیوانوں کا شعار اپنا لیا۔ فی الحقیقت عریانیت، العلامات خداوندی سے محرومی کا سبب ہے حق تعالیٰ نے جسے آدمیت کا مقام و مرتبہ عطا فرمایا اسے ذوق خوش لباسی بھی دیا۔ حضرت آقائی ابوحنیفہ النعمان امام اعظمؒ کی خوش پوشائی مثالی تھی سرکار غوث پاکؒ اور سیدی آقائی مولائی سید احمد کبیرؒ فاضل تھے اپنے آخری ایام میں نہایت قیمتی شادمانہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے نہایت سادہ و کم قیمت لباس پسند فرمایا اور ہمیشہ سنت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پیش نظر رکھا۔ آپ کا لباس دو طرح کا، سادہ و معمولی اور قاضیانہ، جدا جدا ہوا کرتا۔ سادہ و معمولی لباس ہمیشہ پہنا کرتے کہ آپ کے گرد و پیش غریب و مفلس الحال کم مایہ بندگان خدا کی اک بڑی تعداد موجود تھی آپ انہی کی طرح کا نہایت معمولی لباس پہن کر انہیں کھل کر اٹھتے بیٹھتے کہ انہیں اپنی خرابی حال کا احساس نہ ہو۔ اکثر سفید رنگ کا انگرکھاؤ تہ بند زیب بدن ہوتا۔ نماز جمعہ، عیدین یا کہیں دعوت میں تشریف لے جاتے تو معتدین فقہاء کی طرح قاضیانہ لباس سے سحر جاتے۔ سیدی درویش محی الدینؒ فرماتے ہیں:

”جب ہنگامہ نماز جمعہ کے یہ یا کسی دعوت یا ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے تو سفید انگرکھا، سفید عامہ استعمال فرماتے۔ اس لیے کہ خدمت قضا کا تعلق تھا۔ جیب واپس گاؤں آتے تو طبلہ ہی اپنا لباس بدل لیتے، کبھی تہ بند زیب تن فرمائیے۔“

۱۔ نفل الکرات منہ

سفید رنگ دنیا و آخرت دونوں ہی جگہوں میں حق تعالیٰ کا پسندیدہ رنگ ہے اکثر فرشتے اسی رنگ کے لباس میں ملوث ہوتے ہیں، آپ نے بزائد طالب علمی جس جماعت کو شعلیں تھامے لگے مجھے مشایعت کرتے دیکھا تھا، ان کے لباس بھی سر پاؤں تک سفید تھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے اپنا پسندیدہ رنگ قرار دیا تھا، اسے تقویٰ کا رنگ کہا جاتا تو بیجا ہوگا۔ حضرت قدس نے سولے اس رنگ کے کسی اور رنگ کے کپڑے کبھی نہیں پہنے البتہ عامہ شریف ہندوئی رنگ سے رنگا ہوتا۔ میر منور علی صاحب فرماتے ہیں:

”دادا پیر قدس سرہ کا لباس شریف بالکل سادہ تھا، جس سے نہ جاگیرداری معلوم ہوتی تھی نہ مشائخی، ایک ننگ بندھی ہوئی جس پر سرمہ بندھا ہوا تھا تھا اور جسم مبارک منافی وضع کا کچھ اور فرق مبارک کچھ ہی لاج اور کبھی چھوٹا رومال بندھا ہوتا کبھی تنگے سر اور دوش مبارک پر سر وقت بل شریف اور دست مبارک میں اک لانی چھڑی اور پیروں میں چلی کبھی کسی دعوت میں نشر پٹے جاتے تو مل کا جبہ اور سر قدس پر ایک چھوٹا سا سفید غاٹہ“

حضرت میر منور علی صاحب قبلہ نے آپ کے عامہ شریف کا رنگ بھی سفید لکھا ہے مگر ہے شرع شریف کی مصلحتوں یا اقتضات کے کاموں کے وقت آپ اسے فرق مبارک پر باندھتے ہوں گے لیکن اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں نے ہندوئی رنگ ہی عامہ شریف کے لیے پسند فرمایا ہے۔ کبھی کبھی جو آپ سر برہمنہ پہنتے تو یہ اس سنت کی تکمیل میں ہوتا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب ایام حج سر قدسی کو برہمنہ پہنے دیتے تھے، یوں بھی حق تعالیٰ کی جناب میں سنگے سر رہنا گنہگاری کا اقرار کرنا ہے۔ بزائد حج بندہ خود کو اسی حالت میں پیش کر کے عفو و کرم کا خواستگار ہوتا ہے۔ لیکن حاکم نماز میں ننگے سر رہنا بے ادبی ہے کہ بندہ نہ صرف حق تعالیٰ کے حضور میں ہوتا ہے بلکہ حضورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بھی ہوتا ہے۔

مجاہدانہ شان

آپ نہایت جھوٹی عمر ہی سے دلیہ و شجاع مشہور تھے بچپن شریف میں آپ کے والد العظم نے صحت جسمانی بنانے رکھنے کی خاطر چند درزئی اصولوں سے آپ کو واقف کرایا تھا۔ بعض باہرین فن عرب سے آپ کسی ہی میں شمشیر زنی، بنوٹ، پیراکی، پنجو آزانی، گھڑ سواری اور کشتی کی تسلیم حاصل فکر و مشق کی تھی۔ روحانی اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے بھی آپ کے جسم کی تربیت چونکہ لازمی تھی اس لیے اس جانب خصوصی توجہ سے علومِ حریہ حاصل فرمائے کہ ارشاد باری عز اسمہ ہے:

وَأَعِدُّو لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْجَحِيلِ ط

شرافِ نفس، مجاہدانہ زندگی اور سنتِ مبارکہ کرامِ عنوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ ایک لازمی ضمیمہ ہے مؤمن کے لیے اس ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ حالتِ جہاد میں رہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے ”میری ایک تمنا باقی رہ گئی ہے۔ شہادتِ ظاہری

نصیب نہ ہوئی“

یہی سبب تھا کہ کبار اولیائے کرام فنِ حرب کے ماہر ہوا کرتے تھے نہ معلوم کب جہاد کا اعلان ہو جائے۔ آپ کے درزش کے مختلف ضروری شعبوں میں جو درک حاصل فرمایا تھا اس نے ریاضتِ شادہ کی جگہ لے لی تو اس کی مشق ترک فرمائی لیکن بعض دوسری مشقیں جاری رہنے دیں سیدی درویش محی الدین قادریؒ کا بیان ہے:

”آپ تلوار چلاتے اور بنوٹ کھیلنے تھے، لیکن بچپن ہی سے آپ کو

تیرنے اور گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ ۱

اچھے بھڑ آپ کی شجاعت اور بہادری اور بلند نبی کے معترف تھے۔ مختلف آزمائشی موقعوں اور ناموافق حالات میں آپ نے اس کا ثبوت بھی دیا۔ اگرچہ بلا ضرورت آپ نے ظہار قوت کا بھی مظاہرہ نہیں فرمایا۔ آپ کو جب آزمائشی یا آزمائشی کی جوتی دی۔ اس میں خدا میں وثقہ راہبوں نے تواتر سے بیان کیا ہے کہ بعض خصوصی راتوں میں جنوں کی ایک جماعت آپ سے بچہ آزمائی کے لیے موجود ہوتی اور آپ ان پر سبقت لے جاتے۔ کشتی کا مظاہرہ آپ کے متوسلین نے بار بار مرتبہ مشاہدہ کیا۔ نام دارخاں صاحب جن کی بلہی نسبت بڑی زبردست تھی اکثر حضرت قدس سرہ کے ساتھ رہا کرتے تھے ان کا بیان، حضرت درویش محی الدین قادریؒ نے نقل فرمایا ہے:

”ایک مرتبہ میں حضرت کے ساتھ تھا، حضرت تالاب بندم پر تشریف لے گئے میں نے دیکھا کہ وہاں ایک بزرگ غودار موے وہ بزرگ اور حضرت دونوں آپس میں بڑی دیر تک بانگ کھیلتے رہے کوئی کسی پر غالب نہ آتا، دونوں حضرات نیم برہنہ تھے، فقرائی لنگوٹ کسا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بزرگ غائب ہو گئے اور حضرت نے اپنی دولت سر کی طرف ارادہ فرمایا، غائب فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں حضرت سے پوچھا کہ وہ دوسرے بزرگ کون تھے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ بوعلی شاہ قلندر تھے“ ۲

خصائص و اوصاف

امام جادہ طریقت، فرائد رولے ملک شریعت، غواص دریلے حقیقت، کاشف اسرار معرفت، عارف ربانی وزیر غوث الصمدانی سیدی آقائی مولائی افضل بادشاہ بیابانی قدس سرہ، تیرہویں صدی ہجری کے تمام مجازیب، اقلیم ہند کے قلندر تمام اولیائے کاملین و اصفیائے مہملین کے بلا حقی مرتب بادشاہ تھے، آپ کا تبحر علمی اور بے مثال تشریع و تقدس آپ کو ممتاز بنا دے ہوئے تھا۔ آپ نہ صرف اک عظیم المرتبت فقیہ بلکہ سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے متابع کرافقہ و مسلک قادریہ کے سرمایہ افتخار تھے۔ عبادتیں اتنی تھیں کہ بندگی کا حق ادا کر دیا۔ ریاضت ایسی کی کہ مثال ناپید ہو گئی۔ سیدی درویش محی الدین قادریؒ کا بیان ہے:

”علم و عرفان، ایقان و ایمان، ترک نفس و تہذیب باطن، ریاضت و مجاہدہ میں بے نظیر تھے۔ خلوت درگاہ کے بیتال مظہر تھے، آپ کی ولایت، آپ کی قطبیت، آپ کا فیضان عرفان کا زندہ جادو حسیہ ہے“ ۱

نصائے کرام، شرافت خاندان، زہد و تقویٰ کی شان آپ کی ایک ایک ادا سے جھلکتی نظر آتی تھی۔ پیچیدہ و انجیل دینی و معاشرتی مسائل کو چٹکیوں میں حل فرمادیتے، اقصائے ہند و بلاد عجم میں دور دور تک آپ کا مہر و فتویٰ مشہور تھا مولوی محمد سلطان صاحب لکھتے ہیں:

”بڑے بڑے مشکل مسائل کو ایک آن میں ایسا حل فرمادیتے تھے کہ جس کا سمجھنا فہم السانی سے بعد قیاس کہا جاتا تھا“ ۲

منصب اہل الحقیقت بہت بڑا آزمائشی اور ٹھن تر مقام ہے۔ حضرت امام اعظم رض

نے مصلحتاً اسے قبول کرنے سے محض اس لیے انکار فرمایا تھا کہ اس عہد کی حق پر وہانہ صفت
اور اس کی صداقت بزرگوار کا آپ کا زمانہ تحمل نہ تھا البتہ تاریخی سچائی ہے کہ آپ
جیسی عظیم المرتبت و متمم بالشان شخصیت زمانہ کبھی نہ پیدا کر سکا اگرچہ آپ کے تربیت یافتہ
قابل قدر ذہن ہر دور کی رونق دیتے رہے لیکن آپ کا دل کوئی نہ ہو سکا۔ حق تو یہ ہے کہ
عدل و انصاف کی اس سند پر وہی شخصیت رونق افروز ہو سکتی ہے جس میں اوصاف قدسیہ
ہوں اور طرز فکر محبت دانہ ہو، یہ آپ (قدس سرہ) کی عالمانہ فکر و نظر کا کرشمہ تھا کہ ہر معاملے
کی تہ تک آپ کا ذہن رسا پلک جھپکنے کی دیر میں پہنچا اور حقیقت کے عین مطابق فریقین کو
انصاف مل جاتا۔ سیدی درویش محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :

”آپ افتاء کا کام بھی کرتے تھے اور قضات کے تعلق سے
بحیثیت با اختیار عادل کے تصفیہ قضایا انجام دیتے تھے۔“

جس روز آقا سے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو با اختیار فرما دیا
بنا کر حدود اقلیم ہند متعین فرمایا تھا۔ اسی روز سے آپ کی علمداری کے علاقے کے ہر فرد
نے بلا فرق عقیدہ اپنا دامن آپ کے خوانِ نعمت و کرم سے چھلکانے لگا۔ سیدی آقائی سید
شاہ غلام محی الدین پاشا بیابانی نیز حضرت قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا :

”ہمارے دادا حضرت قدس سرہ کی شان آپ کی قطبیت
آپ کی فیض رسائی پر دور اور ہر زمانے کے لیے ہے، آپ کے
زمانہ معیات میں آپ کی اجازت سے اولیٰ اقلیم ہند فیض
تھے۔ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی ولی کسی کو فیض نہیں پہنچا
سکتا تھا۔“

۱۔ فضل الکرامات ص ۳۵ ۲۔ ملفوظات کشفی بیابانی

حضرت سیدی سرور قطاب قدس سرہ نے فرمایا :

”آپ کو اقلیم ہند کی قطبیت حاصل تھی۔“

ساری کائنات میں بیک وقت سات قطب ہوتے ہیں اور ہر قطب جسے فتح
کا نور حاصل ہوتا ہے مجلس دیوان کی حاضری و حضوری کے مشرف سے مشرف ہوتا ہے۔
یہ مجلس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی منعقد کردہ مجلس ہوتی ہے جو ہر شب ساعت آخر
میں اپنے الوار بکھرتی ہے۔ حضرت قدس سرہ کی ذات گرامی سرکار نبوت کے اس دربار کی
حاضری سے مشرف تھی۔ اسی مجلس میں جس شب آپ مسند افتاء اور کرسی قطب الارشاد پر
نکرم سے بٹھائے گئے، تاحدر کو نمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اقلیم ہند کے دینی و سیاسی کردہاں
حالات کی طرف آپ کو متوجہ فرما کر ارشاد فرمایا : کہ ان کے قلوب صداقت کے نور سے
منور فرمائیں۔ آپ نے اقصائے فطرت سلیمہ مودبانہ التجا فرمائی :

”دنیا میں مجھے گم نام و پوشیدہ رہنے دیجیے۔“

اس گزارش پر دربار رسالت سے فوراً ارشاد ہوا،
”اور فوجیوں کی اس طرح دکھائی گئیں کہ یہ لوگ کھلے دل کے
ہوتے ہیں اور آپ کی ماموری عمل میں آئی۔“

اقلیم ہند کی مقتدرانہ فرماں روائی کیسا تھا اجازت نشر الوار عرفان جو حال ہو گئی اپنے
احوال، مقام و مرتبہ کو اور بھی پوشیدہ رکھا۔ لیکن ہر اس فرد کی جانب اسی وقت توجہ مائل

۱۔ فضل الکرامات ص ۳۸ سیدی حبیب علی شاہ صاحب قدس سرہ کنگرہ ہند نے لکھا ہے :

”قطب اصطلاح میں اہل انسان کو کہتے ہیں جو مقام فدیت پر متمکن ہے اور احوال خلائق
اسی پر درود کرتا ہے، اور وہ قطب، قطب ہے نسبت اس چیز کے جو عالم شہادت میں مخلوقات
سے امرایہ دی ہے۔“ جیب الصوفیہ ص ۳۲، ۲۔ ملفوظات کشفی ص ۳۵ ۳۔ فضل الکرامات ص ۳۵

ہو جاتی جب اخلاص و ادب، طلب صادق لیے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اکثر انکساری
سادگی و مسکنت اور مشاہدہ انوار الہی کے سبب
”کبھی جذب رہتا اور کبھی سلوک، کبھی مکان میں ہوتے تو
کبھی گھوڑے پر، کبھی پتھر پر تو کبھی اہل کے درخت کے
نیچے زمین پر“۔

فی الحقیقت عالم گدائی میں رہنے کی آپ کی یہ خواہش حق تعالیٰ سے شدید تر
محبت کے سبب تھی۔ آپ جانتے کہ ہر طرف بس اسی کی کا چرچا ہو، اسی کی عظمت کا ذکر
ہو اور اسی کی حمد و ثنا سے درو دیوار کو بخنتے رہیں۔ اسی کی دین و عطا اور اسی کی نعمتوں کا
اظہار ہوتا رہے۔ آپ نہیں جانتے تھے کسی بھی کام اور نام کی نسبت سے شہرت حاصل ہو
آپ کی ذات سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے، سب کی مسکینوں اور مسکینوں میں
مگر کوئی آپ کو مشکلتا نہ سمجھے، سب کی مرادیں آپ کے در سے پوری ہوتی ہیں لیکن کوئی
آپ کے آستانے کو باب عطا نہ جانتے ہی تھے غفان کے پیگتے ہی حسیات حقیقت کے
تشنہ لب آپ کے میکہ خود فراموشی میں پہنچتے اور اپنی پیاسی زبانیں تر کر لیتے کہ دنیا و دنیاویاں میں ہوں
آپ کے آستانے کی عظمت و رفعت وہی ہے، اپنے سائلوں پر وہی فیض امداد اور وہی شان کرم
جو حیات قدسی میں موجود تھی، جاری ہے۔

اقلیم بیکان سپاہی پیشہ افراد کا ستارہ عروج روشن ہو ہوا آپ نے ان فوجیوں کی تربیت باطنی
فرمانی اور اخلاص اس لائق بنا دیا کہ خود ان سپاہیوں نے اپنی زندگی میں بہ کثرت
اسے کام انجام دیئے کہ نہایت کم عرصہ میں اس کے دوسرے نتائج سامنے آئے۔
جس کسی شخص کا نصیب جاگا اس نے بڑھ کر آپ کا دامن فیضان تھا لیا اور توجہ کی

ایک نظر میں منزل مقصود پہنچا دیا۔ میر منور علی صاحب اللہ علیہ نے لکھا ہے:
”آپ کا فیضان معنوی مقتدرانہ صفت سے متصف تھو
تو جھمی تھا۔ ایک ہی نظر اور توجہ سے طالب حق، عالم شہادت
سے عالم باہوت تک پہنچ جاتا تھا بعض پر اس کے اثرات
فورا اور بعض پر بہ دیر کسی سے کسب لیا نہ ریاضت کرائی، پہلے

حق تو یہ ہے کہ جب کسی کا مزاج معلوم ہو جائے تو اس کی اصلاح دشوار نہیں رہتی۔
بہ زمانہ تربیت علمی آپ نے سپاہیانہ نظام احیات سے جو واقفیت حاصل فرمائی تھی اس کے
اظہار کی ساعت آگئی تھی۔ قدرت اپنے چہیتے بندوں سے اپنے موعظوں پر کام لیتی
رہتی ہے۔ عرصہ دراز تک آپ ان فوجیوں کی بے شمار تعداد کو اپنے خان کرم سے حصہ
پہنچاتے رہے اور“

”علم و عرفان کی قلبی کے مرحلہ اول میں ارباب فوج
کے قلوب کو روشن فرمایا“۔

وہ جنہوں نے، دامن فیض تھا م لینے میں سبقت کی اپنے ستارہ اقبال کو اور جمکایا اور
جنہوں نے تامل کیا اور جن کے مقدس تلاش و جستجو و تفکر تھا وہ مضطر بانہ مشوق
سے آپ کے در فیضان پر آکر رگ گئے، بان میں سے جس کو آپ نے چاہا اپنی چو کھٹ
سے لگائے رکھا، جسے آپ کی نگاہ نے رد کر دیا ان کے دل غلبہ مشوق سے محروم
کر دیے گئے، اپنے خام خاص حضرت نامدار خاں صاحب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:
”نامدار حم جس کو چاہتے ہیں وہی ہمارے پاس آتا ہے ہم
جس کو نہ چاہیں نہ وہ آسکتا ہے نہ رہ سکتا ہے“۔

آپ کے امور میں اللہ ہوتے ہی تصرفات و فکرات کا شہرہ دور دور تک پہنچا جہاں جہاں نکت بات گئی لوگوں کو آپ کا آوازہ کمال سنائیں کھینچنے چلے آئے، ہر قوم اور طبقہ کے لوگوں کا میلہ سا لگا رہے گا، شہر و دیہات کے داخل و خارج ہوتے اور سند غلامی لے کر اٹھتے، آپ کی عظمت و رفعت شان کو دیکھ کر ایک گوسائیں قدیموی کا مشتاق ہوا اور اپنا عزیز، آپ کے مرید سردشاہ صاحب کی وساطت سے خدمت عالی میں پیش کیا لیکن حضرت قدس سرہ نے اس کی گزارش رد کر دی۔ سردشاہ نے دوبارہ مودبانہ اجازت کا موضوع پیش کیے کے اصرار سے کہا کہ اتنا مجتہد کیلئے اس کی آرزو پوری فرمائیں، کیا عجیب ہے کہ آپ کے توجہ فرمانے سے حقیقت اسلام اس پر منکشف ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”جس کے کان حق بات سن سکتے ہیں جس کی آنکھوں کو حق دیکھنے کا شعور ہو، وہ حقیقت پر پہنچا“۔

”ایک گوسائیں، بہت ریاضت کرنے والے تھے، تو نابھر الدولہ نے انہیں طلب کیا تھا۔ رفتہ رفتہ ہنڈہ پہنچے، بڑے بڑے گوسایاں ان کے پاؤں دبایا کرتے تھے، بعض مسلمان بھی ان کی ریاضتوں کی وجہ سے ملنے کے مشتاق رہتے تھے۔ ایک روز حضرت کے مرید حضرت سردشاہ صاحب کے پاس (وہ گوسائیں) آئے سردشاہ صاحب کا ارادہ ہوا کہ اپنی قوت باطنی سے ان پر غلبہ آجائیں، گوسائیں سے فرمایا کہ اگر آپ مسلمان ہوتے ہیں تو حقانیت اسلام کے لیے جو کرامت طلب کرتے ہو بتلائی جاسکتی ہے۔ گوسائیں نے کہا: ”اگر آپ مرشد میرے دیول (مذہب) مقفل میں جہمیر پائے جائیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا“۔

۱۔ ملفوظات کشفی بیابانی

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیبان سجانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

”سردشاہ نے اگر حضرت سے عرض کیا: ”حضرت گوسائیں کی خواہش پوری فرمائیں“ آپ نے فرمایا: ”کہ اس کی قسمت میں اسلام نہیں ہے۔“ سردشاہ صاحب نے عرض کیا کہ اتنا مجتہد ہو جا۔ آپ نے فرمایا: ”بہت خوب“ چنانچہ دوسری روز جب وہ گوسائیں دیول کا دروازہ مقفل کر کے پوجا پڑھ گئے دیکھتے کیا ہیں کہ آپ مورتی کے بازو مجھ پر رونق افروز ہیں۔ یہی رو تک توری ملا، بہر نامی کنواری سر آؤ۔ تھوڑی دیر تک گوسائیں حضرت کو دیکھتے رہے اور جب کسی دور طرف متوجہ ہوئے حضرت قدس سرہ وہاں سے غائب ہو گئے پھر جب گوسائیں نے سردشاہ صاحب سے ملاقات کی تو کہنے لگے: ”وہی حضرت دیول میں موجود تھے مگر مجھ سے کچھ ارشاد نہ فرمایا“۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: ”وہ ایسے ہی عذرات کر رہے گے، اسلام ان کے حصے میں نہیں ہے۔“

جس طرح کسی سخت چٹانی زمین میں زرخیزی نہونے لگا، وہاں ڈالے گئے ختم سے برگ بار کی توقع نہیں کی جاسکتی، اسی طرح جس دل میں اسلام کے برکات اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس سے مسلمان ہوجانے کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی حضرت قدس سرہ نے کشف کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا کہ ”اسلام اس کے حصے میں نہیں“ لیکن اگر قاتانے اپنے مرید کو یقین کی تینوں حالتوں سے واقف کر دیا تھا کہ حضرت سردشاہ صاحب سے اکتساب فیض کے وقت یہ شعبہ سہواً چھوٹ گیا تھا۔ فی الواقعہ شک نہیں پر ختم ریزی رنگ لاتی تو سرسری و شاذلی سے کوئی خطہ زمین خالی نہ

۱۔ فضل الکرامات ص ۸۵، ۸۶

رستا اسی طرح بیک جنبش ابرو ابرار تھانیتِ اسلام ہر ایک پر منکشف ہو جاتی اور دنیا میں کو بھی فرد اہل نعمت سے محروم نہ رہتا اگرچہ

”حضرت قدس سرہ نے سب کو دعوت الی اللہ دی، طالبانِ حق کی ایک جماعت نے آپ کی اس دعوت پر لبیک کہا اور محبتِ شیخ سے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے مقصود کو پہنچ گئے“۔ لے

لیکن جس کے ساتھ ازلی سیخنی تھی اس کے مخالف اہل سے گھرائی ہوئی دولت و نعمت کو اس کو رہائی دینے کے لئے دیا ہی نہیں بلکہ اس کی آنکھیں بے نور ہو کر رطل کی تیرن اٹھ جاتی ہے۔

آپ کا یہ در فیضانِ سب کے لئے تھا کسی کی کوئی تخصیص نہ تھی جو شخص جس ارادے سے حاضر ہوتا وہ اپنے ارادے و مقصد میں کامیاب ہو جاتا جس زمانے میں برطانیہ، ہنگلہ میں لشکر آرا تھی، بلا خوف و خطر صدا سپاہی پیشہ افراد دین دولت سے وابستہ ہوئے اور ہزاروں کی تعداد مطلب برآری کے لیے ہر روز حاضر ہوتی کوئی روزانہ کے حاضر باش، مریدین و معتقدین و خادین خصوصی توجہ سے سرفراز ہوتے ایک سیدی درویش محی الدین قاری قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ محل ہوگا، کھانا ہے:

”نامدار خاں صاحب فرماتے ہیں کہ مرید ہونے کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کے ساتھ مدینہ منورہ میں حاضر ہوا ہوں حضرت آگے میں اور میں پیچھے کھڑا ہوں، حضرت سرورِ عالم صلی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ”بیٹا سیدنا تم نے ان کو مرید کیا ہم کو معلوم ہوا“ حضرت ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں کہ ”میں بھی آپ کا ہوں اور یہ بھی آپ کا ہے“۔ لے

ہنگلہ میں جن دنوں فوجی فرد گاہ قائم ہوئی انھیں ایام میں مزارِ نقی بیگ صاحب بھی اس سے وابستہ تھے۔ ابھی حضرت قدس سرہ کے زمرہ خدائین میں داخل ہونے تھے ان کے وابستہ قدامت ہونے کا واقعہ خاصہ عقیدت افزا ہے یہی دیکھ کر حضرت کی خدمت میں ارادتمندانہ حاضر ہوتے کھڑے دوسرے مرتبہ بے نیل و مرام لوٹا دیئے جاتے رہے، حاضری و حضوری کا یہ سلسلہ ماہ و سال کو محیط ہو گیا لیکن حضرت قدس سرہ نے ذیل سلسلہ فرمایا اسی دوران افواج رسالہ کو اذن روانگی مل گیا۔ مرزا صاحب نے انتہا مول و دل برداشتہ ہو کر زمین پر کچھ گئے اور اپنا سر حضرت کی چوکھٹ سے ٹکراتے لگے لیکن حضرت نے توجہ نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا:

”تمھارے حصے میں نہیں ہے میں مجبور ہوں“۔ لے
انہی سننا تھا مرزا صاحب کا بیانا صبر جھلک اٹھا، بیقرار ہو کر حضرت کے پاؤں تک پہنچ کر اپنے الحاح و زاری کرنے لگے حضرت نے پھر بھی التفات نہ فرمایا۔ وہی مجبوری ظاہر فرمائی شدت گریہ نے حاضرین و خدائین کا دل دھلادیا، حضرت سے منظر دیکھا نہ گیا اٹھ کر دولت سر اس تشریف لے گئے۔ مرزا صاحب اسی طرح بخودانہ حضرت کی چوکھٹ سے لگے بیٹھے حضرت کے نعلین مبارک کو دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا، سر آنکھوں پر رکھ لیا ہونٹوں سے لگا کر زبانا نعلین پر رکھ دی، فرش زمین پر ماہی بے آب کی طرح لوٹنے لگے تڑپنے لگے کہ رحمت الہی کو جوش کیا شاہراہِ اوج اقبال چمک اٹھا، سوئی قسمت، طلبِ صافی کے اثر سے جاگ اٹھی۔
حضرت کو رحم آگیا، خادینِ خاص کو حکم فرمایا:

”اُس کو بلاؤ۔۔۔ مرزا صاحب حاضر ہوئے۔
آپ نے فرمایا: ”آج تم رہ جاؤ اگر پروردگار تم کو قبول نہ کرے تو میں اپنا سر زمین میں گاڑ دوں گا“۔ لے

مرزا صاحب کا اخلاص و ادب رنگ لایا حضرت قدس سرہ کی دعا سے برکت دہی سے طمانیت قلب جو حاصل ہو گئی اپنی جگہ سے اٹھے اور حصول نعمت بیعت میں بہاے گئے آنسوؤں کے پانی سے حضرت قدس سرہ کے نعلین مبارک کو دھو ڈالا اور ایک سجے مٹھی کی طرح در قدسی پر جبین نیاز جھکاے ساری رات کافی صبح کا آغاز نوری جلوؤں سے فرما کر مرثدہ جانفزا سماعت کیا سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”مرزا صاحب بے انتہا خوش ہو گئے اور ایک شب رہ گئے

اور توجہ و فیضان حضرت قدس سرہ اسی شب میں منتہی

دولت فقر یعنی دیدار الہی سے سرفراز ہوئے“ لہ

مرزا صاحب میخانہ خدا شناسی سے جام کفٹ اٹھے اور نشہ عرفان الہی سے ساری عمر سیر رہے۔ آپ چاہتے تو وہ گوسا میں بھی دولت دین و ایمان پا کر سرخرو ہو جاتا لیکن وہ خود کو صاحب کمال اور تسخیر نجوم میں یکتا و فرد فرید جانتا تھا، اسے اپنی ریاضت اور روحانی قوت پر بہت غرور و ناز تھا۔ حضرت قدس سرہ کو دیول سدھشور میں اپنے دیوتا کے بازو بحسبہ تشریف فرما دیکھا تو وحیٹ ہو گیا اور دل میں یہ گمان پیدا کر لیا کہ حضرت قدس سرہ کے ساتھ میرا دیوتا بھی تو موجود ہے جس طرح وہ خاموش ہے آپ بھی چپ ہیں، بس اُسے اسی خیال نے اغوا کر لیا اور ٹھٹھائی سے اُسے عجیب غریب کھانچے سے کچھ ارشاد نہ فرمایا، گھر آتی ہوئی نعمت سے محرومی کا اس کے لیے سبب بن گیا۔ یہاں تو سر جھکانے والوں کے سر اٹھائے جاتے ہیں، متکبروں کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ آپ کی دین و عطا کے ڈھنگ بھی نزلے ہیں۔ جسے آپ دینا چاہا اُسے گھر بلا کر بے دریغ عطا فرمایا اور جسے اس دینا پسند نہ فرمایا اس کی آخرت سنواری۔ لوح محفوظ لب لب نہ تھا جس کی لیے جو ارشاد فرمایا اُسے اُس کی تقدیر کا لکھا بتا دیا۔ سیدی درویش محی الدین

نے لکھا ہے:

”مرزا زلفن بیگ صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ”ضابطہ خالصاً کو اولاد نہیں ہے، حضرت دعا فرمائیں“ ارشاد ہوا: ”اس کے حصے میں نہیں ہے“ انھوں نے کہا: ”حضرت دعا فرمائیں تو کیا بڑی بات ہے“ آپ نے فرمایا: ”آدمی سے آدمی کا پیدا ہونا عادت جاریہ ہے، فقیر چاہے تو دیوار سے

بچہ پیدا کر سکتا ہے“

شرح گوید لب بید عشق گوید نعرہ زن

مرزا صاحب کہتے تھے کہ ایک روز خواب میں حضرت قدس سرہ نے مجھے لوح محفوظ دکھلائی اور فرمایا ”اس میں دیکھو“ میں دیکھتا ہوا جب ضابطہ خاں کے نام پر پہنچا تو دیکھا ”لا ولد“ لکھا ہوا ہے“ لہ

قرب دیوار کے اہل غرض صبح و شام آپ کے لطف خصوصی کے منتظر رہتے۔ آج بھی بعض ایسے گھرانے کن کے مختلف شہروں و مضافات میں موجود ہیں جن میں آپ نے اپنے ید قدرت سے تاع اور عرصہ دراز بلکہ رہتی دنیا تک اثر و تاثیر رکھنے والی کوئی شے غایت فرمائی تھی جس کے باعث وہ گھر منبع برکات و حسان بنا آج بھی موجود ہے اور اس کی اثر پذیری میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ہزاروں کرتیں لوگوں نے دیکھیں، لاکھوں کی تشکلاتی آپ نے فرمائی کہ میں اساک باران کو دور فرما کر ندی نالے بہا دیے تو کہیں سیل رواں کی آفت سے مخلوق خدا کو بچا لیا کسی لاعلاج مریض کو دست شفقت پھر کہ شفا دی تو کسی لا ولد کی گود

اولاد سے بھر دی کسی کو جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور کر دیا تو کسی کو جنت کے مناظر دکھا کر
سربار کر دیا کسی کو چشمِ زدن میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ پہنچا دیا تو کسی کو درودِ
یہ بلا کر کعبۃ اللہ کا نظارہ کر دیا کسی کی حضور علیہ السلام سے ملاقات کرادی تو کسی کو توجہ کی ایک
نظر میں حق سے ملا دیا۔ کئی حق و حق صحرا میں گھبرا کر آپ کے نام لے لیا تو درندوں نے حفاظت
کی کہیں شیر سے کسی کا سامنا ہو گیا تو اُس نے بوجھان کر آپ کے غلام کی مشابہت کی
اور اطاعت و فرمان برداری میں اپنی گردن جھکا دلی۔ مددِ بندگانِ خدا کو آپ کی ذاتِ گرامی
سے فیوض و برکات کا بھی نہ ختم ہونے والا فرغِ حال ہوا۔

وصال شریف

عمر شریف ۶۳ سال کی ہوئی۔ گیارہ سال کی عمر میں کلامِ الہی کا حرفِ حرف حفظ
فرمایا تو اس کے الوارات و تجلیات سے سینہ شریف کشادہ روشن و منور ہو گیا۔ ایسی توری رہنمائی میں گیارہ
سال تک کتابِ علوم کیا اور حسنِ تسلیم سے آراستہ ہو گئے۔ فرائض و فضائل میں یکساں
یگانہ ہو کر اکیس سال تک سخت ریاضت و مجاہدہ نفس فرمایا اور اپنے تابا سیدی آقائی مولائی
سید شاہ غلام علی قادری المومنی قدس سرہ کے حجرہ قدس میں مشاہدہ علوم و انکشافِ سرِ روح و فکر
حق تعالیٰ کی محبت کے ذوقِ آتشا ہوئے اور اس راہ کے سب شوم مرتب طے فرما کر قضاات
کے تحت معالیٰ کو رونق بخشی۔ اکیس سال ذکر الہی کی ملاومت کیسا تھ مخلوقِ خدا کی ہدایت اور
بیمار و مفکوک الحال انسانیت کی ہر شکل کو حل فرمایا۔ معشوقِ حقیقی کے وصالِ دہائی سے تین
سال قبل جبکہ سیدی آقائی سردارِ قطاب سید شاہ غلام سیر و بیابانی قدس سرہ کی عمر شریف تیرہ سال
ہو چکی تھی، قضاات و جاگیر کے کاغذات آپ کے نام منتقل فرمائے۔ میرزا علی صاحب کا بیان ہے :

”آپ کا سن مبارک بارہ یا تیرہ سال کا ہو گا کہ ہمارے دادا پیر قبیلہ
حضرت سید افضل بیابانی رحمہ اللہ علیہ نے اپنے وصال شریف
سے کوئی تین سال پہلے ۱۲۶۹ھ یا ۱۲۷۰ھ میں قضاات اور
جاگیر ہمارے پیر و مرشد قبلہ قدس سرہ کے اسمِ گرامی پر منتقل فرمائی
تھی“۔

اس کام سے فراغ ہو چکے تو جن جن کے حقوق تھے انھیں طلب فرما کر ان کے حق انھیں ادا
فرمائے چھپیں جو کچھ دینا انھیں دے دیا جن جن سے مرہم تھے ان سب ملاقات فرمائی۔ حقوقِ العباد
کے کسی پہلو سے دامن کش نہ ہوئے، نام بہ نام اپنے مریدوں کو یاد فرمایا ان کے ایمان و آمان کی
دعا فرمائی اور وصالِ مبارک سے ذرا پہلے سیدی آقائی مولائی سید شاہ غلام سیر و بیابانی قدس سرہ کو
”تخلیہ میں یاد فرمایا اور علومِ سینہ اور نعمتِ معنوی سے سرفراز فرما کر
حضرت کے منہ میں اپنی زبان دیدی اور فرمایا اسے چوسو اور بار
بار سینے پر پشت پر دستِ مبارک پھیرتے رہے“۔

سردارِ قطاب قدس سرہ، جب سعادتِ ذخیر کے اس سرِ حقیقی سے بوند بوند سیراب ہو چکے تو
کچھ درِ شفقت و محبت سے سینہ قدس سے نکالے رکھا اور فتح کا نور آپ کے سینے میں منتقل فرماتے
رہے۔ پھر جدا فرما کر مریدین و متوسلین کا بطور خاص خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی اور کہا :

”۱۔ ضیاء بیابانی ص ۱۸ ۲۔ فضل الکرامات ص ۱۳۷ ۳۔ سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہ
فرماتے ہیں : ”فتح کا نور شیخ کی ذات میں ملتا ہے پس اگر اس کا وارث (جو اس کی جگہ
قطب بننے والا ہے) اپنے شیخ کی حیات کے آخر حصے میں اس کے اٹھانے پر قادر ہو گیا ہے
تب تو وہ شیخ کے اس دار فانی سے اٹھ جانے پر اس کو لے لیتا ہے“۔ تبریز ترجمہ ابریز
حصہ دوم ص ۲۲۲ مترجمہ عائشہ الہی میرٹھی

”مرشد پر مرید کی اہم ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ مرید سلسلے میں داخل ہونے ہی مرشد کی حفاظت میں آجاتا ہے اس سے مرشد مرید کی لغزشوں کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ مرشد کی بیعت مرید کے ساتھ ایسی ہو کہ حاضر و غائب قرب و بعد حال معیت نہ ہو جو جو امور مانع سلوک ہوں ان کو اپنی معیت روحانی سے دور کرتا ہے“ ۱۔

پھر ارشاد فرمایا:

”عقب تمندوں کی عزت کرو“ ۲ اور معا جیسے کچھ یاد آگیا ہو، سرور قطائب میں سرور کو قریب بلا کر سرگوشی فرمائی، ”آج سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کر جانے کا دن ہے“ ۳۔

۱۔ ضیاء بیابانی ص ۱۱۰ ۲۔ فضل الکلمات ص ۱۳۲ ۳۔ ملفوظات کشفی بیابانی ص ۱۱۰: (۱) حافظ ابن حجر نے صحابی رسول کریم ابو بکر بن خزام رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ صفر کی بھیائیں تیں تیں باقی تھیں کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی بفتح الباری ص ۹۵

(۲) انس بیکلو بیڈیا (مسلما) طاکر قائم محمد نے لکھا ہے: ۲ صفر نبوت ص ۱۳۲ (۳) ابوالکلام آزاد نے تصریح کی ہے ”قاضی سلمان منصور پوری کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ۲ صفر ۱۳ نبوی کو کاشانہ مبارک سے بے قصد ہجرت روانہ ہوئے“ رسول رحمت ص ۱۸۵

اور فوراً حالت متغیر ہو گئی، حجرہ خیر حسناں نور سے منور ہو گیا۔ عطر نیز ہوا کی لپٹیں دور دور تک پھیل گئیں، درندہ سی سے لگے بیٹھے خادین، مریدین و متعقدین لامشوری میں کھڑے ہو گئے، حضرت سرور قطائب میں سرور نے چند خالص خادین کو حجرہ عالی میں آنے کی اجازت دی۔ یہ خادم نہایت ادب سے سر جھکا کر پہنچے اور سلام عرض کر کے لٹے پاؤں لوٹ آئے ان حضرات کے باہر نکلنے ہی، حالت استغراق میں آنے لگے اللہ اللہ فرمایا۔ آپ کے ارشاد فرماتے ہی حجرہ قدسی کے در و دیوار پر اور سائے گمرے میں نور کی چادر پھیل گئی۔ روشنی کی چکا چوند سے حاضرین کی نگاہیں چندھیا گئیں مگر خوشبو کا ایک تیز جھونکا فضا میں تیر گیا، آپ معشوقِ حقیقی کے جام وصال سے سرشار ہو چکے تھے مردانِ غیب نے تعزیت کے بعد کہا:

سلام اے سیدی ان بانی سلام اے آخر افلاک عرفانی

دنیا نے ایک بار پھر تقدس و اتقا کا روشن چہرہ دیکھ لیا ۱۲ صغیرا زانہ نے اسوہ محراب اور اخلاق نبوی کا انیمتہ کو نہ دیکھ لیا۔ ان اکثر حکم عند اللہ اتقا کم فانی بے مثال زندگی نگاہ انصاف نے دیکھی۔ اقلیم ہند کا فرماں روا، کن کا سراج اور شہنشاہ بغداد کا وزیر و نائب ہزاروں ہزار تیرہ مار قلوب کو نور ایمال و یقان سے منور کر کے ۲ صفر المنظر ص ۱۳۷ م ۱۸۵۶ء کو بزم حضرت باری عز اسمہ میں جلوہ گر ہوا۔ میر منور علی صاحب رحمت ازبک: غدر سے تقریباً (خمیسٹا) چھ ماہ قبل ۲ صفر المنظر ص ۱۳۷

کو بزم منورہ ۶۳ سال آپ کا وصال شریف ہو گیا ۱۱

حضرت قدس سرہ کے بقاے جاودانی کا لطف اٹھانے کے چند روز بعد حضرت مرزا رفیع بیگ صاحب نے خواب دیکھا:

”کہ حضرت اورنگ آباد میں تشریف لائے ہیں، مرزا صاحب کے زالو پر سر رکھے لیٹے ہیں، حضرت کی حالت دیگر لوگوں ہونے لگی، انھوں نے سب حاضرین سے کہا کہ شاید حضرت کا آخری وقت ہے، آپ لوگ کلمہ پڑھیں، سب لوگ کلمہ پڑھنے لگے اتنے میں حضرت کی روح پرواز کر گئی۔

چکنم باکہ تو ان گفت کہ او در کنار من دین مجورم

اس وقت حضرت کے دست مبارک میں چنبیلی کا ایک پھول تھا، حضرت نے ان سے فرمایا: ”مرزا صاحب ہماری روح ایسی نکلی کہ نہ جھارہ کو صدمہ پہنچا نہ پھول کو دھکا

لگا“۔

آپ جس شان سے عازم خلوت حضرت باری ہوئے اُس منظر پر خود حضرت قدس سرہ نے دکھا دیا۔ وصال مبارک کے وقت کی عالم اجسام کی جو کیفیت آپ پر طاری ہوئی تھی پچھلے صفحات میں اس کا بیان زیب قرطاس کیا جا چکا ہے، عالم مثال میں آپ نے اسی کیفیت کے مثالی پہلو کی طرف اپنے مرید کو متوجہ کیا ہے یہ آپ کی اُن خصوصی شان کا اظہار تھا جو آپ کے جد سیدی آقائی مولائی سلطان الاولیاء سیدنا احمد کبر الراقعی رضی اللہ عنہ کی شام وصلت کی کیفیت کے مشابہ تھا جو نبی آپ کے وصال مبارک کی خبر دور در تک پہنچی، لوگوں نے کام چھوڑا جس حالت میں موجود تھے اسی حالت میں قاضی بیٹھ کی طرف عازم ہوئے، ایں ہر مذہب ملت کے ماننے والوں کا ہجوم یا برہمنہ حضرت کے آستانے پر جمع ہوا، موجود تھا لوگوں کا انبار اُتر دھام و رگل کے کوچہ بازار نے کھمبے نہیں دیکھا۔ فی الحقیقت

۲۰۳
اولیائے کرام پر دنیا سے پردہ کر جانے کا یہ ایک کیفیت غنودگی ہے۔ شاہ مست قلندر صاحب
نے حضرت قلندر سرفراز سے بہ زمانہ طالب علمی اک بڑے پتے کی بات کہی تھی۔
سیدی درویش محی الدین قادریؒ نے بیان کیا ہے :

”حق تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو بڑی قوت عطا فرمائی ہے وہ اس دنیا میں ایک مقام پر مرتے ہیں اور دوسری جگہ پیدا ہوتے ہیں“

ہوتے ہیں یہاں
اولیاء کرام کا یہ پیدا ہونا مزا تاسخ یا آواگون کی صورت نہیں ہے دراصل اولیاء کرام
حق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق موت کا مزہ چکھنے ہیں کہ دنیا کے چھوٹے رے کی یہ ایک
صورت ہے پھر ان کی روح انھیں کے جسموں میں واپس لوٹا دی جاتی ہے تب وہ اپنی
مری سے اپنے جسم کیساتھ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں رہتے ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں

۱۔ فضل الکلمات ص ۲۷ اقبال نے کہا ہے: جہاں میں ابلیس مرتضیٰ تھے ہیں، وہاں ہر آدمی کے اندر ایک اور مخلوق
۲۔ تناسخ کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ روح اپنا جسم چھوڑ کر کسی ایسے جسم میں داخل
ہو جاتی ہے جو زندگی سے محروم ہے ایسی کیفیت کے نتیجے میں وہ جسم جسے روح نے چھوڑ
دیا بیکار ہو جاتا ہے۔ ایک ہی روح متعدد جسموں میں یکے بعد دیگرے داخل ہوتی رہتی
ہے اور حق تعالیٰ کے مشائے خلق کے سلسلہ خلافت میں کیونکر نہ جسم کے لیے نئی روح ہے
اور جس کسی جسم کے لئے روح پیدا کر دی گئی تو وہ ہمیشہ کئے اسی جسم سے وابستہ ہوگی۔ جزاء منراہنی
پر مرتب ہوتی ہے۔ اگر روح اپنے گنہگار جسم کو چھوڑ کر کسی معصوم جسم کو اپنالے اور اس میں داخل
ہو کر رہ جائے تو گنہگار جسم کیساتھ رہنے کے زمانے کی آلودگی سے روح گویا صاف پتھر
گئی اور یہ انصاف کے تقاضے کے خلاف ہے یا پھر کسی سفیل مخلوق کے جسم میں داخل ہو جائے
تو اس جسم سے خیر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے اس لیے تناسخ کا عقیدہ سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔

غسل شریف

شریعت مطہرہ نے ہر ظاہری حالت کی تبدیلی اور اس کے اثر سے پیدا ہونے والی کیفیت پر اک جدا حکم رکھا ہے اور غسل کا حکم ایسے ہی موقعوں پر نافذ ہوتا ہے کہ جس وقت جسم کو چھوڑنے لگی ہے تو اس کے صدر سے جسم کا دواں دواں ٹوٹ کر کٹا فتوں کے اثر سے آلودہ ہو جاتا ہے یہی سبب ہے کہ قبض روح کے بعد جسم کو غسل ضروری ہو جاتا ہے جبکہ جہاد کے وقت شہادت کی صورت میں بیک وقت جسم متوجہ بڑاں الہی رہتے ہیں اس لیے نہ ہی جسم آلودہ ہوتا ہے اور نہ ہی روح اس آلودگی کی میں جسم سے جدا ہوتی ہے بلکہ دونوں ہوا گالتِ نظاہ حق سے محفوظ ہوتے ہیں اس لیے جسم پر غسل کا حکم نہیں ہے۔

حضرت قدس سرہ کے غسل شریف میں خدا میں خالص ہی کو یہ شرف و نیابت رہی۔ ہر ایک نہایت اوجے ایک دوسرے کی مدد کر رہا تھا۔ سب کی زبانیں گنگا ہوئی ہوں، خاموشی سے اشاروں کنایوں میں ہم کلام ہوتے لیکن آواز سے کچھ نہ ہمت نہ کرتے۔ غسل سے فراغت ہو چکی تو بعض عارفان حق شناس و مریدان خالص اس کے غسل کے بعد اپنے جسم کو پاک و صاف کپڑوں سے پونچھ کر بھیکے ہوئے ان کو اپنی آنکھوں سے لگا لیا اور خشک مٹھے تک انھیں جہانہ کیا۔ صہبائے حقیقت کے متوالوں نے تراویدہ آب مان پارچوں کو اپنے چہرے و بدن سے مس کر کے اس کی ساری نمی کو جذب کر لیا آنکھیں دارفہ کمال شہداء بھیکے کپڑوں کو بوند بوند چھڑ کر پی سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”سنج کالے صاحب نے بوقت غسل جو لنگی، حضرت کے جسم شریف پر پھٹی چھڑ کر پی لی تھی۔“
(فضل الکرامات ص ۱۱۸)

سنج کالے صاحب نے تہمند کا پانی کیا پی لیا تھا کہ اسی لمحے ان کا قلب روشن ہو گیا۔ کیفیت عرفانِ فضل رنگ لایا۔ حجابات سارے کے سارے اٹھ گئے۔ غسل سے تربہ تر رنگ شریف دونوں ہاتھوں میں لے کر بوند بوند لبوں سے لگا پی لیا بس مستی محبت کی ترنگ سر میں سما گئی کہ انکھوں پہر

اک کیفیت سی رہتی تھی ”اے جہاں بیٹھ جاتے۔ تو گھنٹوں بیٹھتے اور انھیں اپنی خبر نہ رہتی۔ ساری عمر انھیں یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ پڑ پڑھا، بہار جھاڑ کہاں ہیں، بیخیری میں ہر مزاحم شے میں سے ہو کر گزر جاتے جس سمت نکل جاتے راستہ نکل آتا، ندی ہو کہ دریا، سرافلاک بہار میں کہ تالا سب پر سے یوں گزر جاتے جیسے کوئی مسطح راہ پر تیز قدم ہو۔ ماکان لہم الخیر کی جیتی جاگتی تصویر بنے رہے انھیں اپنے محبوب کے سوا کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آیا۔

تعمید مبارک

وصال شریف سے کچھ عرصہ قبل حضرت قدس سرہ نے، حضرت نام دارخان صاحب کو بلا اس کے جھنڈ میں اس مقام کی نشاندہی کروائی تھی اور گنبد مبارک کا نمونہ بھی دکھلا دیا تھا صاحبِ انفضال الکرامات نے حضرت نامدار خان صاحب کا یہ بیان نقل کیا ہے:

”نام دار یہ دیکھو“ دیدارِ خدا صاحب جمال“ کا مکان ہے ایسا ہی بنانا، نامدار خان صاحب فرماتے ہیں کہ وہ مکان یہ شکل اک گنبد ہے جس کے سامنے کمانیں ہیں۔ نامدار خان صاحب کو

خیال ہوا کہ میں اس گنبد کیسے بنا سکوں گا۔ بہر حال حضرت کے وصال مبارک کے بعد خان صاحب نے آپ کا گنبد مبارک اسی نمونے کا تیار کروایا جیسا کہ دیکھا تھا ۱۔

آپ کا استاد مبارک اسی مقام پر رونق افروز ہے جہاں پہلی مرتبہ آپ کو سرفرازی ہوئی تھی اور آپ اسی مقام پر اپنے آخری ایام کا بڑا عرصہ بسر فرمایا۔ متبرک پلاس کا جھاڑ آپ کے روضہ عالی سے متصل، تعمیر گنبد مبارک کے بعد موجود تھا، پھر یکایک مٹم موجود ہو گیا۔ حضرت قدس سرہ اس مبارک جھاڑ کو اکثر کھرتے تھے اور آپ پر محبت میں طاری ہو جایا کرتی۔ سیدی درویش محی الدین قادری لکھا ہے:

”آپ نے ایک پلاس کے جھاڑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ”ہم نے اس جھاڑ پر بھی کچھ دیکھا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی اس مبارک جھاڑ کی سمت بڑھے اور اس سے لپٹ کر رونے لگے ۲۔

حضرت قدس سرہ کے زمانہ ”فیض عام“ میں حضرت مرزا زلفی بیگ صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ وہ قاضی مجید شریف حاضر ہیں، حضرت کا وصال ہو چکا ہے، قدس سرہ کا مزار برکت الفارس بہ شکل قبر کجا ہے ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ مزار مبارک شفق ہو گیا اور کسی نے مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہا: ”حضرت نے تم کو اندر بلایا ہے، مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں اندر گیا، حضرت قدس چارپائی (کے تخت) پر اکوٹ کی

۱۔ فضل الکرامات ص ۵۸ ۲۔ ایضاً ص ۵۸ ۳۔ مرزا زلفی بیگ صاحب نے جو رات

شعری پر لپٹے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں: ”مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے مجھے جو مکان سرفراز فرمایا ہے اُسے تم جا کر دیکھو میں نے اُسے جا کر دیکھا اس مکان کا کیا بیان ہو سکے، بہشت بریں کے اعلیٰ مکانوں میں تھا، میں نے عرض کیا کہ ”پیرو مرشد، آپ کا جیسا مرتبہ ہے ویسا ہی مکان، حق تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمایا ہے“ ۱۔

گنبد مبارک کی تعمیر کے کار خیر میں متوسلین و مریدین نے بھی حصہ لینے کی عزم سے حضرت سیدی آقائی مولائی سرور اقطاب سید شاہ غلام سرور بیابانی قدس سرہ کی خدمت میں مودعہ پیش فرمایا کہ حضرت ان کا نذرانہ قبول فرمائیں اور اس سعادت سے غلاموں کو سرفراز فرمائیں، حضرت قدس سرہ نے اجازت دی تب تعمیر گنبد شریف کے لیے پہلی نذر حضرت نامہ رخا صاحب نے پیش کی۔ ان کے بعد حسب جو مسئلہ میدان خاں کی ایک بڑی تعداد نے حلال ذریعوں سے کمایا ہوا روپیہ نذر کیا۔ مرزا زلفی بیگ صاحب نے بھی اپنی نذر پیش کی۔ سیدی درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”مرزا زلفی بیگ صاحب تعمیر گنبد کے زمانے میں اپنے گھوڑے کی صلہ داری فرودخت کر کے بارہ سو روپے تعمیر میں دیے ۲۔

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) خواب میں آپ کا مکان دیکھا تھا اس کی تعمیر موجودہ جدید تعمیر شدہ سنگ بنیاد گنبد مبارک ہے، جسے حضرت سید شاہ غلام سرور بیابانی فاروق پاشاہ زید مجتہم ”موجودہ سجادہ نشین بارگاہ عالیہ نے زر کثیر صرف فرما کر تعمیر کروایا ہے۔ کتابت کی اشاعت کے وقت یہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے کہ یہ سعادت اپنی کا حق تھا۔

۱۔ فضل الکرامات ص ۱۲۶ ۲۔ ایضاً ص ۱۲۶

حضرت سرور اقطاب قدس سرہ خود چاہتے تھے کہ اپنے ذاتی خرچ سے گنبد مبارک تعمیر ہو جائے لیکن متوسلین و مجبین کی گزارش اور ان کے والدانہ اظہار محبت کو دیکھ کر اس کا رخصت میں سب کو حصہ دے دیا۔ ہر ایک کی نذر قبول کی۔ صاحب فضل الکرامات نے قبولیت نذر کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے لکھا ہے کہ مرزا زلفی بیگ صاحب نے

”ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضرت قدس سرہ ان کو مدینہ منورہ لے گئے۔ جب حرم مبارک میں داخل ہوئے حضرت نے فرمایا ”حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شاک مبارک میں رونق افروز ہیں، تم نذر گزراؤ“ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ میں نے انگریز کی نوکری کی ہے۔ میرا جسم جس ہے اس پر ہاتھ پرستی لپیٹ کر دو روپیہ نذر گزراؤ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر قبول فرمائی، پھر میں لٹے پاؤں گئیں ہوا اور حرم شریف میں آگیا، جب میں بیدار ہوا مجھے اس کا یقین ہوا کہ گنبد مبارک (کی تعمیر) میں میری نذر قبول ہوگئی ہے۔“

حضرت سرور اقطاب قدس سرہ نے تعمیر روضہ مبارک میں اس قدر احتیاط کو پیش نظر رکھا تھا کہ اگر کوئی آپ کا نام لے کر تعمیری اشیاء کی خریدی میں کفایت کر لیا تو آپ رقم گنتی ادا فرماتے اور خدائے کو ہدایت فرماتے کہ بلا کسی کمی کے قیمت پوری دے کر مال خریدے۔ تعمیر گنبد مبارک میں سب سے زیادہ رقم آپ ہی کی مشغول کردہ تھی غالباً تین چوتھائی ذاتی رقم اس تعمیر میں آپ نے خرچ فرمائی تھی سیدی دوش محی الدین قادری فرماتے ہیں:

”حضرت قدس سرہ کی گنبد، اگرچہ مریدین کے پورے سے تعمیر پائی

اور اس کا سہرا نامہ اراخان صاحب کے سر پہ تاج تاج بھی

حضرت (سرور اقطاب) کا بہت کچھ حصہ ہے۔“ لے

گنبد مبارک کی تعمیر کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تو متوسلین و مجبین کی قدر شناسی و پذیرائی کے لیے، حضرت سرور اقطاب قدس سرہ نے روضہ مبارک کے سامنے خیمہ نصب فرما کر دعوت کی، غریب و مساکین بھی شامل ہوئے، سب کی ضیافت کا انتظام فرمایا اور بے فراغت طعام سب میں تبرک تقسیم فرمایا۔ آپ نے جس بھی لکتن، دل جمعی اور خشک شبہ سے پاک و پاک رقم خرچ فرما کر شاہانہ انداز کا قلعہ تعمیر کروا کر بڑی بڑی سبیلوں کا نہایت مضبوط روضہ تعمیر فرمایا کہ مثال نہیں مل سکتی گنبد مبارک کی وضع کی تکمیل کے زمانے میں آپ کی طبیعت پر تغیرات موسم کا اثر پڑا، ایسی حالت میں بھی آپ کے مشاغل ذکر و اذکار جاری رہے جب تک تمام مزدور کام سے فارغ نہ ہو جاتے آپ برابر روضہ مبارک کے سامنے کھڑے رہ کر تعمیری کام کی نگرانی فرماتے، متقدمین و مجبین دور دور سے حاضر ہوتے حسب مقدور نذرانہ گزراتے جنہیں کشش روحانی کھینچ لاتی وہ والبتہ داماں ہو کر اپنی خوش نصیبی پر اتر آتا کہ حضرت نور ہدایت سے اس کے قلب کو منور فرما چکے ہوتے۔ شاہانہ کی تعمیری سرگرمیوں کے سبب آپ کی صحت روز بروز خراب ہوگئی اور آپ فریض ہو گئے آپ کی ایسی حالت دیکھ کر آپ کی عقیقہ دھرم صاحبزادی حبیبتہ اشرف ماں صاحبہ قدس سرہ نے درگاہ شریف میں حاضر ہو کر منت مانی کہ ”آپ صحت مند ہو جائیں تو اپنے مالی خرچ سے ساری درگاہ شریف کو سبز رنگ سے رنگ دوں گی، مراد پوری ہوئی اور سرور اقطاب قدس سرہ پوری طرح صحت یاب ہو گئے تو خدمت عالی میں حاضر ہو کر صاحبزادی صاحبہ نے عرض کیا:

”آپ کی صحت کی منت سے گنبد شریف کو رنگ کھایا جا رہا ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”خدا تجھے ایمان کا

رنگ دے "۔ لے

روضہ مبارک کی تعمیر کے بعد غالباً یہ پہلی منت تھی جس کی تکمیل آپ کی ولیدہ عصر پوتی صاحبہ کے دستِ قدسی انجام پذیر ہوئی۔

اظہارِ نسبت و عقیدت کا آخری مستحسن طریقہ

آپ کی پوتی صاحبہ قدس سرہ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل اپنے متعلقین کو وصیت فرمائی کہ "جب وہ اس دارِ فانی سے دارِ البقا کی طرف مراجعت فرما ہو تو لبِ غسل و کفن و نمازِ جنازہ، حضورِ پی کے لیے جنازہ کو روضہ مبارک کے سامنے کفن چہرہ سے ہٹا کر رکھا جائے پھر آخری منزل کے لیے اٹھایا جائے" تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے اور نقیحات الناس میں حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ اور خود شیخ ابوالنصر سراج قدس سرہ نے اپنی گزارشات تصنیف کتاب اللعین میں اپنا یہ قول ارشاد فرمایا ہے :

"جو میت میرے مزار کے سامنے سے گزاری جائے گی اس کی بخشش ہو جائے گی"۔ لے

۱۔ افضل الکرامات ص ۱۵۹ لے حضرت ابوالنصر سراج قدس سرہ کا اسم گرامی عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ تھا، لقب ابوالنصر اور لہاؤس الفقراء تھا۔ ابو محمد عبد اللہ بن المرعش قدس سرہ سے بیعت و خلافت تھی، جو سید الطائف حضرت حیدر آبادی قدس سرہ کے حلیب القدر خلفا میں سے تھے۔ آپ بمقام طوس پیدا ہوئے حصولِ علم کی خاطر طبری بڑی مشقتیں اٹھائیں اور طویل مسافتیں طے فرمائیں، مشہور علمائے وقت سے اکتسابِ علم کیا سخت مجاہد کیے۔ آپ چوتھی صدی ہجری کے قطب تھے۔ وصال ۸۷۴ میں ہوا۔ لے مترجمہ سیرِ سرخاوی ص ۱۵۹

محمد حسین سکھیل نے لکھا ہے :

"خلیفہ برحق، صاحبِ رسول، ثانیِ امین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تو ان کی وصیت کے مطابق مسجد نبوی میں ان کا جنازہ رسول اللہ کے مزار اور مقبر کے درمیان رکھا گیا۔ لے

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال سے قبل ارشاد فرمایا تھا کہ درمیانِ جنازہ رسول اللہ کے مزار کے سامنے رکھ دیا جائے پھر تدفین کی اجازت کے بعد دفن دیا جائے"۔ لے (لسنِ ہی سنت صدیق اکبر ہے کہ امت کے گنہ گاروں کے جنازے کو، چونکہ روضہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک لے جانا ممکن نہیں ہے اس لیے منوسلین و مریدین اپنے پیر یا اولیاء کبار کے مزار کے سامنے جنازہ لے جا کر رکھ دیتے ہیں تا قبر کی پہلی منزل آسان ہو جائے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ۔ مترجمہ شیخ احمد بانی ص ۲۵۹

۲۔ ۱۹۷۴ء میں، میں نے خواب میں دیکھا :

"میں قاضی محمد شریف حاضر ہوا ہوں۔ ذرا دور سے میں نے روضہ مبارک کی طرف نظر جوڑائی میں نے دیکھا کہ احاطہ درگاہ شریف میں اس مقام پر جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارک موجود تھے، گنبد خضر کے نیچے نظر آنے والا مینار نہایت چمکدار سنہرے رنگ میں مع خوشنما چاند ستارہ نظر آیا میں نے یہ خواب اپنے بزرگ سید فضل الدین صاحب (دکڑہ دیڑھ) کو جو دنیا یا تو محرم بزرگ کے فراموش میں میلہ ہاتھ تھا، لیا اور کہا : "یہ خواب دلیل ہے کہ جس شخص کو مدینہ میں روضہ مقدس پر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا وہاں حاضر ہو جانا مدینہ طیبہ کی حاضری شرف رکھتا ہے۔

۱۸۳۰ء میں اقلیم ہند جس سخت آزمائشی و کرناک حالات سے گزر رہا تھا وہ ایک ناقابل بیان تاریخی حقیقت ہے۔ وقت کے ان خرمی لمحات کو مورخین نے اپنی چشم تر سے دیکھا اور خون جگر سے لکھا۔ اخلاقی تنزل و تہذیبی انحطاط سیاسی توڑ جوڑ، ضعیف الاعتقادی اور ہر قسم کے فتنہ و فساد کے علاوہ انگریزوں کی فتنہ گرگی، مفاد پرستی اور ان کے دل دلا دینے والے رزہ خیر مظالم نے ماضی کے ظالم حکمرانوں کے سولے زمانہ کارناموں کو بھی مات دے دی تھی۔ ان صلیب فزار سفاکوں نے ہزاروں مصوم اور لاکھوں بے گناہ انسانوں کو بڑی بے دردی سے صلیب پر چڑھا کر رسم صیہونیت کو زندہ کر دیا تھا ظالم نیرو اور خونخوار ملک کے کارنامے ان کے آگے گرد ہو گئے تھے۔ ان مادر طین کے جیالوں کا خون ناحق جس قدر بہنا تھا بہ چکا تو مشیت نے ان مفسدوں کو رسوا و برباد کرنے کا سبب ڈھونڈ نکالا۔ شیر میسور سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد انگریزوں کے حوصلے جو بھی بڑھ گئے مسلمانوں کو ہر طرف سے خفارت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ ان لعینوں نے اسلامی ہند میں اک ساوی بابل دینی نظام کو فروغ دینے کا منصوبہ بنا کر قادیان سے اپنے مقصد کا ایک آدمی تلاش کر لیا اور اسے اسلام اور نبی آخر الزماصلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل لاکھڑا کیا۔ انگریزی حکومت کے ملازم اور سانہ لوح مسلمان بہت جلد اس فتنہ کی زد میں آ گئے۔ عام آدمی انگریزوں کے ظلم و ستم کے سبب کسی بھی دینی و سیاسی سرگرمیوں میں آزادانہ حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ اگر ایسا کام کرنے کا موقع انھیں فراہم ہو بھی جاتا تو وہ بذات خود ایسا کوئی دینی شعور بھی نہیں رکھتے تھے کہ بہت جلد اس ظاہر ہونے والے فتنہ کا دفاع کر سکیں جو قادیان سے اٹھنے والا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد کو ششوں سے انگریزوں کی مفسدانہ کاروائیوں پر تدریجاً روک لگی تھی لیکن اک مقتدر علی و دھانی قوت کے بغیر اس اٹھنے والے فتنہ کا سد باب ممکن نہ تھا۔

کیوں کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مسلم بادشاہ کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اسلام دشمن طاقتیں ایک جگہ ہو رہی تھیں حضرت قاضی ثناء اللہ بانی تپ نے اپنے دلی کرب کا اظہار اپنے ایک خط مرقوم ۱۸۳۶ء میں یوں کیا ہے:

”عہد سابق میں اسلام کافی عرصہ سے ہندوستان میں کمزور چلا آ رہا ہے کافی دیر تک رافضیوں کی دکانت (مراد بھٹ خاں کی وزارت سے) اور کافر سکھوں کے حملے کی تشویش رہی۔ تقریباً دس سال سے مرہٹوں کا تسلط ہے گو ذہنی اعتبار سے جہاں تکلیف دہ نہیں ہے مگر مومن کفریہ کے غلبے اور اہل اسلام کی مغلوبیت درویشوں کو پریشان خاطر رکھتی ہے۔ بادشاہ اسلام اور مسلمانوں کے لشکر، جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کے درمیان آپس میں بھڑپڑی ہوئی ہے۔ عہد سابق میں چند مرتبہ احمد شاہ درانی، خدا سے اپنی رحمت میں آسودہ کرے، ہندوستان آیا اور مسلمانوں کے ضعف میں مزید اضافے کا باعث بنا اور کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔“

عرصہ دراز قبل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آزمائشی حالات اور فتنہ قادیان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ سے ارشاد فرمایا تھا:

”آپ ان فوجوں میں علم و عرفان کی تبلیغ فرمائیں“

تاکہ اس فتنے کے ابھرنے کی صورت میں ہر فرد اپنا دینی دفاع خود کر سکے۔ یہی سبب تھا کہ ایک طرف آپ کی دور رس نگاہیں معاشرے کی تہذیبی زبوں حالی پر لگی تھیں تو دوسری طرف عرصہ راز سے چلے آ رہے دینی جمود و غلط فہمی کی غلط دگر گردینے والی اسلام دشمن طاقتوں کی پھیلانی ہوئی باتوں کی اصلاح پر بھی تھیں۔ آپ نے دینی شعور اور تصوف سے ملے نواح خالق و منظر یہ، غلام مصطفیٰ ظاں ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰،

سے بے بہرہ الٰہی مسلمان فوجیوں کے قلوب نور معرفت سے منور نہ کران کے دینی شعور اور عرفان حق کی دوسلوں تک حفاظت فرمائی اور اپنے مریدانِ بامعنا کو اس فتنے کے بہت جلد قادیان سے سر اٹھانے کی خبر دی تھی مولوی محمد سلطان صاحب نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

”آپ تیرھویں صدی کے قطب تھے۔ پیش آئندہ واقعات کی اکثر خبر دیتے تھے“

راج تو یہ ہے کہ کسی کا قبول اسلام کے بعد اس کی اصلاح کا کام اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا کسی پیدائشی مسلمان کے بگڑے ذہن کی اصلاح کا کام ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا مہدی علیہ السلام کی قرب قیامت سے قبل بعثت اسی مصلحت کے تابع ہے کہ آپ کا کام اصلاحِ مسلمانوں کی جو پچھٹی صدی ہجری میں سیدی ابوالنصر سراج قدس سرہ کے سامنے بھی ایسے ہی حالات تھے، اخلاقی گروٹ اور روحانی نظام کے متزلزل ہو جانے کے سبب امتِ موجودہ سخت انتشار اور کڑے آزمائشی حالات سے گزر رہی تھی، خلافت کی جگہ ملکیت آگئی تھی۔ اس شاہی نظام نے اسلام کی جو صورت بنا رکھی تھی وہ ہر طرح روحانی امداد و توجہ کی محتاج تھی۔ ہندوستان میں بھی بعینہ یہی حالات تھے فرق تھا تو بس اتنا کہ، سیدی ابوالنصر سراج قدس سرہ کے سامنے فسق و فجور سے بھرے قلوب کی اک بڑی تعداد تھی جبکہ آپ کے پیش نظر ہر قوم اہل طبع اور ہر مذہب کے مفلوک الحال و دینی افلاس زدہ لوگوں کی تعداد تھی۔ آپ نے ہر ایک کی اصلاح فرمائی کسی کو جذبہ حب الوطنی عطا فرمایا تو کسی کو قوت استقلال دی کسی کو جو مسئلہ رہنمائی عطا فرمایا تو کسی کو دار و دارین کو گلے لگانے اور وطن عزیز کیلئے جان و دین کی ہمت دی۔ ہر ایک کو فیض پہنچایا اور ہر ایک کو اس کی ہمت کے بقدر اس کے دامن پر گزندہ کو لائقِ انعام و اکرام بنایا جن کے مقدس فیض اٹھانا کھانا اٹھولنے اپنا دامن آپ کے سامنے پھیلا کر رکھا اور جن کی قسمت میں محرومی تھی وہ ابلیس برطانیہ کے آلہ کار بنے رہے اپنی

میں وہ مسیح الجہال بھی تھا جو قادیان کے گلی کوچوں میں نیم مجذوبانہ کیفیت میں پھرتا رہا تھا۔ آپ کے وصال ۱۸۵۲ء کے بعد اس نے اپنے پادری باہر نکالے اور براہین احمدیہ کی بارہا ۱۸۹۱ء میں اک پورا متوازی طبل دینی نظام ترتیب دیکر مسیح، مہدی منظر اور کرن کے اذکار ہونے کا دعویٰ کر کے اک نیا فتنہ کھڑا کر دیا بقول مولانا السید ابوالحسن علی ندوی

”ظہور اسلام سے لے کر اس وقت تک کوئی فتنہ اسلام کی تاریخ میں اتنا نازک اور مبتلا کا نہیں تھا جتنا قادیانیت کا تھا۔“

لیکن چونکہ ہندوستان میں اس فتنہ کا ظاہر ہونا سیاسی مقصد تھا بالکل ہی طرح جس طرح ابلیس کا آدم علیہ السلام کی آزمائش کے لیے جنت میں داخل ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ ایسے بڑے فتنے کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے اک طاقتور دینی ذہن اور اس کے لیے اک مہکار روحانی طاقت کی ضرورت تھی، مشیت نے آپ کی ذات کو سب کے لیے فیض رساں بنایا تھا نام و نمود اور شہرت کے بغیر کام پورا ہو چکا جسے آپ کی ذات نے کر دکھایا۔ حکومت کے ملازم اور ملک خوار و مقتدا فوجی چونکہ جلد متاثر ہو سکتے تھے اس لیے سرپرست سے ان کے قلوب علم و عرفان سے بھر دینے کا حکم ہوا اور فوجیوں کی ادراج دکھائی گئیں۔

آپ کا روضہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ بھی ہے اور حلقِ بخشش و عطا بھی بے انتہا ادب و احترام کا مقام بھی ہے اور بے حد و حساب فیض کی جگہ بھی جس نے ادب کو ملحوظ نہیں رکھا وہ فیض سے محروم ہو گیا جس نے در دولت پر اخلاص، ادب و احترام سے ناصیہ فرمائی کی وہ سر بلند ہو کر اٹھا قبولیت دعا کے لیے آپ کے اسماء خطابہ کا وسیلہ تیر بہشت کہا جاتا ہے بزرگوں نے کہا ہے پورے آداب کے ساتھ جو شخص بھی آپ کے روضہ مبارک کے احاطے میں متکف بہ ذکر رہے گا جلد اپنے مقصد کو پالے گا کہ جس طرح سرکار غوثِ پاک رضی اللہ عنہ

کی بادشاہت کسی ایک زمانے سے خالی نہیں ہے ہر زمانے کے لیے ہے اسی طرح آپ کی وزارت و نیابت بھی ہر زمانے کے لیے قائم و دائم ہے۔ سیدی درویش محی الدین قادریؒ کا بیان ہے:

”جہاں تکشش جہات عالم میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جاری و ساری ہے وہاں وہاں تک حضور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ولایت مشہور و معروف ہے۔“
فدوی اس بیان حکمت نشان پر نہایت ادب و احتیاط سے اتنا اضافہ اور کرتا ہے کہ حدیث اب جہاں جہاں تک سرکار غوث پاکؒ کی ولایت اور آپ کا پرچم سبز بالا ہے کوہ سر بفلک چوٹیوں پر لہرایا جاتا ہے گا وہاں وہاں تک حضرت قدس سرہ کا حکم و فرائض جاری و ساری ہے گا، کیوں کہ
”خليفة احكام داوامر کے اجراء دیگر تصرفات میں مکمل نائب ہوتا ہے۔“ ۲

آپ کے اعلیٰ تر مقام و مرتبہ سے واقف آپ کی پوتی صاحبہ ولیہ عصر حضرتہ سیدہ انیسہ امات قدس سرہ نے متوسلین بارگاہ اہد و البشکان حرم بیابانی کے ہر فرد کی اس آخری وطن منزل کو سر کرنے کا بہت آسان نسخہ تجویز فرمایا تھا۔

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولیان سہانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

۱۔ دیباچہ فضل الکرامات ۵
۲۔ القرآن حکیم کنز الایمان شاہ تفسیر نعم الدین نال ہری پوریؒ

شجرہ طریق

آقا دجہاں پیر و کائنات احمد قلی محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
امام الاشعین امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

حضرت امام حسن البصریؒ

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ

حضرت داؤد طائیؒ

حضرت خواجہ معروف کرخیؒ

حضرت ابوالحسن ہمدانیؒ

حضرت سید الطائف جند بغدادیؒ

حضرت خواجہ ابوبکر شیلیؒ

حضرت ابوالعباس احمد بن عبد الغفر زبیدیؒ

حضرت ابویوسف طوسیؒ

حضرت ابوالحسن قرطبیؒ

حضرت ابوسعید مبارک مخزومیؒ

غوث شہین قطب ربانی وکیل صدیقی و دی ہر دو جہانی میرا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانیؒ

حضرت ابوبکر سعید الرزاق قادریؒ

حضرت ابوصالح نصق قادریؒ

حضرت ابی نصر محی الدین قادریؒ

حضرت تلح الدین قادریؒ

حضرت سیدنا مس الدین قادریؒ

حضرت سیدنا نجم الدین قادری قدس سرہ

حضرت سیدنا سیف الدین قادری قدس سرہ

حضرت سیدنا برہان الدین قادری قدس سرہ

حضرت ابوبکر سیدالارکان قادری قدس سرہ

حضرت محمد ذکریا قادری قدس سرہ

حضرت سید احمد ذکریا قادری قدس سرہ

حضرت سید علی ساگر سلطان مسکن آسان دارالفتح بخش قدس سرہ

حضرت سید محمد دم ضیاء الدین بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ اشرف بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ عبد الملک بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ ابن بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ فاضل بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ غلام حسین بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ غلام محمد الدین بیابانی قدس سرہ

حضرت خاندان بیابانی وزیر غوث مہرالی حضرت سید فضل بادشاہ بیابانی قدس سرہ

حضرت خاندان بیابانی وزیر غوث مہرالی حضرت سید فضل بادشاہ بیابانی قدس سرہ

نشین حضرت اقدس

سیدی آقائی مولائی سرور اقطاب سید غلام سرور بیابانی قدس سرہ

مدت سجادگی ————— ۵۸ سال

سیدی آقائی مولائی سید شاہ غلام فضل بیابانی مالک قبلہ قدس سرہ

مدت سجادگی ————— ۲۹ سال

حضرت سید شاہ ضیاء الدین بیابانی بیابانی پاشا قدس سرہ

مدت سجادگی ————— ۲۰ سال

حضرت سیدی سید شاہ غلام محمد الدین بیابانی محمدی الدین پاشا قدس سرہ

مدت سجادگی ————— ۱۵ سال

حضرت سید شاہ عبد الکریم بیابانی بڑے میاں قدس سرہ

مدت سجادگی ————— ۱۰ سال

حضرت سیدی ابو محمد سید غلام فضل بیابانی مرشد میاں قدس سرہ

مدت سجادگی ————— ۱۰ سال

حضرت الکریم سید شاہ غلام سرور بیابانی فاروق پاشا زید محمد

سال رونق افروزی مسجد سجادہ واقارہ ۱۹۷۶ء

حضرت خاندان بیابانی وزیر غوث مہرالی حضرت سید فضل بادشاہ بیابانی قدس سرہ

مراج و مصداق

- ۱۔ فضل الکرات مرتبہ: حضرت سید درویش محی الدین قادریؒ
- ۲۔ ضیاء بیابانی مرتبہ: حضرت میر نور علی شاہ صاحبؒ
- ۳۔ شجرہ خاندان بیابانی مرتبہ: میر بشیر الدین عیاشہ بشیرؒ
- ۴۔ وقایع دکن مرتبہ: مولوی محمد سلطان صاحب تعلیمات
- ۵۔ شجرہ الاحدیہ قلمی: محمد یوسف الرفاعی قدس سرہ برودہ
- ۶۔ پنج گنج حضرت خلیفۃ المسیحؒ مترجمہ: حضرت سید احمد اسلمی صاحب
- ۷۔ القرآن حکیم مترجمہ حضرت احمد رضا خاں رضوی تفسیر حضرت نعیم الدین خاں بریلوی قدس سرہ
- ۸۔ مسلم شریف دار قطنی
- ۹۔ انسان کامل - حضرت البرہم علیؒ مترجمہ فضل میراں صاحب
- ۱۰۔ انسان کامل - محمد بن علوی المالکیؒ مترجمہ سید ابراہیم بخاری
- ۱۱۔ الاربعین حضرت السلامہ صفدر حسین صاحبؒ
- ۱۲۔ تفسیر منہاج القرآن پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب
- ۱۳۔ تبریز سیدی عبدالعزیز دہلویؒ مترجمہ ابریز عاشق الہی میرٹھی
- ۱۴۔ غنیۃ الطالبین سرکار غوث پاکؒ مترجمہ امان اللہ خاں صاحب سحر
- ۱۵۔ مصداق العباد مترجمہ اردو: بہار مطبوعہ
- ۱۶۔ تفسیر نعیمی جلد اول مفتی احمد یار خاں صاحبؒ
- ۱۷۔ مراۃ المناجیح جلد پنجم شرح مشکوٰۃ شریف حضرت مفتی احمد یار خاں صاحبؒ
- ۱۸۔ تلخیص اسلام جلد اول اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

- ۱۹۔ اظہار ہویں صدی میں ہندوستانی معاشرت ڈاکٹر محمد عمر
- ۲۰۔ ادراک مصور پروفیسر خلیق احمد ظہری
- ۲۱۔ شہر حیدر آباد ہرمز کاویں جی
- ۲۲۔ نظام الملک آصفیادہ اول مراد علی طالع
- ۲۳۔ تاریخ دکن حالیہ ڈاکٹر سید یوسف حسین صاحب ۱۹۴۴ء
- ۲۴۔ مشکوٰۃ النبوة جلد ششم، ہفتم، ششم حضرت سیدہ ام علی قادریؒ مترجمہ رحیمہ قادریؒ
- ۲۵۔ تذکرہ اولیائے دکن عبد الجبار خاں کھاپوری حرم
- ۲۶۔ سیاست حیدر آباد عبد الصمد سراج الدین حرم
- ۲۷۔ تاریخ فرشتہ القام فرشتہ مترجمہ
- ۲۸۔ ملفوظات کشفی بیابانیؒ (قلمی)
- ۲۹۔ اجزائے ایمان پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب
- ۳۰۔ فصوص الحکم مترجمہ حضرت عبدالقادر صدیقی حسرتؒ
- ۳۱۔ تذکرہ الاولیاء مترجمہ برکت اللہ فگر علی لکھنؤ
- ۳۲۔ تلخیص ہجرت الاسرار پیرزادہ اقبال احمد قادری صاحب
- ۳۳۔ حبیب الصوفیہ حضرت سید حبیب علی شاہ صاحب قدس سرہ کلکتہ
- ۳۴۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا سید قاسم محمود کراچی ۱۹۸۴ء
- ۳۵۔ امین الدین علیؒ حیات اور کارنامے ڈاکٹر حسینی شاہد ۱۹۷۳ء
- ۳۶۔ اخبار الاخبار مترجمہ محمد سبحان صاحب
- ۳۷۔ مراۃ الاسرار مترجمہ شیخ عبدالرحمان حبشیؒ
- ۳۸۔ فتوبات مجدد الف ثانیؒ مترجمہ جلد اول
- ۳۹۔ اسوۂ حسنہ صحابہ عبد السلام ندوی

- ۲۰۔ فتوح الغیب (مقالہ ۱۶) سرکار غوث پاکؒ مترجمہ
- ۲۱۔ الیواقیت والخواہر (مترجمہ) ام عبدالوہاب شہرانی قدس سرہ
- ۲۲۔ تجرید بخاری شریف اردو پروفیسر عبداللہ عظیم جلالی
- ۲۳۔ کتاب اللع حضرت ابوالنضر سراج قدس سرہ مترجمہ سید ارجمند بخاری
- ۲۴۔ فتح الباری حافظ ابن حجر مترجمہ نامعلوم
- ۲۵۔ بنی خاتم مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب
- ۲۶۔ لوائح خالقانہ مظہریہ مترجمہ غلام مصطفیٰ خاں صاحب
- ۲۷۔ سیرت طیبہ مترجمہ برہان الدین حلوی مطبوعہ دیوبند

رسائل

۶۱۹۸۸

۶۱۹۳۹

مجلہ بیابانیہ
سب (موقع کن)

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولیمان سجانی شاہ بیابانی رفاہی القادری۔

contact@afzalbiabani.net

مزار شریف حضرت سید شاہ افضل بیانی علیہ رحمۃ

